حق تصنیف محفوظ ہے

اللہ فہو حسبہ

تہذیب القلوب

جسمین مضامین اخلاقیہ بطرز جدید لکھے گئے ہین درستی

اخلاق وصفائی باطن حاصل کرنے کے لئے مسائل

شرعیہ وتصوف کو رہنما بنایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اپنے

ہمجنسون کے ساتھ ملنے جلنے اور راہ ورسم رکھنے کے پسندیدہ

طریقے کونسے ہین صنعت وحرفت حفظ صحت وغیرہ مضامین

پر بھی زور دیا گیا ہے۔ غرض اسکے سب مضامین موجودہ زمانہ

کی حالت کے عین موافق اور نہایت ضروری ہین

مصنفہ

فضیلت مآب منشی عبد الرحمن صاحب حنفی

سنہ ۱۳۱۱ ہجری نبوی

مطبوعہ منشی فخر الدین پریس لاہور

سقم پائیں تو گرفت سے درگذریں اور اپنی بلند حوصلگی سے عیب پوشی فرماویں اور اصل
مطلب کی خوبی کو مدنظر رکھکر احقر کو دعای خیر سے یاد کریں۔ ہرچند اخلاق کی کتابیں
بیشمار موجود ہیں لیکن اصحاب انصاف اگر غور و تامل کی نگاہ سے دیکھینگے تو اعتراف کرینگے
کہ اسکا طرز بیان عین حالات زمانہ کے موافق ہے اور کوئی لفظ زاید و فضول نہیں میںنے
جو نصیحت کا حق تہا ادا کر دیا کسی کا ہدایت قبول کرنا اور راہ راست پر آنا میرے اختیار میں
نہیں۔ ایک بیقرار مرد اور واعظ صرف صفائی اور درستی اخلاق کی طرف رہنمائی کرسکتا ہے
یہہ کہ لوگون کے دلون میں ہدایت مجسم ہو کر خود حلول کر جاے۔ بیشک پند و نصایح زنگ
کدورت نفاق خلاف جہل و دیگر صفات ذمیمہ کے دور کرنے میں صابون کا کام دیتے ہیں
بشرطیکہ کوئی صفائی حاصل کرنا چاہے اور میل و خباثت کے دور کرنیکی خواہش رکھتا ہو
اگر ہم اپنے دل و نفس کو تمام خرابیوں اور ناپاکیوں سے صاف و پاک کرنا چاہیں تو ان نصایح
سے بہت کچہہ امداد مل سکتی ہے لیکن جب ہم چاہتے ہی نہیں تو ہمارے نزدیک نصایح
کے دفتر بیکار ہیں۔ ہم قلم تراشنا چاہتے ہیں اور چاقو بہی تیز ہمارے پاس موجود ہے تو ہم بخوبی
اپنے مطلب میں کامیاب ہو سکتے ہیں مگر جب ہم ہاتہہ بڑہا کر اوس سے کام لینا ہی نہیں چاہتے
تو چاقو کا وجود اور اوسکی تیزی ہمیں کچہہ فایدہ نہیں دے سکتی۔ مجلس وعظ چون دکان بزاز
ست اینجا تا بضاعتی نبری متاعی نخری و اینجا تا ارادتی نیاری سعادتی نبری۔ جب ہم خود
اپنی آنکہیں بند کر رہے ہیں تو دوسرا چہینٹے دیکر ہمیں کیونکر بیدار کرسکتا ہے **بیت** مرد باید
کہ گیرد اندر گوش + ور نبشتہ ست پند بر دیوار + ہمیں چاہئے کہ خود ہوشیاری و بیداری سے بہلائیون
کی طرف کمال شوق سے توجہ کریں تاکہ دل کو نور اور روح کو سرور حاصل ہو ھٰذَا بَصَائِرُ
لِلنَّاسِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝ یہہ نصیحت ہے واسطے لوگون کے اور ہدایت
و رحمت ہے واسطے اوس قوم کے جو یقین لاتے ہیں۔

اخلاق کی تعریف اور اوسکے اقسام

ازخدا خواہیم توفیق ادب	بے ادب محروم گشت از فضل رب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُولِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَجمَعِینَ
بعد حمد و صلوۃ کے گزارش ہے کہ اسوقت ملک ہندوستان مین عموماً مسلمانون کی
حالت اگر بنظر تعمق دیکہا جاوے تو بہت ہی تنزل پر ہے انکے اخلاق و عادات مین روز بروز
تغیر آتا جاتا ہے اور نئی نئی بد عادات مین مبتلا ہوتے جاتے ہین خلق و مروت راستی و
وفاداری دوستی و اخلاص و محبت نیکی و ہمدردی کا نام و نشان نہین کذب و فریب مکر و نفاق کینہ
بغض عداوت حسد و خودپسندی کو اکثر نے اپنا شیوہ بنا رکہا ہے خود غرضی و بیجا آزادی
کا دور دورہ ہے۔ انکی حالت زار اس امر پر مجبور کرتی ہے کہ ان نقائص کے دور کرنے مین ایک
ایسی کتاب اخلاق کے بارہ مین تالیف کیجاے جو باہم ایک دوسرے کو اپنے ہمجنسون کے ساتہ
ملنے جلنے اور راہ و رسم رکہنے اور درستی اخلاق و صفائی باطنی کی رہنمائی مین کامل استاد کا
کام دے وَلتَکُن مِّنکُم اُمَّۃٌ یَّدعُونَ اِلَی الخَیرِ وَیَاْمُرُونَ بِالمَعرُوفِ وَ
یَنہَونَ عَنِ المُنکَرِ ط اور چاہیے کہ ہو تم مین سے ایک جماعت جو بلاوے طرف بہلائی
کی اور حکم کرے ساتہ اچہی چیز کے اور منع کرے نامعقول سے۔ لہذا خاکسار بندہ ہیمدان
عبد الرحمن نے سنہ ۱۳۱۲ ہجری مین ایسی کتاب تالیف کی اور اسکا نام **تہذیب القلوب**
رکہا رَبَّنَا تَقَبَّل مِنَّا اِنَّکَ اَنتَ السَّمِیعُ العَلِیمُ اے رب ہمارے قبول کر ہم سے تحقیق
توہی ہے سننے والا اور جاننے والا۔ اہل زبان و منشیان بلاغت نشان سے امید ہے کہ اگر کوئی

اوصاف ذمیمہ و اخلاق ذمیمہ اصلاح پذیر ہونگے ۔ **دوسری دلیل** یہہ ہے کہ تجربہ سے بخوبی
ثابت ہوچکا ہے کہ جو لوگ علایق جسمانی و شواغل دنیوی سے بچنے کا ارادہ کرتے ہیں اور ریاضت
و مشقت سے تزکیہ نفس اور باطنی اوصاف کی اصلاح کے فکر میں رہتے ہیں اکثر انکے سب افعال حسنہ و
عمدہ ہو جاتے ہیں اور آخر کار وہ برائیوں سے مجتنب رہنے اور نیکیوں کے اختیار کرنے کی وجہ سے
اخلاق حمیدہ و خصایل پسندیدہ سے متحلی و متجلے ہوجاتے ہیں اور پھر کوئی برائی اون سے سرزد
نہیں ہوتی ۔ جہاں تک میری علم ہے میں کہہ سکتا ہوں کہ مختلف مذاہب و اقوام کے لوگ اس
دلیل کے تسلیم کرنے سے انکار نہیں کرسکتے **تیسری دلیل** یہہ ہے کہ جب حکیم مطلق خداوند
تعالی نے اپنے بندوں کو کئی امور سے باز رہنے کی ہدایت کی اور کئی کاموں کے بجا لانے کی رغبت
دلائی (اوران سب کاموں کی تفصیل کتاب و سنت میں موجود ہے) تو گویا جمیع اوصاف ذمیمہ و اخلاق
ذمیمہ سے دور رہنے اور اخلاق حمیدہ و خصایل پسندیدہ کے حاصل کرنے کے لئے قطعی حکم صادر فرما
دیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ایک حالت دوسری حالت کے ساتھ بدل سکتی ہے اور ایک
صفت دوسری صفت کی جگہ قایم ہوسکتی ہے اگر اخلاق میں تغیر ناممکن ہوتا تو امر و نہی کیونکر
درست ہوتے ۔ پھر لوگوں کے اخلاق کا بدلنا انکی لیاقت و استعداد کی قوت و ضعف اور انکے
قصد و ارادہ کی کمی بیشی کے سبب سے مختلف ہوتا ہے جسکی ہمت حصول مراتب کی طرف زیادہ
راغب اور جسکو اکتساب کمالات کی طرف زیادہ توجہ ہوتی ہے اوسمیں تبدیل اخلاق کی استعداد
زیادہ اور ترقی مدارج کا مادہ قوی ہوتا ہے۔

بعض اصحاب ہمارے بیان مرقومہ بالا کے برخلاف اس امر کے معتقد ہیں کہ باطنی اخلاق
کا بدلنا اور طبعی عادات میں تغیر کا آنا ناممکن ہے اور کہتے ہیں کہ جس طرح ایک طویل القامتہ
شخص پست قد نہیں ہوسکتا اسی طرح اندرونی اوصاف و باطنی اخلاق اپنی خاص
ہیئت اور اصلی حالت سے بدل نہیں سکتے ۔ لیکن ایسا عقیدہ سراسر گمراہی و سراپا بے بنیاد و بنا
بالکل غلط ہے کیونکہ اگر یہہ عقیدہ صحیح ہوتا تو ادب سکھانا ریاضت کرنا نصیحت دینا علم
پڑھانا غرض تمام اوامر و نواہی (معاذ اللہ) لغو و باطل سمجھے جاتے حالانکہ کوئی عقلمند
اس امر کا قایل نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں حَسِّنُوا اَخلاقَکُم

واضح ہو کہ خلق ایک قوت طبعی اور استعداد خداداد ہے جب کسی نفس کو حاصل ہوتی ہے
تو افعال نفسانیہ (اعتقادی ہون یا قولی یا عملی) کے صدور پر ایسی قوت بخشتی ہے کہ جس سے تمام
افعال بدون غور و تامل کے نہایت سہولت و آسانی کے ساتھہ سرزد ہونے لگتے ہین اور ان
افعال کی دو قسمین ہین نیک اور بد (یا حق و باطل) کیونکہ ہم بالبداہت جانتے ہین کہ ہر آدمی
بنی نوع انسان سے مختلف ازمنہ و اوقات مین مختلف افعال ظہور مین آتے ہین جو انہی دو حالات
مین سے کسی ایک مین منحصر ہین حسن خلق ایک فیض ربانی و نور یزدانی ہے جس شخص کی ذات
مین وہ موجود ہوتا ہے وہ اپنے لئے تمام خوبیون کا ذخیرہ کرلیتا ہے دنیا مین ممتاز آخرت مین
معزز بندون کا محبوب اور خدا کا مقرب بنجاتا ہے اور خلق بد اون اوصاف سے خالی اور ان خوبیون
سے معرا ہوتا ہے۔ اگرچہ یہ دونون باہم متضاد اور ایکدوسرے کے منافی ہین ایک کے ساتھہ دوسرا
متصف نہین ہو سکتا لیکن بسا اوقات انمین سے ایک کی حالت دوسرے سے متبدل
ہو جاتی ہے اور بجائے نیکی کے بدی اور بدی کی جگہ نیکی آجاتی ہے ہمنے کئی شخصونکو دیکھا ہے
جو نہایت ہی بد اخلاق بلکہ تمام عیوب اور جمیع اوصاف ذمیمہ (جو خلاف فطرت انسانی ہین)
سے متصف تھے جب اونکو کسی اندرونی یا بیرونی رہبر یا ہادی نے متنبہ کیا تو یک لخت اونکی
تمام پہلی حالتین بدل گئین اور انمین بجائے برائیون کے نیکیان قایم ہو گئین ایسے ہی کئی
نوجوان اشخاص جو دنیا کے مکر و فریب سے محض سادہ اور ناواقف تھے اپنے ہمنشینون کی بد زبانی
اور اونکی صحبت کی تاثیر سے تمام خرافات اور فسق و فجور کے مرتکب ہو گئے اور چند ہی روز مین
واصل جہنم ہو گئے۔ اسکے ثبوت مین ہم تین قسم کے دلایل پیش کرتے ہین اول عقلی دوم استقرائی
سوم نقلی یعنی شرعی **پہلی دلیل** یہ ہے کہ عقل کے نزدیک ممکن ہے کہ جس طبیعت سے اوسکی بیماری
یا ناتجربہ کاری کے سبب ناقص یا ردی افعال سرزد ہوتے ہون جب اوسکی بخوبی اصلاح اور
کامل درستی کی جائے تو غالب ہے کہ اوس سے نیک اور عمدہ افعال صادر ہونے لگین کیونکہ جب کسی
خاص مرض کا علاج کیا جاتا ہے تو عموماً اوس سے مریض کو روز بروز تخفیف ہوتی جاتی ہے
جس سے اوسکو اپنی صحت زایلہ کے دوبارہ حاصل ہونے کی قوی امید ہوتی جاتی ہے اسیطرح
اگر ریاضت نفسانی و معالجہ روحانی سے طبیعت انسانی کی اصلاح کیجاوے تو کیونکر اوسکے

طالب دنیا ندارد یک زمان وارستگی
گشت وارستہ کسی کو زد جہان را پشت پا

دوسرے وہ جنکے اعتقاد تو اچہے ہوتے ہین مگر ہواے نفسانی و شہوت حیوانی مین مبتلا ہوکر اکثر امور ناپسندیدہ و افعال قبیحہ کے مرتکب ہوتے ہین مگر وہ بخوبی جانتے اور یقین کرتے ہین کہ یہہ سب افعال نازیبا اور فطرت انسانی کے برخلاف ہین انکے حالات و اطوار کی بہی اصلاح ہوسکتی ہے بشرطیکہ جلد تر انکی طبیعت سے خوے فاسد و اخلاق ذمیمہ کے دور کرنے کی تدبیر کی جاے اور صفائی و اصلاح کا بیج اونکے دلون مین بویا جاوے۔

چون ندانی مکرہاے نفس کافر کیش را
واگزار ای دل بحق ہر یک امور خویش را
خیر مے کن تا توانی با ہمہ خلق خدا
دوست مے دارد خدا چون مرد خیر اندیش را

تیسرے وہ جنکی طبعی عادتون مین بالکل تغیر آگیا ہے اور اونکی طبیعتین شر و فساد کی طرف ایسی راغب ہوگئی ہین کہ اونکی باطنی آنکہین اندہی اور حواس مسلوب ہوگئے ہین ایسے لوگون کی اصلاح اور اونکے اخلاق کی درستی ناممکن ہے مگر شاذ و نادر جسے خدا چاہے راہ راست پر لاوے **چوتھے** وہ جو باوجود کجی طبیعت و رغبت فساد کے برائیون اور خرافات مین ایسے مستغرق ہین کہ اپنے افعال ناشائستہ و حرکات قبیحہ کو اچہا سمجہکر اونپر فخر کرتے ہین اور برملا کہتے ہین کہ ہمنے اسقدر آدمیون کو مارا اور ایذا پہونچائی یا اسقدر شرابخواری اور زناکاری کی ہے۔ ایسے شخصون کا کوئی علاج اور اونکی اصلاح کی کوئی تدبیر نہین ہوسکتی اور نہ کسی صورت سے انکا راہ راست پر آنا ممکن ہے مگر جسکو تائید آسمانی و فیض یزدانی مددگاری رہنمائی کرے

ہر کسی را در حریم وصل جانان بار نیست
چشم ہر نا شستہ روے لایق دیدار نیست
خفتگان خواب غفلت در دل شب مردہ اند
در دل شب غیر چشم اہل دل بیدار نیست

اب ہم اول الذکر دونون اشخاص کے اخلاق و عادات کی اصلاح و درستی کی تدابیر حتی الوسع حیطہ تحریر مین لاتے ہین اور موخر الذکر دونون گروہون کی قسمت کو خدا کے حوالہ کرتے ہین کیونکہ انکی ہدایت انسانی طاقت سے باہر ہے یہہ وہی لوگ ہین جنکے حق مین فرمایا گیا ہے اِنَّکَ لَا تَھْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ جسکو تو چاہے کبہی ہدایت نہین کرسکتا لیکن یہہ اللہ ہی کے اختیار مین ہے کہ وہ جسکو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے

تم اپنے اخلاق و اندرونی حالات کو عمدہ اور نیک بناؤ۔ سرکش اور شریر گھوڑے بیل اور دیگر چارپائیون کو مارپیٹ کر یا کسی اور حکمت عملی سے ایسا سیدھا کر لیتے ہین کہ پھر کبھی شرارت نہین کر سکتے۔ فیل شیر ریچھ وغیرہ جو نہایت قوی الجثہ اور بالطبع انسان کے جانی دشمن ہین رفتہ رفتہ تابع اور مسخر ہو جاتے ہین۔ کبوتر طوطی مینا وغیرہ تیز پرّا جانور جنکو ہم نہایت تکلیفون اور طرح طرح کے حیلون سے اپنے قابو مین لاتے ہین چند ہی روز مین ایسے مانوس ہو جاتے ہین کہ اکثر زیر و بالا پس و پیش دوڑتے پھرتے ہین جب غیر ذوی العقول کا یہہ حال ہے تو انسان جو خلعت عقل و شعور سے مشرف ہے کیونکر تعلیم سے مستفیض اور کمالات سے بہرہ یاب نہوگا

ضمیر پاک باید دیدنش را	کہ کس اندر حریمش نیست محرم

اخلاق وعادات مین امتیاز

جنکے عادات و اخلاق اچھے نہین وہ چار قسم کے لوگ ہین **اول سادہ لوح** جنکو بھلے بُرے کے پہچاننے کی ہنوز کچھہ تمیز حاصل نہین ہوئی اور نہ اونکو برے اور زبون کامون کے ارتکاب کی طرف کسی طرح کی توجہ ہے۔ ایسے اشخاص کی اصلاح کی تدابیر اور انکا معالجہ نہایت ہی آسان ہے بشرطیکہ کوئی شفیق خیر خواہ ملجائے جو انکو بری عادتون کے نقصان سے متنبہ کرتا رہے اور نیک کامون اور بھلائیون کی طرف رغبت دلایا کرے۔ تمام بچون کی طبیعتین اوایل عمر مین ایسی ہی ہوتی ہین اگر انکو والدین اس عمر مین اچھی راہ پر لگائین تو وہ بہت جلد ہدایت قبول کر سکتے ہین مگر کئی کوتہ اندیش بے رحم والدین ایسے بھی ہین جو اپنے بچون کو ہدایت کی سیدھی راہ سے روک لیتے ہین اور انہین دنیا کا حریص اور پیٹ کا بندہ بناکر ایسا مطلق العنان کر دیتے ہین کہ جسطرح وہ چاہین اپنی زندگی بسر کرنے کی فکر و تدبیر کرین۔

دل درین دنیا چہ بندی کو نمیدارد بقا	دوستی او بود تریاق زہر اژدھا
ہر زمان این نوعروس ہر در عقد کسیست	ہیچکس ہرگز ندیدہ ساعتی او را وفا
اہل دنیا را بقائے نیست در دنیای دون	ہیچ کس را در جہان حاصل نشد زو مدعا
ہر چہ حاصل شان بود جز ہای چند سے دیگر اند	دائما اندوہ ناک اندازیئے این پر دغا

کو پہونچ جاتے ہین اور نیک و بد مین تمیز ہو جاتی ہے تو وہ اور زیادہ بغیر کسیکی تائید و اصرار کے پڑہنے لکھنے کی طرف توجہ کرتے ہین آخر کار سن بلوغ کو پہونچکر جبکہ کسیقدر تعلیم سے بہی مستفیض ہو جاتے ہین تو اپنے کل مدعا اور تمام لذتین تعلیم ہی پر منحصر سمجہتے ہین ایکدن بہی شغل علم سے بیکار رہنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اسکا سبب یہی ہے کہ جو کام چند روز بطور عادت کے اختیار کیا جاتا ہے تو وہ طبعی ہو جاتا ہے اور اوسکے کرنے کے لئے طبیعت کو کسی طرح کی تکلیف نہین اوٹہانی پڑتی۔ جو لوگ کبوتر بازی بٹیر بازی مرغبازی شطرنج و قماربازی اختیار کرتے ہین اونکے لئے یہہ کام بمنزلہ عادت و طبیعت کے ہو جاتے ہین اور وہ دنیا کی تمام نعمتین و راحتین اپنی بیہودہ خیالات مین برباد کر دیتے ہین ان مزخرفات سے اونکو روکنا دشوار ہو جاتا ہے اسکا سبب بہی یہی ہے کہ جو کام بطور عادت کے اختیار کیا جاتا ہے وہ آخر کار طبیعت کے موافق ہو جانے کی وجہ سے طبعی ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو کام طبع کے برخلاف اختیار کیا جاتا ہے وہ چند روز مین عادت بنا لینے کے سبب طبعی ہو جاتا ہے۔ بہت لوگ عیاری و بدمعاشی پر فخر کرتے ہین حالانکہ اسکی بدولت طرح طرح کی تکلیفین اوٹہاتے ہین اور ہر قسم کی مصیبتون پر صبر کرتے ہین گہر والون مین ذلیل اور عوام مین بدنام ہوتے ہین باوجود اسکے وہ اپنے افعال پر نادم نہین ہوتے اور نہ فخر کرنے سے باز آتے ہین اسکا سبب بہی بجز اسکے کیا ہے کہ طبع کے برخلاف جس کام کو عادت بنا لیا جاتا ہے وہ آخر کار طبعی ہو جاتا ہے۔ مخنث اور کنجر باوجود بدکاری اور رسوائی کے باہم ایک دوسرے پر فخر کرتے ہین چوہڑے چمار وغیرہ رذیل اقوام کو دیکہا جاوے تو وہ بہی اپنی قوم مین ایکدوسرے پر فخر کرتے ہین اور شریفون مین داخل ہونے کو کسر شان سمجہتے ہین جسکو مٹی کہانے کی عادت ہوتی ہے وہ اور تکلیفون کا برداشت کرنا آسان سمجہتا ہے مگر مٹی کا نہ ملنا اوسکے لئے ایسی سخت مصیبت ہے جسکی وہ برداشت نہین کر سکتا۔ افیون جو زہر قاتل ہے جو شخص اسکو استعمال مین لاتا ہے وہ اسکا نہ ملنا موجب ہلاکت سمجہتا ہے۔ یہہ سب امور عادتون کا ثمرہ نہین تو اور کیا ہین پس جب کسی امر کو جو عادت کے خلاف اور طبیعت کے منافی ہے اختیار کیا جاوے تو بخوبی حاصل ہو جائیگا اور عادت بنا لینے سے طبعی بنجائیگا اور بلا تکلف نفس سے سرزد ہونے لگے گا تو جو چیز طبیعت کو مرغوب اور دل کے لئے بمنزلہ غذا کی ہوگی

یک پا بسوی او دست گر از صدق الٰہی	از سوی او بہزار اشارہ بود
شرمے بدار از کرم کردگار خویش	او ہمرہ تو ہست و تو ماندی ازو جب
بیگانہ از خدا و بغیر آشنا شدی	بیگانگی گزار و بیا باش آشنا

جاننا چاہیے کہ ان ہردو اقسام متذکرہ بالا میں سے جو شخص کسی بری عادت کو ترک کرنا اور نیک خصلت کو اختیار کرنا چاہے اوسکے لئے اس سے زیادہ تر عمدہ اور کوئی حکمت نہیں ہے کہ جو کچھہ اوسکے دل کو مرغوب و طبیعت کو مطلوب ہو اوسکے خلاف کرے کیونکہ حرص و خواہش نفسانی کبھی مغلوب و مقہور نہیں ہو سکتی جبتک کہ اوسکے مقابلہ پر کمر نہ باندہی جائے قاعدہ کلیہ ہے کہ سب چیزیں اپنے مقابل اور متضاد سے مغلوب ہو جاتی ہیں مثلاً جو بیماری سردی سے پیدا ہوتی ہے اوسکا علاج یہی ہے کہ اوسکی متضاد گرم ادویہ استعمال میں لائی جاویں اور امراض حارہ میں بالضد علاج کیا جاوے پس جو بیماری سختی یا غضب سے پیدا ہوا اوسکے علاج میں نرمی و بردباری اور جو غرور و تکبر سے ہو اوسکے معالجہ میں تواضع اور فروتنی اختیار کی جاوے اور جو بخل سے ہو اوسکی تدبیر میں مال خرچ کیا جاوے ایسے ہی اور تمام عادات و خصایل انسانی کو سمجھنا چاہیے۔ پس جو شخص نیک کردار اور عمدہ افعال کو اپنی عادت میں داخل کر لیتا ہے اوسکے اکثر اخلاق و اطوار نیک اور عمدہ ہوتے ہیں ہماری شریعت میں جو اعمال صالحہ و افعال حسنہ کا باربار حکم آیا ہے اوس سے یہی مقصود ہے کہ لوگوں کے دل ہر طرح کی برائیوں اور خرابیوں کو چھوڑ کر بھلائیوں اور نیکیوں کی طرف مایل و راغب ہو جائیں اور اونکی طبعی عادتیں ہمیشہ اصلاح و صفائی پر رہیں۔ ابتدا میں جب کوئی آدمی کسی کام کو تکلف اور تصنع سے کرتا ہے تو رفتہ رفتہ وہی کام اوسکے لئے بمنزلہ طبیعت و عادت کے ہو جاتا ہے۔ ہم اکثر بچوں کو دیکھتے ہیں کہ ابتدا میں وہ نہیں علم پڑھنے بلکہ مکتب جانے سے نہایت نفرت ہوتی ہے جب اونکو (محبت و چاپلوسی یا زجر و توبیخ سے) اونکی خواہش کے برخلاف مکتب بھیجنے اور علم پڑھانے کا اہتمام و التزام کیا جاتا ہے اور گاہ گاہ بطور انعام کے ایک دو پیسہ کا لالچ دیا جاتا ہے تو رفتہ رفتہ اونکو لکھنے پڑھنے کی طرف رغبت ہو جاتی ہے اور جب اسطرح برس چھہ مہینے گزر جاتے ہیں تو اونکو تعلیم کی طرف کسی قدر زیادہ شوق ہو جاتا ہے اور جب وے سن شعور

کیا جاتا ہے تو وہان بھی حرارت قدر مناسب اور حد مطلوب سے زیادہ نہین پہونچائی جاتی کیونکہ جس طرح سرد مادہ کی زیادتی سے بیماری پیدا ہوتی ہے اسیطرح گرمی کے غلبہ سے بھی بیماری ہو جاتی ہے ان دونون حالتون کے درمیان ایک معیار اور میزان معین ہے جسکو ہر حالت مین ملحوظ رکھنا ضروری ہے کیونکہ علاج کرنے سے اصلی مدعا اور مقصود یہی ہوتا ہے کہ طبیعت اعتدال پر آجاوے نہ حرارت کا غلبہ ہو نہ سردی کی زیادتی - اسلئے جس شخص کو قوت علمی پورے اور مکمل طور پر حاصل نہین ہوتی وہ علم کی حقیقت مین ناقص سمجھا جاتا ہے اور اس نقصان کی وجہ سے اس سے حماقت اور بیہودگی کے افعال صادر ہوتے ہین اور جب یہ صفت اعتدال اور ضرورت کی حد سے بڑھ جاتی ہے تو وہ بھی معیوب ہے کیونکہ اس صورت مین اوس سے ہمہ دانی کے دعوے اور تکبر و غرور کی باتین سرزد ہوتی ہین اور جب معتدل ہوتی ہے تو اس سے تدبیر صائب فکر سلیم رای صواب اور تجویز نیک کے آثار ظاہر ہوتے ہین اسیطرح جب قوت غضب مین اعتدال ہوتا ہے تو اس سے سخاوت بلند ہمتی دلیری - بردباری - آہستگی نرمی اور غمخواری وغیرہ کے کام ظہور مین آتے ہین اور جب اس صفت مین نہایت زیادتی ہوتی ہے تو اس سے تکبر غرور بیہودہ گوئی احسان جتلانا خطرناک معرکون مین جان کو ڈالنا (جسمین دینی فایدہ نہو) تہور اور شجاعت وغیرہ کے افعال ظہور پزیر ہوتے ہین جب اس صفت مین غایت درجہ کی کمی ہوتی ہے تو اس سے ذلت غربت خواری تملق بیچارگی بزدلی کم ہمتی وغیرہ کے کام پیدا ہوتے ہین علی ہذا القیاس جب کسی شخص مین قوت شہوت درجہ اعتدال کے موافق پائی جاتی ہے تو وہ شرم قناعت صبر درگزر چشم پوشی دوستی مروت وغیرہ عفت کے کامون کی طرف رغبت کرتا ہے اور جب اس صفت مین حد سے زیادہ بیشی ہوتی ہے تو وہ بدمعاشی پلیدی شوخی - بیمروتی ناپاکی مالدارون پر حسد ذلت اوٹھانے اور فقیرون غریبون کو ذلیل جاننے کی طرف توجہ رکھتا ہے اگر اسمین بہت زیادہ کمی ہوتی ہے تو سستی نامردی اور بے رغبتی کو محبوب جانتا ہے - الحاصل جب انسان مین تمام اوصاف حد متوسط اور درجہ اعتدال پر پائے جاتے ہین وہی خصایل حسنہ و اخلاق حمیدہ کے ساتھہ متصف ہے اسلئے جو شخص قوت غضب و شہوت کو مغلوب کرکے نیکی اور پرہیزگاری اختیار کرتا ہے اور دیگر تمام قوتون کو مناسب موقع پر کام مین

وہ بطریق اولے عادت سے حاصل ہو جائیگی۔ خدا تعالی کی معرفت اور اوسکی عبادت و
طاعت کا اختیار کرنا اور غضب و شہوت کا مغلوب کرنا طبیعت انسانی کا اصلی تقاضا ہے کیونکہ
وہ فرشتون کے جوہر اور ملائکہ کے گوہر سے ہے اور اوسکی یہی غذا ہے اور جو اوسکی رغبت اسکے مخالف
و منافی کی طرف ہے وہ اسکی بیماری کی وجہ سے ہے اور اسی وجہ سے اوسکو اپنی اصلی غذا نامرغوب
معلوم ہوتی ہے اسکی مثال یہ ہے کہ ایک بیمار آدمی لطیف غذا سے نفرت کرتا ہے اور ایسی چیز
کی خواہش کرتا ہے جو اوسکے لئے مضر ہے یہی اوسکے بیمار ہونے کی دلیل ہے۔ پس جو شخص طاعت و
معرفت خداوندی کے سوا کسی اور چیز کو مرغوب و محبوب سمجھتا ہے جان لینا چاہیئے کہ اوسکا دل بیمار
ہے اور یہ اوسی گروہ مین سے ہے جسکے حق مین کہا گیا ہے فِی قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ فَزَادَهُمُ
اللهُ مَرَضًا کہ اونکے دلون مین بیماری ہے پس زیادہ کردی اللہ نے اونکی بیماری ہاور جو صحیح و
تندرست ہے اوسکے لئے کہا گیا ہے اِلَّا مَنْ اَتَى اللهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ مگر جو خدا کے پاس حاضر
ہو لئے صاف دل سے۔ جو جسم بیمار ہے اوسکے لئے اس موجودہ جہان (فانی) مین ہلاکت اور
مرنے کا ڈر ہے اور جو دل بیمار ہے اوسکو اوس آئندہ جہان (باقی) کی ہلاکت و مصیبت کا
خوف ہے۔ بیمار آدمی کبھی اپنی سلامتی اور تندرستی کی امید نہین کر سکتا جبتک کہ طبیب کے حکم سے
اپنے نفس کے خلاف کڑوی اور ناگوار دوا کو استعمال مین نہ لاوے اسی طرح دل کی بیماری کی تدبیر
نہین ہو سکتی جبتک کہ شارع کی ہدایت سے جو دل اور روح کا طبیب ہے نفسانی خواہشون کی مخالفت
نہ کی جاوے۔ تمام امور مین جسمانی اور روحانی تدابیر مساوی ہین اور انکے معالجات بھی باہم یکسان
ہین طب جسمانی مین ہر ایک بیماری کا علاج اسکے متضاد و متخالف سے کیا جاتا ہے جو بیماری گرمی
سے ہو وہان سردی پہونچائی جاتی ہے اور جو سردی سے ہو وہان گرم دوا مین استعمال مین لائی جاتی
ہین اسی طرح جسکی طبیعت پر تکبر غالب ہے اوسکو بتکلف تواضع و فروتنی اختیار کرنے سے صحت
حاصل ہو جاتی ہے اگر تواضع و فروتنی اسقدر زیادہ ہو کر خست و ذلت کی حدتک پہونچ گئی ہو وہان
تکلف اختیار کرنے سے شفا ہو جاتی ہے۔

جمیع احوال و اوصاف مین اعتدال و توسط کا درجہ نہایت ہی محمود و بہتر ہے افراط و تفریط
و کمی بیشی دونون صورتین عیب و نقصان مین داخل ہین چنانچہ جب کسی سرد بیماری کا علاج

اور نہ اپنے عیوب کو اپنی آنکھون سے دیکھہ سکتے ہین اور جس ذریعے سے ہمکو کسیقدر تمیز
حاصل ہو سکتی ہے افسوس کہ اوسکے اختیار کرنے کی طرف ہم بالکل توجہ نہین کرتے۔ اگر
کسیقدر تمیز حاصل بہی کرلین تو اوسکے مطابق عمل کرنا نہایت معیوب جانتے ہین ہماری
عقل مین ایسی تیزی اور فہم مین وہ رسائی نہین جسکی وساطت سے ہم خود بخود بدون کسی استاد کی
تعلیم و رہنمائی کے نیک و بد مین تمیز کرسکین اور نہ ہم اپنی فطرت (نیچر) کے زور سے اپنے وجود
کے تمام کل پرزون کی جداگانہ حقیقت کو کمل طور پر جان سکتے ہین ہمارے دوست بہی ایسے
شفیق و خیرخواہ نہین جو ہمکو ہمارے محاسن و معائب سے واقعی طور پر اطلاع دین اگرچہ ایسا کوئی
دوست مل بہی جاتا ہے تو وہ مجازی ہوتا ہے نہ حقیقی جو ہمارے عیبون کو ہماری آنکھون مین
جلوہ گر کرے۔ اس مجبوری کی حالت مین دوستون کی نسبت دشمنون سے ہمین زیادہ تر مدد
مل سکتی ہے اور وہی اس مشکل کو حل کرسکتے ہین۔ اگرچہ دشمن جا و بیجا نکتہ چینی مین زیادہ تر
مبالغہ کیا کرتے ہین لیکن اسمین شک نہین کہ انکی اکثر نکتہ چینیون کی اصلیت ضرور ہوتی
ہے اور واقعی عیبون کی طرف انکی نظر زیادہ تر ہوا کرتی ہے اسلئے وہ کسی برائی کے بیان
کرنے اور کسی عیب کے ظاہر کرنے مین ہرگز قاصر نہین رہتے۔ اپنے محاسن و معائب کی اطلاع حاصل
کرنے کا ایک اور طریقہ بہی ہے اور مین جانتا ہون کہ یہہ سب سے اچہا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ دشمن
کی نکتہ چینی سے ہمارے دل کو رنج پہونچے اور نتیجہ برعکس پیدا ہو اور وہ یہہ ہے کہ ہم خود دوسرے
لوگون کو اپنے حالات دیکھنے کے لئے آئینہ تصور کرین اور اونکے احوال و اقوال کو چشم غور و نظر
عمیق سے دیکھین اگر اونمین کوئی عیب یا برائی دیکھین اپنی ذات کے واسطے بہی عیب سمجھکر
اوسکے ترک کرنے کا قصد کرین اور اپنے نفس پر گمان کرین کہ یہہ ایسے ہی افعال کا مرتکب
ہوتا ہے اسلئے ہر عیب کے مقابلہ مین اپنے نفس کو عتاب کرین اور سمجھین کہ یہہ فعل اسی سے
سرزد ہوا ہے اسکے بعد رات دن مین جو کام ہم سے وقوع مین آوین اون سب کو شمار کرکے
اور محاسبہ مین لا دین کہ انمین کونسا اچہا ہے اور کونسا برا کیونکہ یہہ بات نہایت نامناسب
معلوم ہوتی ہے کہ جب ہمارا ایک پیسہ یا ایک پائی کھو جائے (جسکے کہو جانے سے کسی بڑی
کمی یا بہاری نقصان کا احتمال نہین) تو نہایت سعی و کوشش سے چراغ لے لیکر اوسکی جستجو

لاکر اپنے ارادہ و کوشش کو فضایل و کمالات کے حاصل کرنے کی طرف متوجہ کرتا ہے
تو بیشک اوسکے لئے اعلی ترقی و فوز عظیم حاصل ہو جانے کی قوی امید ہے اور جو شخص اپنے
قوے کو ایسے کامون مین صرف نہین کرتا بلکہ خرافات و واہیات باتون مین لگا کر سست دیگا
کر دیتا ہے تو وہ اپنے قدر و مرتبہ کو شقاوت و بدبختی کے سبب بہایم اور چارپایون سے پست
کر دیتا ہے کیونکہ جو شخص غلبہ شہوت مین آرام و رحت اور لذیذ اور شکم سیر غذا کہانے اور لباس
فاخرہ پہننے اور جماع و دیگر لذائذ نفسانی کی طرف مایل ہوتا ہے یا قوت غضب کا مغلوب
ہو کر لوگون کو تکلیف پہونچانے اور سختی سے پیش آنے اور نخوت و غرور کے ساتھ انتقام لینے
کا ارادہ رکہتا ہے اوسنے گویا اپنی ماہیت و حقیقت کو مطلق نسمجھا بلکہ اپنے قدر و رتبہ کو
بہایم و وحوش اور سباع کے مرتبہ سے بھی کمتر ثابت کر دکھایا کیونکہ انسان سے کئی درجہ زیادہ
کہانے والے ۔ زیادہ جماع کرنے والے ۔ بڑے حریص نہایت دلیر اور زور آور اونٹ بیل
گدہا ۔ گہوڑا ۔ ریچھ اور شیر وغیرہ ہین ۔ پس کیونکر عقل ایسے امور کے حاصل کرنے کی اجازت
دیتی ہے جنہین نہایت سعی اور کامل کوشش کرنیکے بعد آدمی بیل کتے اور گدہے
کا درجہ حاصل کرے اور کب کوئی دانا ایسی چیز کو پسند کر سکتا ہے جسکی جستجو و تلاش مین
عمر کا ایک بڑا حصہ صرف کر کے آخر کار انسانیت کے درجہ سے بھی گر جاوے ۔ کمال انسانی اور
فیض ربانی اوسی حالت مین حاصل ہو سکتا ہے جبکہ نفس کو ظاہری باطنی عیوب و نقایص سے
پاک و صاف کیا جاوے ۔ جبتک طبیعت سے مرض کا مادہ خارج نہ کیا جاوے صحت ممکن نہین
جبتک کپڑا میل اور چکنائی سے پاک و صاف کیا جاوے اوسپر رنگ آنے کی امید نہین

ہماری عقل

ہم مین کوئی شخص اپنی برائیون اور عیبون کو برا اور مذموم خیال نہین کرتا اور اپنے خبث
باطن اور اندرونی نقص کی طرف نظر نہین کرتا اور اپنے گناہون اور عیبون کو نہین دیکہتا
بلکہ ہر ایک شخص اپنی خصلتون اور عادتون کو اگرچہ وہ کیسی ہی بری اور ردی کیون نہو
نیک جانتا اور پسند کرتا ہے کیونکہ ہم اپنے حالات کو اپنے دل سے استفسار نہین کرتے

مین چالاکی سے باز رکھتی ہے۔ گناہون پر اصرار کرنا اور اونپر اڑے رہنا دل کو سیاہ کر دیتا ہے جو ہمیشہ تاریکی اور سختی مین مبتلا رہتا ہے۔ نہ اوسمین کچھہ خلوص ہوتا ہے نہ صفائی نہ مزہ اور نہ حلاوت۔ اگر اللہ کی مہربانی مددگار نہو تو ایسا دل آدمی کو بدبختی اور کفر کے گڑہے مین کھینچ لے جاتا ہے جو شخص قساوت و سنگدلی مین پہنسا ہوا ہے وہ کیونکر عبادت کی توفیق پا سکتا ہے اور جو نافرمانی اور بیوفائی پر اڑا ہوا ہے وہ کسطرح خدمت کے لئے بلایا جا سکتا ہے۔ دیکھو سچے پیغمبر (صلعم) نے فرمایا ہے کہ جب بندہ جھوٹ بولتا ہے تو دور چلے جاتے ہین اوس سے (دونون) فرشتے بسبب اوس بدبو کے جو اوسکے منہ سے نکلتی ہے۔ پس جو زبان ناپاک اور بدبو سے آلودہ ہو وہ اللہ کے ذکر کے لائق کسطرح ہوگی۔ اور ظاہر ہے کہ گناہ کرنے والے کے لئے توفیق ملنے کی توقع نہین اسکا بدن عبادت پر چست اور اسکا دل نیکی کی طرف متوجہ نہین ہوتا۔ اگر عبادت یا نیکی کرتا ہے تو بڑی مشقت اور تکلیف سے اور اوسمین لذت اور صفائی نہین ہوتی۔ یہہ سب حال گناہون پر اصرار اور ترک توبہ کے سبب سے ہوتا ہے کسی نے سچ کہا ہے جسنے کہا ہے کہ جب تجھکو رات کو جاگنے اور دن کو روزہ رکھنے کی طاقت نہو تو جان لے کہ تو قید مین ہے اور تیرے گناہون نے تجھپر غلبہ پا لیا ہے دوسرا یہہ کہ توبہ کرنے سے بندگی قبول ہوتی ہے کیونکہ اگر قرضدار کے پاس مال موجود ہو اور باوجود اسکے قرضخواہ کا قرض ادا نکرے اور تحفہ تحایف دیکر اوسکو خوش کرنا چاہے تو قرضخواہ کبھی خوش نہین ہوگا اور نہ اوسکے تحفہ کو قبول کریگا۔ اسی طرح گناہون سے توبہ کرنا اور حقدارون کو راضی کرنا ضروری اور بمنزلہ قرض کے ہے۔ بہلا تو کس طرح اوس سے گفتگو اور دعا و ثنا کر سکتا ہے وہ تو معاذ اللہ تجھپر غصے ہو رہا ہے۔ سو یہی حال گنہگارون کا ہے۔

استغفار کے معنی ہین طلب بخشش کی کرنا۔ استغفار زبان سے ہوتی ہے اور توبہ دل سے اور توبہ کے معنی ہین رجوع کرنا گناہون سے طاعات کی طرف اور غفلت سے ذکر کی طرف۔ کسی نے سید الطائفہ جنید بغدادی سے پوچھا توبہ کیا ہے فرمایا فراموش کرنا گناہ کا یعنی بعد توبہ کرنے کے حلاوت گناہ کی دل سے ایسی دور ہو جاوے کہ گویا وہ گناہ کو پہچانتا ہی نہین۔ اور توبہ و استغفار بموجب امر تُوبُوا اِلَی اللّٰہِ جَمِیعًا کے ہر ایک بندہ پر واجب ہے اسلئے کہ ہر ایک آدمی نے تمام

کرین اور جو چیز ہمارے وجود و ذات سے متعلق ہے اور اوسکی سلامتی پر ہماری سلامتی منحصر اور اوسکی فنا پر ہماری فنا موقوف ہے اوسکی حفاظت مین کاہلی اور سستی کرین۔ جو لوگ طبیعت قابل رکھتے ہین اور تلقین و ہدایت سے راہ راست پر آسکتے ہین اگر ہم اونکی درستی و اصلاح کی کوشش کرنا چاہین تو ضرور ہے کہ اونکے سمجھانے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرین جو انکے نزدیک زیادہ تر پسندیدہ و مرغوب طبع ہو۔ ہمارے نزدیک عبادت اور نماز سے بڑھکر کوئی ایسا عمدہ اور مفید و آسان طریقہ نہین ہے اس سے (بغیر توبہ کے بھی) بہت سی تکلیفون اور مصیبتون سے نجات ممکن ہے بلکہ تمام عیبون اور برائیون سے رہائی ہوسکتی ہے چنانچہ اللہ صاحب نے فرمایا ہے اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ یعنی بیشک نماز اور عبادت برائیون اور بیحیائیون سے روکتی ہے اسکے بعد توبہ وغیرہ امور ہین جنکو ہم بالتفصیل بیان کرتے ہین وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

توبہ[1] اور اوسکی ضرورت

نومید زان مباش کہ باشی گناہگار

تُوْبُوْٓا اِلَی اللّٰہِ تَوْبَۃً نَّصُوْحًا توبہ کرو اللہ کی طرف توبہ خالص۔ توبہ کی ضرورت دو سبب سے ہے اول یہہ کہ توبہ کرنے سے عبادت کی توفیق ملتی ہے اور گناہ کی شامت سے محرومی اور بے توفیقی پیدا ہوتی ہے۔ گناہون کی قید اللہ کی بندگی کے رستہ پر چلنے سے اور اوسکی خدمت مین دوڑ کر آنے سے روکتی ہے۔ گناہون کا بوجھ نیک کامون جیسی اور بندگی

[1] توبہ ایک نور ایمان ہے جس سے یہہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ گناہ زہر قاتل ہین [illegible] کوئی شخص یقین کرلیتا ہے کہ مینے زہر کہا لیا ہے تو اوسکو کمال پریشانی ہوتی ہے اور اپنے کئے پر پشیمان [illegible] اوسکے ضرر سے ہراسان ہوتا ہے اور جس طرح بن پڑتا ہے اوسکے اثر سے بچنے کی کوشش کرتا ہے حلق مین انگلی ڈال کر قے کرتا ہے کہ کہین ایسا نہو کہ زہر اپنا کام کرجائے اور دم آخر ہو جائے۔ اگرچہ کہاتے وقت خوشی سے کہا لیا تہا اسلئے کہ وہ زہر شہد مین ملا ہوا تہا مگر اب بجائے لذت و خواہش کے حسرت و ندامت ہے اور ہلاکت و موت کا خوف و اندیشہ ہے۔ اس کیفیت سے معلوم ہوا کہ اصل توبہ کی یہی پشیمانی ہے جو اسکی بنیاد نور ایمان ہے۔ ۱۲ مؤلف عفی عنہ

کیفیت توبہ وصحت عزم کی یہہ ہے کہ جب کوئی پختہ ارادہ کرلے اور اپنے دل کو سب گناہون
سے اس طرح صاف کرلے اور اس ارادہ کو مصمم کرلے کہ پھر کبھی گناہ کے نزدیک نہ جائیگا اور
یہہ ایسا ارادہ ہو کہ اللہ جل شانہ کو اوسکے قصد کی سچائی اور دلکی صفائی معلوم ہوجاوے
اور ابتدائے سن بلوغ سے توبہ کے وقت تک تلاش کرے کہ کیا کیا گناہ اوس سے ہوئے ہین
تاکہ ہر ایک کا تدارک کرے - پس اگر نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ ترک ہوئے ہون تو انکو قضا کرے
اور جسقدر ممکن ہو اونکے قضا کرنے مین سستی نہ کرے اور جو باقی رہین اونکے لئے اللہ کی جناب
مین تضرع وزاری کے ساتھہ رجوع کرے تاکہ وہ خود اپنے فضل وکرم سے کفایت کرے پھر غسل
کرے اور پاک وصاف لباس پہنے اور تنہائی مین دو رکعت نماز دل کے حضور اور نہایت عجز
واخلاص سے ادا کرے اور سجدے مین جاوے اور خلوت مین جہان اللہ کے سوا کوئی اور دیکھتا
نہو روبقبلہ ہوکر اپنا منہ زمین پر رکھے پھر سر پر خاک مذلت ڈالے اور منہ کو جو سب اعضا سے بہتر
ہے خاک پر ملے آنکھون سے آنسو بہاوے اور دل غمناک اور آواز حزین سے جسقدر ہوسکے اپنے
ایک ایک گناہ کو یاد کرے اور اپنے نفس نافرمان کو ملامت کرے اور گناہ پر جھڑکے اور یون
سمجھاوے کہ اے نفس کیا تجھے شرم نہین آتی کیا تیری توبہ کا وقت نہین آیا - کیا تجھکو اللہ کے
عذاب کی طاقت ہے - کیا اللہ کے عذاب سے کوئی بچا سکتا ہے اسی طرح کی اور بہت سی باتین
دل مین یاد کرے پھر دونون ہاتھہ اپنے پروردگار مہربان کی جناب مین اوٹھاوے اور دعا مانگے
اور کہے کہ یا الٰہی تیرا بھاگا ہوا غلام تیرا گنہگار بندہ تیرے دروازہ پر حاضر ہوا ہے اور عرض کرتا ہے
کہ میرے گناہ بخش دے اور اپنے فضل سے میرا عذر قبول کر اور نظر رحمت سے میری طرف دیکھہ پھر
کہے اے اللہ جو میرے پچھلے گناہ ہین سب معاف کردے اور جسقدر گزشتہ قصور ہین وہ تمام بخشدے
اور جو میری زندگی کے دن باقی ہین اونمین مجھے گناہون سے بچا کیونکہ سب بھلائی تیرے ہی
ہاتھہ مین ہے اور تو بہت مہربان اور رحیم ہے - پھر یہہ دعا پڑھے جسکو دعاء الشدۃ کہتے ہین
(دعا) اے کھول دینے والے بڑی مہمون کے لئے نہایت مقصد غمناکون کے تو وہ ہے کہ
جب ارادہ کرتا ہے کسی کام کا تو اوسکو یہی کہدیتا ہے کہ ہوجا سو ہوجاتا ہے گھیر لیا ہے
ہمین گناہون نے تو ہی ذخیرہ ہے اسکے لئے اے ذخیرہ واسطے ہر ایک سختی کے مین

اور حال کے موافق گناہ اور بھول چوک سے خالی نہین پس ہر ایک کو لازم ہے کہ تمام گزشتہ
گناہون سے توبہ کرے اور بخشش چاہے اور آیندہ تمام گناہون سے باز رہنے کا مصمم ارادہ کرے
بلکہ صبح و شام توبہ و استغفار کو ورد کرے تا کہ گناہون کا جو خطاً یا سہواً سرزد ہوئے ہون
کفارہ ہوتا ہے اور بسبب شومی گناہون کے توفیق طاعت سے محروم نہ رہے اور ظلمت و تاریکی دل
کو بالکل نہ گھیر لے اور کفر و دوزخ کو نہ لیجاے اور بعد توبہ کے عمل خیر بہت زیادہ کرے اور دعا کرے تا کہ
اوسکی توبہ قبول ہو چنانچہ فرمایا اللہ تعالے نے هُوَ الَّذِیْ یَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ
یَعْفُوْ عَنِ السَّیِّاٰتِ وہی ہے .... جو قبول کرتا ہے توبہ بندون سے اور معاف
کرتا ہے برائیون کو۔ اور توبہ و استغفار مین نفس و شیطان کے وسوسہ ڈالنے سے دہیان کرے اور یہہ
نہ کہے کہ مین توبہ پر قایم نہ رہ سکونگا توبہ کیونکر کرون۔ اسلئے کہ جب بندہ توبہ کرتا ہے تو اوسکے پچھلے
گناہ بخشے جاتے ہین۔ اگر بندہ سے پہر بسبب بشریت کے گناہ ہو جاوے تو بار دیگر توبہ کرے
بشرطیکہ توبہ کے وقت اوسکے دل مین یہہ نہو کہ پہر گناہ کرونگا اور توبہ کرلونگا بلکہ یہہ خیال کرے
کہ شاید مین گناہ کرنے سے پہلے مرجاؤن۔

توبہ ایک کام ہے دل کے کامون مین سے جسکے یہہ معنی ہین کہ آدمی اپنے دل کو گناہون سے
اس طور سے پاک کرے کہ اللہ کی بزرگی اور اوسکی بڑائی سمجھکر اور اوسکے غصہ سے ڈر کر گناہ
کرنے سے باز آوے اور اپنے دل کو بخوبی اس بات پر جما دے اور یہہ پختہ ارادہ کرے کہ پہر کبھی
گناہ نہ کرونگا لیکن اگر گناہ چھوڑ دیا مگر اوسکے دل مین یہہ ہے کہ شاید پہر کبھی گناہ کر بیٹھونگا
یا یہہ کہ چھوڑنے کا پختہ ارادہ ہی نہین کیا بلکہ تذبذب مین رہا تو یہہ شخص فی الواقع گناہون
سے توبہ کرنے والا نہین ہے۔ توبہ کو اختیار کرنا صرف اللہ کی بڑائی کے لیے اور اوسکے غصہ
اور عذاب کے ڈر سے ہو نہ کسی دنیوی فایدہ کے واسطے یا لوگون کے ڈر سے یا تعریف اور
نیکنامی کے واسطے یا کمزوری و تنگدستی کے سبب سے یا کسی اور ایسے ہی سبب سے ہو۔ یہہ
توبہ کے ارکان ہین جب یہہ حاصل اور پورے ہوئے تو ٹھیک اور سچی توبہ ہوگی

مناجات

الہی دل حدیث عشق نہ گم گشتگان طلب
از بے نشان نشان رہ بے نشان طلب

انکا خیال کہو گے تو بیشک تمہارے خیالات عمدہ اور پاکیزہ ہو جاوینگے۔ یہی توبہ کا
طریقہ اور یہی سعادت کا ثمرہ ہے۔ اگر ہم مین سے کوئی شخص اسلیئے توبہ نہین کرتا اور بری
باتون کے چھوڑنے کی طرف متوجہ نہین ہوتا کہ اوسکو اپنے اوپر کامل وثوق نہین ہے کہ وہ
گناہون سے ہمیشہ بچا رہیگا تو اوسکو سمجھنا چاہیئے کہ یہہ شیطانی فریب ہے۔ بہلا کیونکر
اسکو یہہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ وہ ضرور گناہ کرنیکا تارک ندرہے گا۔ شاید وہ توبہ ہی کی
حالت مین مرجاوے اور دوبارہ گناہ کرنیکی نوبت نہ پہونچے۔ اگر پہر گناہ کرنیکا ڈر ہو تو
فقط توبہ کا پکا ارادہ اور سچا قصد کافی ہے اور اسکا پورا کرنا اللہ کا کام ہے جو اوسی کے اختیار
مین ہے اگر اسنے اپنے فضل و کرم سے پورا کردیا تو کام ہوگیا اور پچہلے گناہ بخشے گئے اور سب
عیبون سے پاک و صاف ہوگیا اور یہی نیا گناہ جو اب کیا تہا اوسپر رہا۔ دیکہیے اسمین
(توبہ مین) کیسے فواید و منافع ہین۔ توبہ کے باب مین جو کچہہ اوپر بیان کیا گیا یہہ
توبہ عوام کی ہے۔ ایسی توبہ کرنیوالا مستحق بشارت اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ
وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ کا ہوتا ہے۔ اور **توبہ خواص کی** یہہ ہے کہ برے اخلاق سے
جنسے دل کا پاک کرنا واجب ہے توبہ کرین اور **توبہ محبوب کی** یہہ ہے کہ خدا سے غافل ہونے
اور ماسوے اللہ کی طرف مشغول ہونے سے توبہ کرے۔

جاننا چاہیئے کہ گناہون سے بچنے کا سہل تر علاج یہہ ہے کہ ہر چیز مین حد ضرورت
پر ٹہیرے اور وہ یہہ ہے کہ لقمہ پر جو بہوک کو دفع کرے اور کپڑے پر جو ستر کو ڈہانکے اور مکان
پر جو گرمی سردی سے محفوظ رکہے اور ضروری باسن پر اور ایک بیوی پر (اگر ضرورت ہو)
کفایت کرے۔ اگر حد ضرورت سے تجاوز کریگا اور مباحات کو وسعت کے ساتہہ اختیار
کریگا تو شبہات و مکروہات مین پڑیگا اور شبہات و مکروہات مین پڑنے کے سبب حرام چیزون
کا مرتکب ہوگا اور یہان اسلام کی حد تمام ہوجاتی ہے اور اسکے بعد کفر کا گہر ہے نعوذ باللہ منہا
گناہ دو قسم کے ہوتے ہین ایک خدا کی نافرمانی دوسرے بندون کی ایذا رسانی۔
پہلے کو **حقوق اللہ** کہتے ہین اور دوسرے کو **حقوق العباد**۔ پس جو خدا کے گناہ ہین
اون سے رہائی اور نجات کی صرف یہی صورت ہے کہ گزشتہ گناہون سے تائب ہوکر آیندہ

تجھکو رکھہ چھوڑا تھا اس گھڑی کے لیے سو میری توبہ قبول کر کہ تو ہی توبہ قبول کرنے والا
مہربان ہے۔ پھر بہت سی گریہ وزاری کرے اور کہے (دعا) اے اللہ تو وہ ہے کہ ایک بات
کا سننا تجھکو دوسری بات کے سننے سے غافل نہین کرتا تو وہ ہے کہ بہت سے سوالون
سے غلطی مین نہین پڑتا تو وہ ہے کہ مانگنے والون کے بہت مانگنے سے نہین گھبراتا اپنی بخشش
کی ٹھنڈک اور اپنی رحمت کا مزہ ہمکو چکھا بیشک تو بہت کچھہ کرسکتا ہے۔ پھر درود پڑہے
اور بخشش مانگے تمام مسلمان مردون اور عورتون کے لئے۔ اسکے بعد عبادت کی طرف متوجہ
ہو۔ پس جو شخص اسطرح توبہ کرتا ہے اور اپنے دل کو آیندہ گناہون سے بیزار کرتا ہے اوسکی
توبہ خالص اور سچی ہوتی ہے اور وہ گناہون سے پاک ہوجاتا ہے جیسے ماں کے شکم سے
پیدا ہوا تھا اسلئے اس سے اللہ جل شانہ زیادہ محبت کرتا ہے اور اوسکے لئے اجر جزیل اور ثواب
عظیم اور برکت و رحمت عمیم عطا کرتا ہے۔ ایسا شخص گناہون کی تلخی اور اسکی بلا سے دنیا و
آخرت مین رہائی اور نجات پائیگا۔ لیکن اسکے ساتھہ اور چند اوصاف دیگر امور کا ملحوظ
رکھنا بھی ضروری ہے۔

توبہ سے یہہ مراد نہین کہ صرف مُنہ یا زبان سے توبہ توبہ کہا جاوے کیونکہ فقط زبان
کے کہنے سے کوئی فایدہ مرتب نہین ہوتا بلکہ اسمین اصلی ارادہ اور دل کا قصد شرط ہے بہت سی
باتین ہم زبان سے کہتے ہین مگر دل کو کچھہ خبر نہین ہوتی۔ بسا اوقات ہم کئی کام کرتے ہین
مگر دل اون سے بیخبر ہوتا ہے۔ پس توبہ کے ضمن مین **تین** امور کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے ایک
گناہون اور خصایل ذمیمہ کی خرابی اور اونکی برائی کو یاد کرنا **دوسرے** اللہ کے عذاب کی تکلیف
اور اوسکے غصہ و غضب کی سختی کو یاد کرنا جسکی برداشت کی کسی کو طاقت نہین ہے **تیسرے**
اپنی کمزوری کو یاد رکھنا کہ اوسکے مقابلہ کے لئے کوئی حیلہ نہ بن پڑیگا کیونکہ جس شخص کو دھوپ
کی گرمی اور چیونٹیون کے کاٹنے کی برداشت نہو وہ کیونکر آتش دوزخ کی گرمی سہار سکیگا
اور فرشتون کے گرزون کی مار کو اور سانپون کے کاٹنے کو جو اونٹ کی گردن کے برابر ہین
اور بچھون کی ایذا کو جو خنجر کے برابر ہین اور جنکی پیدایش آگ سے ہے اوس غضب اور خرابی
کے گھر کے اندر کسطرح اوٹھا سکے گا۔ سو جب تم ایسی باتون کو یاد کروگے اور رات دن

اور جو آبرو کا نقصان کیا ہو جیسے کسی کی غیبت کی یا کسی پر تہمت لگائی یا گالی دی ہو
تو ان تمام صورتوں میں چاہیئے کہ جسکے سامنے وہ پہلی بات کہی تھی اوسی کے روبرو اپنی تکذیب
کرے اور اگر ہو سکے تو حقدار سے بھی معاف کرالے بشرطیکہ بیان کرنے سے زیادتی غصہ یا
کسی اور فتنہ و فساد کا احتمال نہو اور اوسکے ساتھ ہمیشہ عمدہ طور سے پیش آنا اور نہایت سلوک
اور خیر خواہی کرنا بجائے معافی مانگنے اور بدلہ دینے کے سمجھنا چاہیئے۔

توبہ ضرور کرنی چاہیئے - یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر اصل گوہر پاک ہے اور لغزش اوسکا ذاتی
جوہر نہیں ہے بلکہ عارضی ہے تو ضرور توبہ کی طرف متوجہ ہوگا اگر پاک نہیں تو ہرگز توبہ کی جانب
رغبت نہوگا۔ آدم علیہ السلام کا اصل پاک تھا فی الفور توبہ کی جانب متوجہ ہوئے اور نہایت
سوز و گداز سے کہنے لگے رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا اور ابلیس کا اصل گوہر ناپاک تھا اوسنے توبہ
کی طرف ہرگز توجہ نہ کی بلکہ خدا سے ہمیشہ کی زندگی کے لیئے درخواست کی تا کہ اپنی بدگوہری
سے خود ہی فایدہ اوٹھاوے اور لوگوں کو بھی گمراہ کرکے اپنے ساتھ جہنم میں لیجاوے۔ پس
انسان کو لازم ہے کہ ابلیس کی ذریت سے نکلکر آدم علیہ السلام کی اولاد میں داخل ہو اور
توبہ کرکے اپنے دل کو پاک و صاف کرے۔ استفراغ سے معدہ پاک ہوتا ہے اور توبہ سے
دل پاک ہو جاتا ہے۔ پرانے زخم داغ دینے سے اچھے ہوتے ہیں اور دیرینہ گناہ توبہ سے
رفع ہوتے ہیں۔ طالب صادق کو لازم ہے کہ صدق دل سے توبہ کرے۔ خدا نیت کو جانتا
ہے اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ اگر وہ محض اپنے کرم سے ہمارے گناہوں پر پردہ
ڈالتا ہے تو ہمکو بھی شرم کرنی چاہیئے۔ یہہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ کبھی ہمسے مواخذہ نکریگا بیشک
کریگا اور سخت مواخذہ کریگا اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ تحقیق تیرے رب کی پکڑ البتہ بہت
سخت ہے وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَابَّةٍ وَّلٰكِنْ
يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى یعنی اگر پکڑے اللہ لوگوں کو اونکی بے انصافی پر تو نہ چھوڑے
زمین پر ایک چلنے والا لیکن ڈھیل دیتا ہے ایک ٹھیرے وعدے تک یہہ خدا کا فضل ہے
کہ وہ ہمکو ڈھیل دیتا ہے۔ پس ہمکو اس زندگی اور تندرستی میں اپنے گزشتہ گناہوں سے تائب
ہوکر اوس مالک الملک کی فرمانبرداری کرنی چاہیئے جسکے سامنے ہر ایک کو ذرہ ذرہ کا

جسقدر ہو سکے اوسکے حکموں کے بجالانے میں کوشش کیجاوے اور جو ادا نہیں ہوئے اونکے پورا کرنے کی طرف توجہ کی جاوے اور اوسکی جناب میں بخشش و مغفرت کی خواستگاری کی جاوے

حقوق العباد

حقوق العباد وہ ہین جنسے ہائی ہرگز ممکن نہین جبتک کہ وہ بندون سے معاف نہ کرالئے جاوین یا حقدارون کو اونکے حقوق ادا نہ کئے جاوین کیونکہ جن گناہون میں صرف خدا کی نافرمانی ہوتی ہے وہ محض توبہ سے معاف ہو جاتے ہین جیساکہ ہم پہلے بیان کر چکے ہین۔ اور جو گناہ بندون سے متعلق ہین جیسے کسی کی جان کو ایذا پہونچانا۔ یا ناحق کسی کا مال کہانا۔ آبروریزی کرنا۔ یا دین کو نقصان پہونچانا۔ بدخلقی اور سختی سے پیش آنا۔ ظلم کرنا۔ سود کہانا۔ رشوت لینا۔ غبن کرنا جہوٹے مقدمات جیتنا۔ لوگون مین فساد پہیلانا۔ غیبت کرنا۔ عیب جوئی کے فکر مین رہنا۔ تہمت لگانا۔ گالی دینا وغیرہ وغیرہ تمام خرافات جنکو اکثر لوگ شیر مادر سمجہکر روزمرہ بے دہڑک عمل مین لاتے ہین۔ ان سب کا علاج تین طرح سے کرنا چاہیے کیونکہ یہہ تمام گناہ تین صورتون مین محصور ہین ایک مال کا برباد کرنا دوسرے کسی کی جان یا تن کو تکلیف پہونچانا تیسرے آبرو و عزت مین خلل ڈالنا۔ اگر کسی کے مال کا نقصان کیا ہو تو اوسکا علاج یہہ ہے کہ وہ مال مالک کو واپس دیا جاوے اور حقدار کو حق پہونچا دیا جاوے اگر بسبب ناداری یا تنگدستی کے یہہ نہ ہو سکے تو اس سے معافی کا خواستگار ہونا چاہیے اور جسطرح سے ممکن ہو معافی کی کوشش کرنی چاہیے۔ اگر یہہ بہی ممکن نہو اسوجہ سے کہ حقدار کسی غیر ملک مین چلا گیا ہے یا جلا وطن ہو گیا ہے یا مر گیا ہے۔ تو اگر مقدور ہو تو اوسکی طرف سے وہی مال خیرات کیا جاوے لیکن خداوند کریم کی طرف بہی رجوع ہونا اور اوسکی جناب مین عرض کرنا چاہیے تاکہ وہ اوسکو قیامت کے دن تیری طرف سے راضی کر دے۔ اور جو جان کا نقصان کیا ہو اسطرح سے کہ کسی کو قتل کیا یا مارا یا تکلیف بدنی پہونچائی ہو تو اوسکو یا اوسکے وارثون کو عوض اور انتقام لینے کی اجازت دینی چاہیے تاکہ وہ تجہسے بدلہ لین یا معاف کر دین اگر کسی سبب سے یہہ نہو سکے تو بجز دعا کرنے اور اللہ کی طرف رجوع ہونے اور معافی کی طرف التجا کرنے کے نجات و رہائی کا کوئی ذریعہ و وسیلہ نہین

صالحہ اور تہذیب اخلاق کو قصد اور تکلف سے اختیار کریں جسکا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ وہ
صفت دل کو حاصل ہو جاتی ہے جسکی شعاع باہر بھی چمکنے لگتی ہے۔ اور اسی صفت کا
عکس جوارح پر پڑنے لگتا ہے۔ اور دل سے وہ گوشت کا ٹکڑا مراد نہین جو بائین پسلی
کی طرف واقع ہے کیونکہ یہہ جانورون۔ چارپایون اور درندون مین بھی پایا جاتا ہے
اور اوسکی کوئی قدر و منزلت نہین ہے بلکہ دل ایک حاکم ہے جسکو روح۔ جان۔ اور نفس
بھی کہتے ہین اور اسکے آگے تمام اعضا خدمتگار اور سپاہی ہین جب وہ (دل) زبان کو حکم کرتا
ہے تو وہ کلام کرتی ہے جب ہاتھون کو اجازت دیتا ہے تو وہ پکڑنے کا کام کرتے ہین ج
جب پاؤن کو حکم ہوتا ہے تب وہ (پاؤن) چلنا اختیار کرتے ہین اسی طرح حواس ظاہری
(آنکھہ کان۔ ناک۔ ذوق لمس) اور باطنی (خیال۔ فکر۔ ذکر۔ وہم۔ حفظ) اسکے تابع
اور فرمانبردار ہین۔ اور یہہ دل جسکو ہم آنکھون سے دیکھتے اور مشاہدہ کرتے ہین اسکا
(دل کا) مرکب اور سواری ہے۔ اسکا دیکھنا ظاہری آنکھون سے ناممکن ہے البتہ بصیرت
باطنی و صفائی روحانی سے اسکا پہچاننا بہت آسان ہے۔ انسان کی اصلی حقیقت اور
ذاتی ماہیت یہی روح اور دل ہی ہے اور تن اور جسم اسکے لئے بمنزلہ خادم اور نوکر کے ہین
اگرچہ جسم اور ہے اور دل اور لیکن دونون کو ایک دوسرے کے ساتھہ علاقہ ہے جسکے سبب سے
جب کوئی نیک کام کیا جاتا ہے اوس سے دل کو نور و سرور حاصل ہوتا ہے جب برا کام کیا
جاتا ہے تو وہ (کام) اوسکو (دل کو) ظلمت اور کدورت پہونچاتا ہے۔ پس یہہ نور سعادت
کا بیج ہے اور یہہ ظلمت شقاوت کا ثمرہ۔ اسکا علاج نہایت مشکل اور اسکی دوا بہت عسیر ہے
اسکے دو سبب ہین ایک یہہ کہ وہ اندرونی دشمن اور گھر کا چور ہے جب دشمن پوشیدہ
اور چور بھیدی ہوتا ہے تو بڑا خوفناک ہوتا ہے۔ اسکی تدبیر دشوار اور اسکا مقابلہ مشکل پڑ
جاتا ہے۔ دوسرے یہہ کہ وہ ایسا دشمن ہے جو پیارا ہے اور انسان اپنے پیارے کے
عیب سے اندھا اور بیخبر رہتا ہے اسکا عیب نظر نہین آتا اسلئے نفس کی بری باتون کو
اچھا جانتا ہے اور اوسکے کسی عیب سے واقف نہین ہو سکتا اور نفس اسکی دشمنی اور نقصان
مین لگا رہتا ہے۔ اگر غور سے دیکھا جاوے تو معلوم ہوگا کہ جو فتنہ۔ فضیحت۔ رسوائی

حساب دیتا ہے اور وہ سب کا حال جانتا ہے چنانچہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے
کہ تم مین سے بہتر وہ شخص ہے جو گناہ سے توبہ کرتا ہے قال اللہ تبارک وتعالیٰ وَمَنْ
يَعْمَلْ سُوءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۔ یعنی
جو کوئی گناہ کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش چاہے تو پاویگا اوسکو بخشنے والا
نہایت مہربان۔

توبہ عہد ہے۔ یہہ بہی یاد رکہنا چاہیئے کہ توبہ ایک عہد ہے جو خدا اور بندہ کے درمیان
ہے۔ اسکا توڑنا موجب نزول بلا بلکہ سبب مسخ صورت ہے قال اللہ تعالیٰ اَوْفُوْا
بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عَاهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا یعنی پورا کرو
تم عہدون کو جبکہ تم باہم عہد کر چکے ہو اور مت توڑو اپنی قسمون کو جبکہ تم اونکو پکا
کر چکے ہو۔ پس استقلال کے ساتہ توبہ کرنی چاہیئے۔

تمثیلات فی تغیرات الخصائص۔ دنیا کے تمام تعلیمی کام ظاہری اعضاء
(ہاتہ پانون منہ وغیرہ) سے کئے جاتے ہین لیکن اس سے مقصود دل کی گردش ہوتی
ہے جس سے دل کو اسکی طرف خاص رغبت اور ایک قسم کی توجہ کا علاقہ ہوجاتا ہے چنانچہ
خوشنویسی کو اگر دل کی صفت کرنا چاہین تو ابتدا مین بتکلف ہاتہ کی صفائی سے عمدہ لکہنے کا
قصد کرنا چاہیئے

بیت

گر تو مے خواہی کہ باشی خوشنویس	مے نویس و مے نویس و مے نویس

اور بقدر زیادہ لکہتے رہنا چاہیئے کہ عمدہ
حروف اور خوش خطوط سے دل نقش پذیر ہوجاوے جب دل مین پورے طور پر نقش جم جاتے ہین
تو ہاتہ اور اونگلیون مین لکہنے کے وقت دل کی جانب سے ویسی ہی حرکت ہوتی ہے
جیسی کہ دل پر منقوش و مرتسم ہوتی ہے اس سے ثابت ہوگیا کہ ہاتہ اور انگلیون کی
کی حرکت دل کی تابع ہے۔ علیٰ ہذا القیاس نیک کامون اور عمدہ خصایل کے اختیار کرنے
سے دل مین تہذیب اخلاق کی تاثیر آجاتی ہے جب دل کو نیک خوئی اور عمدگی اخلاق کی
صفت حاصل ہوجاتی ہے تو تمام ظاہری افعال و اعمال اسی صفت کی صورت پر صادر
ہونے لگتے ہین پس تمام سعادتون اور خوبیون کے حصول کا طریقہ یہی ہے کہ ابتدا مین اعمال

ایک حسن و حسن و قبح - ظاہری جزو کی خوبی یا برائی کو حسن یا قبح کہتے ہین یعنی انسان اپنی ظاہری صورت اور اصلی پیدائش مین بہتر یا ناقص ہے - اور باطنی جزو کی صفائی یا برائی کو حسن خلق یا قبح خلق کہتے ہین یعنی انسان کے اندرونی حالات اور باطنی اوصاف اچھے ہین یا ناقص - ہر کوئی جانتا ہے کہ حسن ایک خوبی اور زیبائش ہے جسکی طرف ہر ایک انسان کو طبعی رغبت اور دلی توجہ ہے اور قبح ایک برائی اور بدنمائی ہے جس سے ہر کسیکو کراہت اور تنفر ہے پس جیسا کہ ہم انسان کے ظاہری جزو یا جسم مین حسن و قبح کو پہچانتے ہین اسی طرح اسکے جزو باطنی (نفس) مین بھی حسن و قبح موجود ہے - اور جب کوئی آدمی اپنے ظاہری جسم و تن کی خوبی کی حالت مین مکمل اور بے نقصان ہوتا ہے تو وہ خلق اور پیدائش مین اپنے ہمعصرون سے بہتر اور بے عیب سمجھا جاتا ہے اور جب وہ اپنی روحانی صفت مین کامل اور بے نقص ہوتا ہے خلق اور نیکی مین سب سے ممتاز خیال کیا جاتا ہے - جو شخص اپنی اصلی پیدائش اور ظاہری ہیئت کے رو سے بدشکل ہوتا ہے وہ اکثر لوگون کے نزدیک ناقص شمار ہوتا ہے اور جسکی اندرونی صورت اور باطنی اخلاق اچھے نہون تو در اصل وہ بھی قابل مذمت متصور ہوتا ہے ظاہری حسن یہ ہے کہ آنکھ کان ناک منہ وغیرہ تمام اعضا جیسا کہ چاہیے اپنی اپنی جگہ مین مکمل اور خوشنما ہون - اسی طرح صورت باطنی اور ہیئت روحانی بھی نیک اور خوب صورت نہین ہو سکتی تاوقتیکہ اسکی چار قوتین اصلاح پذیر نہون وہ چار قوتین یہ ہین علم - عدل - غضب - شہوت - قوت علم ایک دانائی اور عقلمندی ہے جسکے ذریعہ انسان کو بھلے برے کے پہچاننے کی تمیز حاصل ہو سکتی ہے اور اسکی درستی اور اصلاح پر آنے سے آدمی گفتگو اور حالات بیان کرنے مین نہایت آسانی سے صدق و کذب کو جان سکتا ہے اور خیالات و اعتقادات مین حق و باطل مین بسہولت تمیز کر سکتا ہے تاکہ ناقص اوصاف سے بچنے کا قصد عمل مین لایا جاوے اور مفید کامون اور نیک خصلتون کے حصول کی طرف سے توجہ صرف کیجاوے جب اس صفت مین انسان کو کمال حاصل ہوتا ہے تو اسکا دل حکمت اور نور سے معمور ہو جاتا ہے کیونکہ تمام سعادتون کا چشمہ اور تمام نیکیون کی جڑ یہی ہے چنانچہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے ومَن

ہلاکت آفت و گناہ خلقت مین پیدا ہوئے ہین ابتدائی پیدایش سے قیامت تک سب کی جڑ اسی نفس کی طرف سے ہے یا اسکی مدد اور شرکت ا در موافقت سے۔ لیکن اسکو کچل ڈالنا اور ہلاک کرنا بھی نہین ہو سکتا کیونکہ سواری ور ہتیار یہی ہے اور اسکا چھوڑ دینا بھی مناسب نہین لہٰذا ان دونون کے درمیان ایک ایسا متوسط طریقہ اختیار کرنا چاہیے جسمین آرام اور قوت بھی حاصل ہو تاکہ نیک کام کر سکے اور کمزور اور قید بھی رہے اور نافرمان نہو جاے چنانچہ بزرگون نے فرمایا ہے کہ تین چیزون سے نفس ذلیل ہوتا ہے اور اسکی خواہش ٹوٹتی ہے ایک یہہ کہ اسکی خواہشون کو روکا جاوے کیونکہ جب سرکش جانور کا چارہ کم کر دیا جاتا ہے تو وہ نرم اور مغلوب ہو جاتا ہے دوسرے یہہ کہ عبادتون کا بوجھہ و سپر لادا جاوے اسلیے کہ جب بار کش کا کہانا اور دانہ کم کر دیا جاتا ہے اور اوسپر زیادہ بوجھہ کہا جاتا ہے تو وہ رام اور مطیع ہو جاتا ہے تیسرے یہہ کہ خداوند تعالی سے مدد مانگی جاوے اور اوسکی جناب مین عاجزی کیجاوے کیونکہ بغیر تائید ایزدی ور بغیر اوسکے فضل کے نجات کا ہونا ناممکن ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ہے اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّیْ ؕ نفس تو ضرور برائی کی خواہش کرتا ہے مگر جسپر میرے ربنے رحم کیا وہ اس سے بچ سکتا ہے۔ اگر غور و تامل سے دیکھا جاوے تو ہر ایک جاندار انسان مین دو چیزین (اجزا) موجود ہین ایک جسم جسکو ہم ظاہری آنکھون سے دیکھتے ہین دوسری نفس و روح جسکو ہم چشم باطنی و بصیرت روحانی سے پہچان سکتے ہین۔ انمین سے ہر ایک کو دوسرے کے ساتھہ ایسا علاقہ و رابطہ ہے کہ ایک کی تاثیر سے دوسرا متاثر ہو جاتا ہے جب ایک کو تکلیف پہونچتی ہے تو دوسرا بھی اسی ایذا سے متالم ہو جاتا ہے۔ جب ایک کو فرحت حاصل ہوتی ہے تو دوسرے کو آسایش معلوم ہوتی ہے۔ اسی علاقہ و رابطہ کی وجہ سے خداوند تعالی نے انسان کو اس عالم مین بہیجا ہے کہ جسم اور تن کی وساطت سے بڑے بڑے کمالات اور عمدہ عمدہ صفات حاصل کرے اور عالم فانی اور عالم جاودانی کے مصائب و تکالیف سے بچنے کے لئے مناسب تجاویز و مفید تدابیر عمل مین لاوے۔

پھر یہہ دونون اجزائے ظاہری و باطنی (جسم و روح) دو دو اوصاف سے متصف ہوتے ہین

شکار کو کھا نہ جاسے یا گھوڑا کسی اور طرف نہ چلا جاسے یا سوار ہی کو کسی گڈہے مین گرا
نہ دے پس یہی حال قوت شہوت کا ہے اگر اسکو عقل کے ماتحت نہ رکھا جاسے تو اسکا
نقصان آزاد گھوڑے سے بہی زیادہ تر ہوتا ہے بلکہ جان و ایمان جاتے رہنے کا خطرہ ہے۔
عدل و عقل سے یہی مراد ہے کہ ان دونون قوتون کو دین اور دانائی کے نیچے ایسا رکہے کہ وہ
انکے مغلوب ہوجاوین اور کام ہی دیتے رہین اسطرح کہ کبہی شہوت کو غضب پر مسلط کرے
جس سے اوسکی سرکشی ٹوٹ جاسے اور غضب کو شہوت پر غالب کرے تاکہ اوسکی تیزی کم ہوجاسے
پس جب انسان مین یہہ چار صفتین پوری پوری پائی جاتی ہین وہ کامل نیک خو اور مکمل
خوش اخلاق سمجہا جاتا ہے اور جسمین یہہ سب صفتین نہون بلکہ انہین سے کوئی ایک آدہ پائی
جاسے تو وہ کامل نیکخو نہین ہے بلکہ اوسکی وہی ایک خاص صفت اچہی ہے باقی ناقص جیسا کہ
کسی شخص کا منہ خوشنما ہے مگر آنکہین چہوٹی ہین یا آنکہین خوبصورت ہین مگر ناک چپٹی ہے
تو وہ ہرگز کامل خوبصورتون اور مکمل حسینون میں شمار نہین کیا جا سکتا۔ لہذا ہمکو لازم ہے کہ
جیسا کہ ہم ظاہری خوبصورتی اور صفائی کو اپنے لئے پسند کرتے ہین اور تکلف و تصنع سے حتی المقدور
ممکن ہے لباس پوشاک مین زیبائش کا خیال رکہتے ہین اسی طرح اندرونی اوصاف کی درستی
اور اونکی خوبصورتی کے لئے کوشش کرین تاکہ ہمارا ظاہر و باطن یکسان ہوجاوے کیونکہ جس
شخص کی باطنی صفتین ناقص ہوتی ہین اوسکا دل مریض ہوتا ہے اسکا جلد معالجہ کرنا چاہیے
تاکہ اوس سے برے افعال جو آثار ہلاکت ہین سرزد نہونے پائین ؎

غضب ایک قوت نفسانی و آتش اندرونی ہے جو انسان کو بدلہ لینے اور مخالف کو سزا دینے
پر برانگیختہ کرتی ہے جس سے اوسکے خون مین جوش اور دماغ اور شریانون مین سیاہ دخان
آجاتا ہے اور اوسکی عقل محجوب و مغلوب ہوجاتی ہے اور اوسکا عمل ناقص و ضعیف ہوجاتا ہے
پس اصل بنیاد غصہ پیدا ہونے کی جہالت و کم عقلی ہے اور بعض اوقات ضعف دماغ سے بہی
غصہ پیدا ہوجاتا ہے کیونکہ اکثر دیکہنے مین آیا ہے کہ بیمار کو بنسبت تندرست کی جلد غصہ آجاتا
ہے اور عورت کو بنسبت مرد کی اور نابالغ کو بنسبت بالغ کی اور بڈہے کو بنسبت جوان کی اور جاہل
کو بنسبت عالم کی جلد تر جوش آجاتا ہے۔ جب یہہ بات قرار پائی تو لازم آیا کہ اول جہالت

يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا یعنی جسنے حکمت اور مفید علم کو پایا اوسنے
بہت نیکیان اور سعادت ابدیہ کو حاصل کرلیا
قوت عدل کی درستی یہ ہے کہ غضب اور شہوت کو اپنے قابو اور اختیار سے عقل اور
دین کے اشارون پر چلنے کی رہنمائی کرے۔ **قوت غضب** کی درستی اور اوسکی خوبصورتی
یہ ہے کہ ہر ایک امر مین حکمت اور شریعت کی تابعت مین رہے اور اپنی نشست و برخاست
مین کبھی مخالفت شریعت کی جرات نہ کرسکے **قوت شہوت** کی اصلاح اور اوسکی صفائی
یہ ہے کہ کسی حالت مین سرکشی نہ کرے بلکہ عقل اور شریعت کے اختیار مین ایسی رہے کہ فرمان
کے بجالانے مین فوراً نہایت تیزی اور چالاکی عمل مین لائے۔ عقل غضب اور شہوت کو مثل
ایک شکاری اور اوسکے کتے اور گھوڑے کے سمجھنا چاہیے۔ بعض کتے تعلیم یافتہ اور شکار پر
لگے ہوئے ہوتے ہین جو شکار کو نہایت تیزی اور ہوشیاری سے پکڑکر اپنے مالک کے پاس لے
آتے ہین اور بعض اپنی اصلی طبیعت پر بلا تعلیم ہوتے ہین جو شکار کو بخوبی نہین پکڑ سکتے اگر
جسم و تن مین بڑے موٹے تازے ہوتے ہین۔ جب کبھی کسی موقع پر وہ شکار کو پاتے ہین
تو کسی حیلہ سے اسکو اپنے قابو مین نہین لاسکتے۔ اگر کوئی شکار انکے پنجہ مین پھنس بھی جائے
تو وہ ہمارے لئے صحیح وسلامت نہین رہنے دیتے خود ہی کہانا شروع کردیتے ہین جب ہم
اونکے منہ سے چھوڑانے کا قصد کرتے ہین تو خود ہمین اونکے پنجہ سے اپنی جان چھڑانی مشکل
ہوجاتی ہے۔ آخر کار وہ شکار کی جان ضایع کرکے اپنی شکم سیری کا کام کرگزرتے ہین
جس سے ہمکو بجز تکلیف و نقصان کے کسی طرح کا فایدہ یا آرام نہین ملتا۔ یہی حال قوت
غضب کا ہے اگر اسکو تعلیم سے مہذب نہ بنایا جائے اور اوسکو اوسکی اپنی اصلی حالت پر
چھوڑدیا جائے تو اوسکا نقصان اوس کتے سے بھی زیادہ ہے۔ اسی طرح کبھی گھوڑا
بھی سرکش ہوجاتا ہے جسکو شکاری اپنے اختیار سے نہین چلا سکتا اور جب سکھایا ہوا ہوتا
ہے تو ایسا تابعدار رہتا ہے کہ شکار کے پیچھے اس تیزی سے چلتا ہے کہ شکاری اوسکو دیکھکر
حیران ہوجاتا ہے۔ غرض جبتک گھوڑے کو سکھلا کر تابعدار نہ کیا جائے اور کتے کو تعلیم
شدہ نہ بنایا جائے تو سوار کو شکار کے ملنے کی امید نہین ہوسکتی بلکہ ڈر رہتا ہے کہ خود کتا

اوج انسانیت سے درجہ بدرجہ متنزل ہوکر حضیض حیوانیت کے گڑھے مین گرپڑتا ہے
حتی کہ کسی قسم کی سمجھ بوجھ اسمین باقی نہین رہتی کل حرکات وسکنات مین حیوان لایعقل
کے مشابہ ہوجاتا ہے بجز شکل وصورت کے دونون مین کوئی مابہ الامتیاز باقی نہین رہجاتا
معاش ومعاد کی راہ مین دونون ایک ہی چال چلتے ہین تعلیم کے بدون کے بغیر حضیض حیوانیت
سے اوج انسانی کی طرف پرواز کرنا ناممکن ہے۔ خلاصہ کمال انسانی کا یہہ ہے کہ انسان
تہذیب اخلاق وطریق تمدن سے آگاہی حاصل کرکے اپنے قول فعل رسم درواج مین چلیا نہ چال
چلے اور اسکی طبیعت اخلاق حمیدہ وعادات پسندیدہ کے زیور سے آراستہ ہو اور اوصاف
رذیلہ کے لوث آلائش سے مبرا و پاکیزہ ہوجاوے اور کسیطرح کا نقص باقی نرہے اور خواص نوعیہ انسانیہ
کامل ومکمل رتبہ کو پہونچین ایسے ہی تو کہ انسان ہین جنکی خدا ہی تعریف کرتا ہے وَلَقَدْ
كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ یعنی اولاد آدم کو ہمنے ہر چیز پر بزرگی دی۔ صاحب تعلیم وتکریم وہی لوگ ہین
جنہون نے علم سیکھا اور اپنے چال چلن کو اسکی علت غائی یعنی تہذیب اخلاق وطریق تمدن
مین محصور کردیا اور اس سے ایک قدم بھی باہر چلنا انکے نزدیک گویا انسانیت کے ماطے سے باہر
نکلجانا ہے۔ غیر مہذب آدمی رہے تیرگو کتنا ہی صاحب ثروت ہوجاوے عقلمندون کے
نزدیک چارپائیون سے اصلاً ممتاز نہین ہوسکتا۔ **بیت**

گرانسان نداند بجز خورد وخواب	کدامش فضیلت بود بر دواب

محامد اخلاق سے آراستہ ہوتا اور ذمایم اوصاف سے تبرا کرنا عقلاً ونقلاً ستودہ وپسندیدہ ہے
وہ کون عقلمند ہے جو سچے دل سے اس شیوہ کا مداح نہین وہ کونسا ذی شعور ہے جو اس
طریقہ کو دل وجان سے نہ چاہتا ہو تمام جہان کے عقلا وحکما اسی شیوہ کی تحریص وترغیب مین
سعی کرتے کرتے زمین کا پیوند ہوگئے اور اخلاقی مضامین کے دفترون کے دفتر لکھکر اپنے
قایم مقام چھوڑ گئے تاکہ انکے بعد بھی طالبان بہبود کے لیئے دستور العمل قایم وبرقرار رہے
نزول شریعت کا باعث بھی یہی ہے کہ عوام الناس انسانیت کے کامل رتبہ پر پہونچین
اور انکے نفوس قبایح وقبایح سے پاک وصاف ہوجائین اور کسی طرح کی ناپاکی انکی طبیعت مین باقی
نرہے قرآن مجید کی تعلیم ہے قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّاهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا

دور کرین اور جو غصہ پیدا کرنے کے خاص اسباب ہین اونہین اونکی مقابل چیزون سے بدلین یعنی غرور غالب ہو تو فروتنی دلمین پیدا کرے ۔ بجاے دل لگی کے کوئی پند آمیز بات شروع کرے جبتک دوسرا شخص بات ختم نہ کرلے خود خاموش رہے کسی امر کو بجا سے ضد کرنے کی تسلیم کرے ۔ اسی طرح اگر انسان کچھہ عرصہ تک ان باتون کی طرف دلی توجہ سے اپنے کاروبار مین تامل کرتا رہے تو یقین ہے کہ اوسکے دل مین غصہ کی آگ باقی نہ رہے ۔

مجموعۂ تعلیم و تہذیب قابل توجہ تعلیم یافتہ اشخاص

طبیعتون کے مختلف ارادون اور متعدد خواہشون سے دریافت ہوتا ہے کہ شایقین علم کو تعلیم و تعلم کی علت غائی اور غرض اصلی مین اختلاف ہے بعض کو یہہ خیال ہے کہ ہم علوم مروجہ مین ترقی کرکے اعلے مناصب حاصل کرین اور مسند حکومت پر جا رزانو تکیہ لگا کر بیٹھین اور جبرًا و قہرًا خلق خدا کو اپنا مطیع فرمان بنائین ۔ بعض کا یہہ ارادہ ہے کہ کھیلے قوانین یونیورسٹی دفعہ وار ہمین امتحان پاس کرکے بحصول سرٹیفکیٹ پلیڈری اپنی قوت لسانی و زور تقریر سے بلا امتیاز حق و باطل عقلمندون کو بیعقل اور حقدارون کو غیر مستحق ٹھیرا کر دنیا کا تمام مال و دولت سمیٹ لین اور بہت سے اس خیال مین لگ رہے ہین کہ میڈیکل کالج مین تعلیم پا کر ڈاکٹر یا حکیم حاذق یا زبدة الحکما کی سند حاصل کرکے کسی شفاخانہ مین ملازم ہوکر اور بیشتر لوگون کا علاج کرکے حق الخدمت مین بہت سا روپیہ سرکار سے وصول کرین ۔ کوئی اس امید مین ہے کہ بی اے امتحان مین کامیاب ہوکر کسی سکول یا کالج مین پرنسپل یا ہیڈ ماسٹری کی میز کرسی سجا کر کامرانی کے ارمان نکالے ۔ کوئی صاحب انجنیر ہونے کی امید پر رڑکی کالج مین امتحان پاس کر رہے ہین علی ہذا القیاس کوئی کسی خیال پر اور کوئی کسی امید پر علم سیکھہ رہا ہے ۔ انکے خیالات اور ارادون سے واضح طور پر اور صاف صاف پایا جاتا ہے کہ علم سیکھنے سے اونکو مقصود بالذات وہی ہے جسکی امید پر وہ محنت اور کوشش کر رہے ہین ۔ مگر حقیقت مین تعلیم و تعلم کی علت غائی یہہ ہے کہ انسان کمالات انسانی پر فائز ہو اور جو کمال اسمین بالقوہ موجود ہین وہ بالفعل نمودار ہوجاوین تاکہ اوسکو انسانیت کا کامل رتبہ حاصل ہو کیونکہ بدون تعلیم کے انسان

اَنْ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۔ یعنی اے لوگو جس کام کو تم کرتے نہیں ہو منہ سے کیوں کہتے ہو یعنی شیخی کیوں مارتے ہو۔ اللہ تعالی کو اس سے بیزاری ہے کہ منہ سے شیخی مارو اور پھر نہ کرو۔ تکبر سب بلکی شرہے اس شعر کو جانتے ہیں اور منہ سے پڑھ بھی لیتے ہیں

	برزندان لعنت گرفتار کرد	تکبر عزازیل را خوار کرد	

پھر مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے ہر کسی سے سیدھے منہ بولنا مکروہ سمجھتے ہیں اکڑ کر چلتے ہیں اور ابناے جنس کو اپنی نظر میں حقیر اور ذلیل جانتے ہیں۔ یہ نہیں خیال کرتے کہ جس بدچلنی نے ابلیس کو باوجود نہایت مقرب ہونے کے شیطان کا خطاب دلایا اور ملعون ابدی کیا وہ ہمسے کیا سلوک کرے گی لَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّکَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا کُلُّ ذٰلِکَ کَانَ سَیِّئُہٗ عِنْدَ رَبِّکَ مَکْرُوْھًا ۔ یعنی مت چل زمین پر اکڑتا ہوا تحقیق تو ہرگز نہ پھاڑ ڈالے گا زمین اور ہرگز نہ پہونچے گا پہاڑوں کو لمبائی میں یہ سب بُری ہیں بری نزدیک پروردگار تیرے کے ناپسند۔ بلکہ بندے رحمن کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر آہستہ بغیر تکبر و غرور کے چنانچہ فرمایا اللہ تعالے نے وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ ھَوْنًا

تواضع و فروتنی - یہ صفت انسان کو ہر دلعزیز بنا دیتی ہے تواضع کرنیوالا خداوند تعالے کے ہاں پیارا ہو جاتا ہے اسکے اور فضایل سے قطع نظر کرکے انصاف صرف یہ دیکھنا چاہیے کہ جو چیز ناپاک منی کے قطرہ سے موجود ہو اور نو مہینے تک حیض کے خون سے پرورش پاوے اور پیشاب کے رستہ سے عالم بروز میں لائی جاوے اور مرتے دم تک اوسے بول و براز کی بھی تمیز نہو۔ کیا اوسکو لایق ہے کہ فروتنی کی عمدہ صفت کے برخلاف متکبر ہوکر شیطان کا وارث بنے اور وصف فرعونی کو اپنی ملک موروثی بناوے۔

خود پسندی - خود پسند اپنے تئیں اوروں سے اچھا گمان کرتا ہے اور اوروں کو برا اور لوگ اگرچہ اپنے تئیں اوروں سے اچھا نہیں سمجھتے لیکن اسکو سب سے برا سمجھتے ہیں۔ حقیقت میں یہ صفت بد بھی جہل مرکب کی ایک شاخ ہے جسکی برائی پر تمام جہان اور جہان کا پیدا کرنے والا اتفاق رکھتے ہیں۔ یہ کج فہم بے وقوف اسکو نیک سمجھتا ہے

البتہ وہی نجات پائیگا جسنے اپنے نفس کو بداخلاقیون سے پاک کیا اور جسنے اسکو ناپاک رکھا وہی زیانکار رہا۔ اور اسلام کے سچے پیغمبر محمد مصطفے صلعم فرماتے ہین کہ مین* دنیا مین اسلئے بہیجا گیا ہون کہ اخلاق کی خوبیون کو پورا کرون۔ واقعی جو نقصان کہ پہلے پیشواؤن کی تعلیم تہذیب مین باقی رہ گئے تہے اونکو آنحضرت صلعم نے بنظر اصلاح تکمیل اور پورا کردیا۔ اسیوجہ سے ہم دعوے کرتے ہین کہ اسلام کی تعلیم و تہذیب من کل الوجوہ کامل اور غیر ناقص ہے۔ تہذیب اخلاق۔ تدبیر منزل۔ سیاست مدن کے کل ابواب ہمہ وجوہ کامل تکمیل جیسے دین اسلام مین ہین دوسرے کسی دین مین نظر نہین آتے۔ اسیواسطے خدای تعالی نے فرمایا ہے وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا یعنی جسکو حکمت اسلامی عطا ہوئی وہ نیکی اور بہلائی کے بہت بڑے حصہ کا وارث ہوا۔ فی الحقیقہ اسلامی فلاسفر اور الٰہی حکیم سے بڑہکر کوئی نہین اگرچہ خاص فنون سے خاص خاص اغراض بہی مطلوب ہین (چنانچہ اراکین دولت و سلطنت کو وضع قوانین کی ضرورت ہوا کرتی ہے مگر ارکان دول اسلامیہ کو وضع قوانین عقلیہ کی چندان ضرورت نہین ہوتی وہ کتاب و سنت سے استنباط کرکے دستور العمل بنا لیتے ہین اور یہہ مخلوقات کے لئے موجب حیٰوۃ و آسائش ہے۔ برخلاف اسکے قوانین عقلیہ اکثر جبر سے مبرا نہین ہوتے) لیکن تعلیم سے علی العموم علت غائی اور اصلی غرض یہی ہے کہ انسان انسانیت کا کامل رتبہ حاصل کرے اور انسان اس رتبہ پر ترقی نہین کرسکتا تاوقتیکہ اسکا نفس بداخلاقیون کی آلائش سے بالکل مصفا و پاکیزہ نہوجاے اور اسکے اخلاقی رذایل فضایل سے تبدیل نہوجائین۔ مگر ہم آجکل کی تعلیم مین معاملہ برعکس دیکھتے ہین کہ جسقدر طلبا تعلیم مین بڑہتے جاتے ہین تہذیب مین گہٹتے جاتے ہین اپنے علم پر عمل کرنے والے بہت کم دکہائی دیتے ہین۔ اخلاق حسنہ کی خوبی کتابون مین پڑہتے اور استادون سے سنتے ہین اور زبان سے بہی انکی پسندیدگی کے قائل ہین مگر افسوس ہے کہ اس اچہی رنگ سے دلون کو نہین رنگتے۔ جسکو زبان سے اچہا کہتے ہین اوسکو دل سے برا جانتے ہین یہی منافقانہ چال ہے۔ ہمارا خداوند ایسے لوگون سے ناراضی ظاہر کرکے فرماتا ہے لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ

اور عذاب و عقاب کے کوئی نتیجہ مترتب نہیں ہوگا۔ اور جس معاملہ میں سچائی نہو وہ محض فریب
اور دہوکے کی ٹٹی ہے اور جہوٹا معاملہ کرنے والا ہمیشہ خوار و بے اعتبار اور دونون جہان میں
لعنت کا مستوجب ہوتا ہے قرآن مجید کا حکم بہی اسی طرح ہے لَعْنَتُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْن
یعنی جہوٹون پر خدا کی پہٹکار ہے۔ اور جو کوئی خدا کی پہٹکار کے نیچے آئیگا وہ توبہ اور سچی ندامت
کے سوا نکل نہیں سکتا۔ ہمارے پیغمبر صاحب فرماتے ہین اَلصِّدْقُ يُنْجِيْ وَالْكِذْبُ يُهْلِكُ
یعنی سچ نجات دینے والا ہے اور جہوٹ ہلاک کرنے والا ہے۔

کذب و دروغ ایسی صفت رذیلہ ہے کہ جسمین یہہ موجود ہو وہ دونون جہانون مین خوار
و بے اعتبار ہے اس جہان مین اوسکی کوئی عزت نہین کرتا بلکہ ہمیشہ لوگ اوسکو لعنت ملامت
کرتے رہتے ہین اور جہوٹا جہوٹا کہکر کتنے کہا نا بنا دیتے ہین۔ اگر کوئی سچی بات بہی کہے تو بہی محض
جہوٹ اور افترا ہی سمجہتے ہین کوئی اسکی بات پر کان نہین دہرتا۔ اگلے جہان مین تو اسکا
ٹہکانا ہی نہین جس بلا و عذاب اخروی مین مبتلا ہو سزاوار ہے۔ خداوند تعالی کے نزدیک
ملعون اور خلق اللہ کے ہان مطعون دونون جہانون مین کلنک کا ٹیکا ماتھے پر موجود ہے جو
کی زندگی سے تو مرنا بہتر ہے۔

جود یہہ ایک ایسی صفت جمیلہ ہے کہ سخی آدمی چاہے تمام جہان کا نالایق اور بدکردار ہو کوئی
اوسکے عیب پر نگاہ نہین کرتا بلکہ اسکا عیب کسیکو نظر ہی نہین آتا گویا یہہ صفت آفتاب ہے کہ
اسکی روشنی کے سامنے عیوب کی کل تاریکیان معدوم ہو جاتی ہین ہر ایک شخص اسکا مداح
ہوتا ہے اور چند ہی روز مین اسکا شہرہ عالمگیر ہو جاتا ہے اور صفحہ ہستی پر ہمیشہ اسکا نام نیک
قایم رہتا ہے۔ کروڑہا خدا کے بندے قبرون مین چل بسے۔ حاتم طائی اور جعفر برمکی کو
لوگ کیون یاد کرتے ہین انہین کیا خوبی تہی؟ صرف یہی سخاوت! وہ کون ہے جو صفت
سخاوت کا مداح نہین گو آپ کیسا ہی بخیل ہو لیکن دوسرے کی سخاوت اور کرم کی ضرور
ہی تعریف کریگا اور کیون نہ کرے حدیث مین آیا ہے اَلسَّخِيُّ قَرِيْبٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ
قَرِيْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ وَبَعِيْدٌ مِّنَ النَّارِ یعنی سخی آدمی اللہ اور جنت کے قریب ہے اور
دوزخ کی آگ سے بعید اَلسَّخِيُّ حَبِيْبُ اللّٰهِ یعنی سخی آدمی اللہ کا پیارا ہے۔

فی الواقع خود پسند بڑا بے تمیز ہے کہ جس صفت رذیلہ کو اپنی عزت اور فخر کی ترقی کا موجب بزعم فاسد سمجھ رہا ہے فی الحقیقۃ وہ اسکی ذلت اور اہانت کا سبب قوی ہے وہ اپنے خیال مین عزیز ہے مگر اورون کی نظر مین ذلیل ہے **تحمل و بردباری** متحمل آدمی دوسرے کی کینہ وری اور سخت کلامی کا انتقام اگرچہ بظاہر نہین لیتا مگر حقیقت مین اسکو سخت سزا بیباج و ذکر نا ہے۔ کیونکہ اسکا کینہ ور اگر کوئی نیک نہاد اور نیک اصل ہے تو جب اسکی جانب سے نرمی اور اپنی جانب سے سختی کا وقوع مین آنا دیکھیگا تو خود ہی نادم اور شرمسار ہوکر عذر تقصیر پیش کرکے معافی کا ملتمس ہوگا اس صورت مین متحمل کی عزت دوبالا ہوگی کہ جو اسکا گردن کش دشمن تہا اب وہ اسکے دروازہ پر ایک سائل کیطرح کہڑا ہوگا۔ اگر مخالف بدنہاد اور بد اصل ہے جب سختی کے مقابلہ مین نرمی دیکھیگا تو اوسکے دل مین ایک قسم کی جرات پیدا ہوجائیگی اور اس کج خلقی کا عادی ہوکر کسی زبردست کے پنجہ مین ایسا پہنسے گا کہ پہر قیامت تک ہاتھ نہ ہلا سکیگا۔ **غضب** حرکات نفسانیہ مین سے ایک حرکت ہے۔ یہہ حرکت ایک شعلہ ہے جو دفعۃً بہڑک اوٹہتا ہے سب سے پہلے غصہ کرنیوالے کے دل و دماغ کو جلا دیتا ہے اور اوسکے ہوش و حواس بالکل مسلوب ہوجاتے ہین گفتنی و ناگفتنی مین مطلق تمیز نہین رہتی۔ بسا اوقات ایسے بیہودہ کلمات منہ سے نکلجاتے ہین کہ تمام عمر پچہتانا پڑتا ہے بہت لوگ غصہ مین آکر کفر کے کلمے منہ سے نکال دیتے ہین اور دنیا و آخرت مین اپنا منہ کالا کر لیتے ہین اور دونون جہانون مین نادم و پشیمان ہونا پڑتا ہے **غضب** ایک ایسا جن ہے کہ جسکے سر چڑہ بولتا ہے چاہے وہ کتنا ہی ذی شعور ہو یکلخت مخبوط الحواس و مسلوب العقل کردیتا ہے۔ عیاذاً باللہ **صدق** راستی ایک ایسی باوقار صفت ہے کہ کل عبادات و معاملات کا مدار اسی پر ہے جس عبادت مین سچائی نہو وہ خداوند تعالی کے حضور مین قبول ہونے کے لائق نہین ہے کیونکہ وہ (سبحانہ تعالی) صورتون کی طرف متوجہ نہین ہوتا بلکہ دلون کو دیکہتا ہے جس دلمین عبادت کی سچائی پائی جاتی ہے اوسپر بیشک قبولیت کا نور چمکتا ہے اور جس دلمین عبادت کا اثر موجود نہین اور فقط ظاہری بناؤ سنگار ہے وہ عبادت کرنے والے کے منہ پر ماری جائیگی اور اوسپر بجز زجر و توبیخ

حالت پر خوش و خورم رہتا ہے اور اوسکی موجودہ ثروت و دولت و عزت ایسی بیش بہا
ہوجاتی ہین کہ وہ تمامے زندگی کا پھل چکھہ لیتا ہے اور جسکو قناعت نہین اوسکو خواہ
کتنا ہی مال وجاہ حاصل ہوجاوے کبھی وہ سیر نہوگا ہمیشہ اور خواہش کریگا مگر ملتا وہی ہے
جو خدانے اوسکی قسمت مین لکھا ہے۔ اسلیئے چاہیئے کہ انسان ہر ایک معاملہ مین قناعت
اختیار کرے اور ہر دم خدائے عزوجل کا شکر کرتا رہے وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ
لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۔ اور جب پکار دیا پروردگار تیرے
نے کہ اگر شکر کروگے تو زیادہ دونگا اور اگر کفران نعمت کروگے تو البتہ میرا عذاب سخت ہے
لہذا انسان کو مناسب بلکہ واجب ہے کہ ہر حال مین اللہ کا شکر بجالاوے کیونکہ عدم ادائے
شکر مین وعید ہے۔

ہماری زندگی کی کتاب

انسان کی زندگی ایک کوری اور سادی کتاب کی طرح ہے جسپر نوشت و خواند کیلئے
ایک دن کے واسطے ایک صفحہ اور ایک لمحہ کے واسطے ایک سطر مقرر ہے جب کوئی صبح
بستر خواب سے اوٹھتا ہے تو اوسکے روزمرہ کی زندگی کا ایک صفحہ جو خالی ہوتا ہے رات کو تمام
اوپر سے نیچے تک تحریر سے پر ہوجاتا ہے یہان تک کہ اوس صفحہ مین کہین جگہ خالی اور
سفید نہین رہتی اور اسمین ہر لمحہ کا حال جس قسم کے افعال و اقوال اس سے سرزد ہوتے ہین
درج ہوتا ہے بظاہر کوئی نہین جانتا ہے کہ اوسکا لکھنے والا کون ہے اور کیا لکھتا ہے مگر
خوب یاد رکھو کہ تم خود ہی اوسکے لکھنے والے ہو اور خود اپنی ہی سرگزشت لکھتے ہو کہین لغو
و بیہودہ قیل و قال اور خود غرضی و شرارت کی خیالات کی نقل ہے۔ کسی سطر مین مردم آزاری
حق تلفی و تند مزاجی کی مقال ہے۔ کسی گوشہ مین ترک صوم و صلوۃ اور رشوت خواری کا حال
مندرج ہے کہین ناکاری و شرابخواری و دروغگوئی کی کیفیت ہے اور کسی ورق مین نیکی
فرمانبرداری اور عبادت اور امور حسنہ کا ذکر ہے مگر نہ کوئی اسکو دیکھہ سکتا ہے اور نہ
یہہ تحریر ظاہر ہوسکتی ہے۔ ہر ایک انسان جو کلمہ اپنی زبان سے نکالتا ہے (نیک یا بد)

بخل یہہ ایسی صفت مذموم ہے کہ سب خوبیوں کا ستیاناس کردیتی ہے۔ اسکی موجودگی
مین کوئی خوبی اور بہلائی اپنا جوہر نہین دکہا سکتی اور عقبی کے معاملات مین بخیل کے اعمال حسنہ
ضائع ہوجاتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللّٰہِ وَبَعِیْدٌ
مِّنَ الْجَنَّۃِ وَقَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ یعنی بخیل آدمی اللہ سے بہی دور اور جنت سے بہی دور اور جہنم
کی آگ کے قریب ہے تمنے یہہ شعر کریما مین پڑہا ہوگا

بخیل ار بود زاہد بحر و بر	بہشتی نباشد بحکم خبر

بخیل اپنے دلمین یہہ خیال کرتا ہے کہ اگر مین مال خرچ کرونگا تو مفلس ہوجاونگا پہر کہان سے
کہاؤن گا اس سے معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالی کی صفت رزاقی کا منکر ہے اور اوسکو رزاق
مطلق کا اعتقاد نہین ہے (ایسا عقیدہ موجب غضب نار ہے) اور یہہ کودن یہہ نہین سمجہتا کہ ماں کے
پیٹ مین کتنا خزانہ لیکر گیا تہا کہ نو مہینے پڑے ان چینون سے بسر ہوگئے اور شیر خوارگی کے
زمانہ سے لیکر دولتمندی کے وقت تک کتنی ہمیانیان کمر سے باندہے رکہتا تہا اور سر پر
کتنی تہیلیان ہمراہ لئے پہرتا تہا۔ یہہ خیال محض ناپاک باطنی کے اور گندے ہین وَاَنْفِقُوْا مِمَّا
رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِیْٓ
اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝ وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ
اَجَلُہَا ۚ وَاللّٰہُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ اور خرچ کرو تم اوس چیز سے جو دیا ہے تمکو اللہ نے
اس سے کہ آدے تم مین سے کسیکو موت۔ پس کہے اے رب میرے کیون نہ ڈھیل دی تو نے
مجہکو ایک وقت نزدیک تک پس خیرات کرتا مین اور ہوتا مین صالحون سے۔ اور نہین
ڈھیل دیگا اللہ کسی جی کو جب آئیگی اجل اوسکی اور اللہ خبردار ہے اوس چیز سے کہ کرتے
ہو تم۔ مرنیکے بعد ہر شخص کے وارث اوسکا مال تقسیم کرلیتے ہین مگر اسکے وہی کام آتا
ہے جو ایام زندگی مین اسنے اپنے خدا کی رضامندی مین صرف کیا اور اعمال صالح کئے
باقی کوئی چیز دنیا سے ہمراہ نہین جاتی پس عقلمند کو اپنی زندگی کے عمدہ حصہ کو جو
شباب ہے اچہے کامون مین صرف کرنا چاہئے۔

قناعت ایک نعمت عظمی اور دولت بے انتہا ہے جسکی برکت سے انسان اپنی موجود

حالت پر خوش و خورم رہتا ہے اور اوسکی موجودہ ثروت و دولت و عزت اسی باتیں بہا ہوجاتی ہین کہ وہ نعمائے زندگی کا پہل چکہہ لیتا ہے اور جسکو قناعت نہین اوسکو خواہ کتنا ہی مال و جاہ حاصل ہو جاوے کبہی وہ سیر نہوگا ہمیشہ اور خواہش کریگا مگر ملتا وہی ہے جو خدا نے اوسکی قسمت مین لکہا ہے۔ اسلیئے چاہیئے کہ انسان ہر ایک معاملہ مین قناعت اختیار کرے اور ہر دم خدائے عزوجل کا شکر کرتا رہے وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکُمْ لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ اور جب پکار دیا پروردگار تیرے نے کہ اگر شکر کروگے تو زیادہ دونگا اور اگر کفران نعمت کروگے تو البتہ میرا عذاب سخت ہی لہذا انسان کو مناسب بلکہ واجب ہے کہ ہر حال مین اللہ کا شکر بجالاوے کیونکہ عدم ادائے شکر مین وعید ہے۔

ہماری زندگی کی کتاب

انسان کی زندگی ایک کوری اور سادی کتاب کی طرح ہے جسپر نوشت خواند کیلئے ایک دن کے واسطے ایک صفحہ اور ایک لمحہ کے واسطے ایک سطر مقرر ہے۔ جب کوئی صبح بستر خواب سے اوٹہتا ہے تو اوسکے روزمرہ کی زندگی کا ایک صفحہ جو خالی ہوتا ہے رات کو تمام اوپر سے نیچے تک تحریر سے پر ہوجاتا ہے یہانتک کہ اوس صفحہ مین کہین جگہ خالی او سفید نہین رہتی اور اسمین ہر لمحہ کا حال جس قسم کے افعال و اقوال اس سے سرزد ہوتے ہین درج ہوتا ہے بظاہر کوئی نہین جانتا ہے کہ اوسکا لکھنے والا کون ہے اور کیا لکھتا ہے مگر خوب یاد رکھو کہ تم خود ہی اوسکے لکھنے والے ہو اور خود اپنی ہی سرگزشت لکھتے ہو کہین لغو و بیہودہ قیل و قال اور خود غرضی و شرارت کی خیالات کی نقل ہے۔ کسی سطر مین مردم آزاری حق تلفی و تند مزاجی کی مثال ہے۔ کسی گوشہ مین ترک صوم و صلوۃ اور شراب خواری کا حال مندرج ہے کہین ناکاری شراب خواری و دروغگوئی کی کیفیت ہی اور کسی ورق مین نیکی فرمانبرداری اور عبادت اور امور حسنہ کا ذکر ہے مگر نہ کوئی اسکو دیکھہ سکتا ہے اور نہ یہہ تحریر ظاہر ہوسکتی ہے۔ ہر ایک انسان جو کلمہ اپنی زبان سے نکالتا ہے (نیک یا بد)

بخل یہہ ایسی صفت مذموم ہے کہ سب خوبیون کا ستیاناس کر دیتی ہے۔ اسکی موجودگی مین کوئی خوبی اور بہلائی اپنا جوہر نہین دکہا سکتی اور عقبی کے معاملات مین بخل کے اعمال حسنہ ضائع ہو جاتے ہین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْبَخِيلُ بَعِيدٌ مِنَ اللّٰهِ وَبَعِيدٌ مِنَ الْجَنَّةِ وَقَرِيبٌ مِنَ النَّارِ یعنی بخیل آدمی اللہ سے بہی دور اور جنت سے بہی دور اور جہنم کی آگ کے قریب ہے تمنے یہہ شعر کریما مین پڑہا تو ہوگا

بہشتی نباشد بحکم خبر	بخیل ار بود زاہد بحر و بر

بخیل اپنے دلمین یہہ خیال کرتا ہے کہ اگر مین مال خرچ کرونگا تو مفلس ہو جاؤنگا پہر کہان سے کہاؤنگا اس سے معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالی کی صفت رزاقی کا منکر ہے اور اوسکو رزاق مطلق کا اعتقاد نہین ہے (یہی عقیدہ موجب خرابی ہے) اور یہہ کودن یہہ نہین سمجہتا کہ ماں کے پیٹ مین کتنا خزانہ لیکر گیا تہا کہ نو مہینے بڑے امن چین سے بسر ہوئے اور شیر خوارگی کے زمانہ سے لیکر دولتمندی کے وقت تک کتنی ہمیانیان کمرسے باندہے رکہتا تہا اور سرپر کتنی تہیلیان ہمراہ لئے پہرتا تہا۔ یہہ خیال محض ناپاک باطنی کے اور گندے ہین وَاَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَآ اَخَّرْتَنِيْٓ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ اور خرچ کرو تم اوس چیز سے جو دیا ہے تمکو اللہ نے اس سے کہ آدے تم مین سے کسیکو موت۔ پس کہے ای رب میرے کیون نہ ڈہیل دی تو نے مجہکو ایک وقت نزدیک تک پس خیرات کرتا مین اور ہوتا مین صالحون سے۔ اور نہین ڈہیل دیگا اللہ کسی جی کو جب آدیگی اجل اوسکی اور اللہ خبردار ہے اوس چیز سے کہ کرتے ہو تم۔ مرنے کے بعد ہر شخص کے وارث اوسکا مال تقسیم کر لیتے ہین مگر اسکے وہی کام آتا ہے جو ایام زندگی مین اسنے اپنے خدا کی رضامندی مین صرف کیا اور اعمال صالح کئے باقی کوئی چیز دنیا سے ہمراہ نہین جاتی پس عقلمند کو اپنی زندگی کے عمدہ حصہ کو جو شباب ہے اچہے کامون مین صرف کرنا چاہئے۔

قناعت ایک نعمت عظمی اور دولت بے انتہا ہے جسکی برکت سے انسان اپنی موجودہ

ہونا آندہی اور طوفان کی مثل ہے جس سے کئی نقصان اور بُرے نتایج پیدا ہوتے ہین۔ پابندی وقت اور درستی سے کام انجام دینے والا انسان اپنے مالک و آقا کے نزدیک نہایت معززو سوقر ہوتا ہے۔ حکما کا قول ہے کہ انضباط اوقات موجب حفظ صحت ہے مثلاً وقت معینہ پر کہانا کہانا۔ وقت مقررہ پر سونا۔ اور معمولی وقت پر جاگنا اصل الاصول صحت ہے۔ اسیطرح پابندی اوقات سے روحانی صحت بہی حاصل ہوتی ہے چنانچہ وقت مقررہ پر پنجگانہ نمازون کو خشوع و خضوع کے ساتھہ ادا کرنے اور اپنے وقت وقت کی کارگزاری پر نظر ثانی کرنے سے حق تعالی کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے جو موجب حیات ابدی ہے۔ کسی دانشمند تجربہ کار کا قول ہے کہ کوئی چیز انسان کو ایسی مضرت نہین پہونچا سکتی جیسی کہ وقت کا فضول ضایع کرنا۔ انسان کا دل مثل چکی کی ہے اگر اسمین گیہون ڈالتے جاوگے تو آٹا نکلتا آویگا۔ اگر خالی چلاتے رہوگے تو خود اسکا نقصان ہوگا الغرض وقت ایک بہت قیمتی چیز ہے۔

ہماری زندگی کی رفتار

ہم دنیا مین ان مسافرون کی مانند ہین جو ہمیشہ دن کو نئی منزل چلتے اور ہر شب کو نئی جگہ مقام کرتے اور ہر روز نئی مسافت قطع کرتے اور ہر بار نیا قدم اوٹھاتے ہین جنمین سے کوئی میل چلتا ہے کوئی دو میل کوئی سو کوئی ہزار تک۔ پھر اپنے اپنے مقامات پر پہونچکر ٹھیر جاتے ہین۔ اسی طرح ہم اپنی عمر کی مسافت کو سالون اور مہینون اور دلون اور سانسون کے ذریعہ سے طے کر رہے ہین جسکی ابتدا حیات اور انتہا موت ہے اور درمیانی حصے سانس دن مہینے سال بمنزلہ قدم میل کوس اور منزلون کے ہین جنکو ہم روزمرہ طے کر رہے ہین جب ہم مین سے کوئی ایک سانس لیتا ہے تو وہ اپنی عمر کی مسافت مین ایک قدم رکھتا ہے جب ایک دن گزرتا ہے تو عمر کے عرصہ مین سے ایک میل کم ہوجاتا ہے۔ اور جب ایکسال پورا ہوتا ہے تو عمر کا ایک بڑا حصہ جسکی مسافت ایک بہاری منزل کے مساوی ہے کٹ جاتا ہے۔

جاوے تو دن اور رات بجلی کی چمک یا رعد کی کڑک کی طرح گزر جاتے ہین مگر باوجود اسکے
وہ آجکا کام کل پر ڈال دیتا ہے اسیطرح بے در بے تاخیر کرتا ہے اور طول امل سے خیال کرتا
ہے کہ ابھی زندگی بہت ہی حالانکہ یہہ محال ہے اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً
وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ جب آیا کسی کا وعدہ نہین پیچھے رہینگے اور نہ آگے نکل جاوینگے۔ اس طول
امل کا نتیجہ ندامت و شرمساری ہے جو اوسوقت کچھہ فائدہ نہین دیگی۔ جو شخص ریل کے ذریعہ
سفر کرنے کو تیار ہوتا ہے جب وقت گزر جاتا ہے اور گاڑی چل دیتی ہے تو اوسکو کیسا صدمہ
پہونچتا ہے حالانکہ یہہ گاڑی کا قصور نہین بلکہ خود مسافر کا قصور ہے جسنے ریل پر سوار ہونے
کے وقت کو محفوظ نہین رکھا۔ وقت کو قدرت نے ایسا ظرف اور معیار بنایا ہے کہ اگر انسان چاہے
تو چوبیس گھنٹہ کے عرصہ مین نہایت وسعت اور خوبی کے ساتھہ اپنے دین و دنیا کے ساری کام
پورے کر سکتا ہے۔ قدرت خداوندی ایسی ظالم نہین جو انسان کے سر پر ایسا بوجھہ رکھے جسکا
وہ متحمل ہو سکے یا دین و دنیا کے اسقدر کام اوسکے سپرد کرے جنکے پورا کرنے سے وہ عاجز
ہو قولہ تعالی لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا خدا کسی نفس کو تکلیف نہین دیتا مگر
موافق اوسکی طاقت کے۔ جب ہم کسی دوست سے کسی کام کے انجام دینے کا وعدہ کرتے
ہین تو پہلے ہم اپنے دلمین سوچ لیتے ہین کہ اپنے اوقات مقررہ مین سے اسقدر وقت کا
حصہ نکال سکتے ہین جسمین اس کام کو پورا کر سکین گے۔ لیکن پھر کیلئے کام پورا نہین ہوتا
اسلئے کہ ہم اپنے وعدہ کو بھول جاتے ہین اور جو وقت اس کام کے لئے سوچا تھا اوسکو
محفوظ نہین رکھتے غفلت اور سستی مین کھو بیٹھتے ہین۔ انجام یہہ ہوتا ہے کہ ہم وعدہ
خلاف مشہور ہو جاتے ہین اور رفتہ رفتہ ہمپر کسی کا اعتماد نہین رہتا۔ انسان غیر ذی روح
نہین۔ انسان بہتر نہین جو وقت کی قدر نکرے بلکہ وہ دنیا مین انہی نظام فطرت کی ہمراہ آیا
ہے جسپر غور کرنے سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اوسکو یہان رہکر بہت کچھہ کرنا ہے لیکن اگر یہہ کرنے
والے کام باقاعدہ اور پابندی وقت اور درستی کے ساتھہ انجام پاوے تو کرنے والے کی
شائستگی اور خوش اسلوبی ثابت ہوتی ہے۔ اور یہہ امر بھی مسلم ہے کہ جو کام پابندی وقت
اور قواعد کے لحاظ سے کیا جاوے اوسکا نتیجہ درست اور عمدہ نکلتا ہے۔ کام کا بقاعدہ

اگر نظر عمیق سے دیکھا جاوے تو دنیا مین کوئی آرام و راحت نہین ہے لیکن ہم جو بظاہر خوشی اور فرحت کے سامان دیکھتے ہین یہ فی الواقع ایسے نہین ہین بلکہ غم و تکلیف کو ایک حد و دغدغہ کے لئے روکنے والے ہین۔ غذا کھانے مین جو ہمین کسیقدر راحت معلوم ہوتی ہے وہ دراصل بھوک کی آگ بجھانے والی ہے جسکو ہم مجازاً راحت سمجھتے ہین اور اسی سبب سے غذا بھوک کی حالت مین کھائی جاتی ہے۔ باغ و بہار کے نظارے سے اور خوشنما اشیا کے دیکھنے سے جو ہماری آنکھون کو ٹھنڈک اور دلکو فرحت پہونچتی ہے وہ ایک معمولی بات ہے اور اوس تکلیف کے بالمقابل واقع ہوئی ہے جو ناپسندیدہ اشیا کے دیکھنے سے آنکھون کو ظلمت اور دل کو کدورت پہونچاتی ہے پانی پینے سے جو جسم کو تازگی حاصل ہوتی ہے نہ درحقیقت وہ لذت ہے اور نہ آرام بلکہ وہ ایک ادنے بات ہے اور اوس تکلیف کا معاوضہ ہے جو پانی کے نہ میسر ہونے کی حالت مین آدمی کو پہونچتی ہے۔ عمدہ اور لذیذ غذا کا کھانا موجب فرحت نہین بلکہ اوس رنج والم کو روکنے والا ہے جو ایسی غذا کے نہ ملنے سے دل پر صدمہ پہونچاتے ہین۔ مطلوب و محبوب کے ملنے سے جو دل کو سرور حاصل ہوتا ہے وہ اوس آتش کو فرو کرتا ہے جو ہجر و فراق مین طرح طرح کی مصیبتین برپا کرتی ہے غرضکہ دنیا آرام و راحت کا گھر نہین ہے یہان کوئی لذت نہ فرحت ہے اور نہ اصلی نعمت بلکہ سراسر تکلیفین یا تکلیفون کے روکنے والے سامان ہین۔

زینت دنیا کسقدر جائز ہے

بہتر اور قیمتی کپڑا پہننا اور بیش قیمت برتن مین نفیس کھانا کھانا اور پرتکلف مکانون مین رہنا اور اچھی سواری پر سوار ہونا بشرطیکہ یہ سب چیزین حلال کی قسم سے ہون ممنوع نہین اور جسقدر جائز ہے اوسقدر زینت کرنا منع نہین بلکہ اگر شکر کے واسطے ہو تو بہتر ہے مگر نمود اور نام کے لئے اور تکبر اور اترانے کی راہ سے نہو تو مکروہ اور حرام ہے۔ اگر نام و نمود اور تکبر کی راہ سے نہو مگر اوسمین کافرون یا فاسقون یا بدعتیون کے ساتھ مشابہت ہو تو وہ کام بھی منع ہو جاتا ہے اگرچہ کرنے والے کا مقصود مشابہت نہو۔ اس زمانہ مین خصوصاً ہند مین جو لوگ مکان اور پوشاک اور سواری اور اسباب خانہ داری مین جو لوگ بیجا تکلف و زینت

اگر غور وتامل سے دیکھا جاوے تو ہماری عزت اور ہماری قدر ان مسافرون سے بھی
کمتر ہے کیونکہ وہ تو اپنے سفر مین خود مختار ہین جب چاہتے ہین کسی ضرورت کے لئے زیادہ
رستہ طے کر لیتے ہین اور جب تھک جاتے ہین یا آرام لینا منظور ہوتا ہے تو آہستہ چلتے ہین
یا مقام کر لیتے ہین۔ لیکن ہم اگر ہزار چاہین کہ اپنی عمر کو ٹھیرا رکھین یا زمانہ کو گزرنے نہ دین
تو کبھی اپنے ارادہ مین کامیاب ہونگے اور اپنی آرزو کبھی پوری نکر سکین گے لَا یَسْتَاخِرُوْنَ
وَلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ جب کسی کی عمر کا زمانہ پورا ہوجاتا ہے تو وہ اوس سے ایکدم آگے
نہین بڑھ سکتا۔ جب سے ہم دنیا مین پیدا ہوئے ہین اوسی وقت سے دنیا ہمسے دور
ہوتی جاتی ہے اور قیامت نزدیک آتی جاتی ہے۔ راحت جاتی ہے غم آتا ہے۔ جوانی
جاتی ہے پیری آتی ہے۔ زندگی جاتی ہے موت آتی ہے کل نفس ذائقۃ الموت۔ بادشاہی
جاتی ہے فقیری آتی ہے۔ رفاقت جاتی ہے تنہائی آتی ہے۔ مہلت جاتی ہے فرقت
آتی ہے۔ امید جاتی ہے ناامیدی آتی ہے۔ حکومت جاتی ہے بے اختیاری آتی ہے غرضکہ
دنیا جاتی ہے اور قیامت آتی ہے۔ پس آنے والی شے کو چھوڑنا اور جانے والی کے پیچھے پڑنا
اور قریب سے کنارہ کش ہونا اور بعید کی خواہش کرنا۔ ناقص سے خوش ہونا اور مفید
سے اعراض کرنا نہایت حماقت نہین تو اور کیا ہے۔

دنیا کی حالت

ہماری عمر کی تین حالتین ہین۔ ایک پیدا ہونے سے پیشتر کا زمانہ۔ دوسرا ایام دوران
زندگی۔ تیسرا مرنے کے بعد کا زمانہ۔ پہلا اور پچھلا زمانہ جسکو ازل وابد کے ساتھ تعبیر کیا
جاتا ہے نہایت زیادہ بلکہ غیر متناہی ہے۔ لیکن زندگی کا زمانہ بہت تھوڑا اور محدود ہے
پس ان محدود ایام کے واسطے (کہ وہ بھی راحت کے نہین بلکہ سراسر تکلیفون اور مصیبتون
سے پر ہین) اوس بڑے زمانہ سے غافل رہنا اور اوسکے لئے کسی سامان کا مہیا نہ کرنا
بڑی نادانی اور بیوقوفی ہے کیونکہ آخرت کے مقابلہ مین دنیا کی ایسی قلیل مقدار ہے جیسے
کوئی سمندر مین انگلی ڈبو کر اوسپر پانی چڑھانا چاہتا ہے۔ بلکہ اس سے بھی ہزار درجہ کمتر ہے

نا لیچے اور پلنگ اور سہریان تہیہ سے لگانا اور گاو تکیئے اور پلنگ پوش سجانا ہاتہیون
اور گہیون پر سوار ہونا محل مین کئی کئی عورتین کہنا اور خزانہ کا وافر ہونا اپنا فخر سمجھتے ہین
حالانکہ دنیا کے یہہ سب اسباب اول تو میسر ہی نہین ہوتا باوجودیکہ اسکی تلاش مین بڑی بڑی
محنتین و مشقتین اوٹہاتے ہین اور ادنے ادنے لوگون کی خوشامد مین صبح سے شام اور
شام سے صبح کر دیتے ہین اور سیکڑون طرح کے جہوٹ بولتے اور فریب کرتے ہین اور اگر
بالفرض کسی کو دنیا کا مال و جاہ میسر بہی ہوا تو رات دن اوسی کی حفاظت و افزائش کی تدبیرون
مین مصروف رہتے ہین اور ایک دوسرے سے حسد و بغض اور دشمنی پیدا کرتے ہین اسکا انجام
یہہ ہوتا ہے کہ کبہی اسکی تلاش ہی مین اور کبہی بعد حاصل ہونے کے مرجاتے ہین اور یہہ
کارخانہ جسکی تلاش مین عمر کا ایک قیمتی حصہ ضایع کیا تہا یون ہی پڑا رہجاتا ہے اور موت کے
وقت کف افسوس ملتی ہین اور وہ عورتین گہوڑے کہیتی جانور اور مال و منال کچہہ کام
نہین آتے پہر ایسی چیزون کی محبت مین مشغول رہنے سے کیا فایدہ - جو چیز تہوڑی سی محنت سے
ملجائے اور ہمیشہ باقی رہے اور عیش و آرام بہی اوسمین زیادہ ہو اوسکو کیون نہ حاصل کرین
اس سے اللہ بہی خوش ہوتا ہے اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ
السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰۤى
اِذَاۤ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَاۤ اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ
عَلَيْهَاۤ ۙ اَتٰىهَاۤ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ
كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۔ فرمایا خداوند تعالی نے سورۂ یونس
مین کہ سوائے اسکے نہین کہ مثال زندگانی دنیا کی مانند پانی کی ہے کہ اتارا ہمنے اوسکو آسمان
سے پس ملگئی ساتہہ اوسکے روئیدگی زمین کی اوس چیز سے کہ کہاتے ہین لوگ اور
مواشی یہان تک کہ پکڑتی ہے زمین بناؤ اپنا اور زینت اور جانتے ہین لوگ اوسکے کہ
وہ قادر ہین اوپر اوسکے - آتا ہے اوسپر حکم ہمارا رات کو یا دن کو بس کر دیتے ہین ہم اوسکو
کاٹکر ڈہیر گویا کہ کل یہان نہ تہی بستی اس طرح مفصل بیان کر دیتے ہین ہم نشانیان اپنی
واسطے اوس قوم کے جو فکر کرتی ہے - یعنی خشک زمین پر جب پانی آسمان سے برستا ہے

کرتے ہین وہ صرف اسیواسطے ہے کہ ہمجنسون اور قوم اور برادری مین نام اور بڑائی ہو جے
یہان تک نوبت پہونچی کہ جایز اور ناجایز اور حرام و حلال کی بہی تمیز نہ رہی چنانچہ بعض چیز
بنفسہ حرام ہین جیسے مکانون مین تصویرین لگانا اور فرش و تکیہ مشجر۔ دارائی کمخواب اور اطلس
بردے لگانا۔ ایسے ہی کمخواب و اطلس یعنی ریشمی کپڑا مرد کو پہننا اور بہت سا گوٹہ دار یا مسر
کسنبے کا یا زرد زعفرانی کپڑا یا ٹاٹ بانی جوتا اور سونے کی انگوٹہی مرد کو پہننا اور عطر دان خا
اور رکابیان آبخورے چاندی سونے کے استعمال کرنا اور عورت کو نہایت باریک کپ
پہننا جایز نہین۔ اور بعض چیزین زینت کی ایسی ہین جو کافرون اور فاسقون کی مشابہت
کے سبب سے حرام ہین جیسے بعض جہلا مستورات بناؤ سنگار مین فاحشہ عورات کی مشابہت
کرتی ہین اور بعض اس وجہ سے ممنوع ہین کہ اونکے سبب سے غرور اور تکبر پیدا ہوتا ہے اور بعض
کام نمواری اور نام کے واسطے آدمی کرتا ہے اور جب ایسے کامو مین آدمی پہنس جاتا ہے
ہر وقت دنیا مین مستغرق رہتا ہے اور اللہ سے اور عاقبت سے غافل ہو جاتا ہے قال اللہ تبارک
و تعالیٰ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَاءِ وَالْبَنِينَ وَالْقَنَاطِيرِ الْمُقَنْطَرَةِ
مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْأَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ۗ ذَٰلِكَ مَتَاعُ
الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ وَاللَّهُ عِنْدَهُ حُسْنُ الْمَآبِ فرمایا اللہ نے سورہ آل عمران
مین کہ رجہایا ہے لوگون کو محبت نے عورتون اور بیٹون کی اور جمع کرنے سونے اور چاندی
کی اور گہوڑے پلے ہوئے اور مواشی اور زراعت کی یہہ برتنا ہے زندگی دنیا کا اور اللہ جو
اوسی کے پاس ہے اچہا ٹہکانا۔ یعنی لوگون کو عورتون کی اور بیٹون کی اور بہت سی اشرفیو
روپیون کی اور اچہے گہوڑون کی اور گائے بہینس غیرہ جانورون کی اور کہیتی کی خواہش
اور اسمین انکو لذت معلوم ہوتی ہے اور وہ ان چیزون کی محبت مین خوشی سے مشغول
ہین۔ جسقدر مال و اولاد اور گہوڑے کہیتی کا زیادہ علاقہ بہت ہوا اسیقدر زیادہ عزت سمجہ
ہین پہر اس مال سے بڑے بڑے اونچے سنگین اور وسیع گلکاریون کے مکان بنانا پہر اوسمین
چہتین اور دیوار گیریان اور جہاڑ فانوس اور تصویر اور آئینے لگانا اور مشجر اور بانات پردے
لگانا اور چوکیان کرسیان شجر سے منڈہنا اور طرح طرح کے فرش اور تصویر دار قالین ا

ہمارے لئے ہے عقلمند کا کام نہین کہ چند روزہ لذتون پر فریفتہ ہوکر دایمی عیش کو ضایع کرے۔ یہہ دنیا فانی ہے اور باقی وہی آخرت کا گھر ہے مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ وہان پرہیزگارون کو عیش و آرام دایمی ہوگا یہہ سونے چاندی کی چیزین اور عالی شان مکان اور زر و زینت و اسباب صرف دنیا کی زینت ہین آخرت مین کام نہ آئینگی پس مسلمان کو لازم ہے کہ جو چیز کام آنے والی ہے اوسمین کوشش کرے اور دنیا کے عیش و عشرت مین نہ پڑے مال دنیا جس قدر باسانی میسر ہو اوسی پر قناعت کرکے عبادت آلہی مین عمر بسر کرے جن مسلمانون کو دنیا کی سلطنت و امیری ملی ہے اونکو خدا کا شکر کرنا چاہیئے اور یہہ سمجھنا چاہیئے کہ یہہ مال ملک و ہمارے ذاتی عیش و آرام کے لئے نہین بلکہ خلق اللہ کی آسایش اور دین کی خدمت کے لئے ہے حدیث مین مروی ہے کہ جسنے چھوڑدیا زینت کا کپڑا عجز و انکسار کے لئے پہنا و یگا اوسکو اللہ جوڑا بزرگی کا آخرت مین۔ پہر خواہ مخواہ متقطع وضع بنانا اپنے تئین تکلیف مین ڈالنا ہے پھٹے پرانے کپڑون کو برا جاننا۔ در فاسق امیرون کے ساتھہ نشست و برخاست کرنا اچھا نہین خصوصًا علما و مشایخ کے حق مین بہت مضر ہے۔ پہر اپنی زینت زیادہ کرنا اور شب و روز اسی فکر مین رہنا اور بہی برا ہے اور نیز زینت کرنے مین کبہی کفار سے مشابہت ہوجاتی ہے مثلاً آرایش مکان کے لئے تصویرین لگانا ٹخنون سے نیچا پایجامہ پہننا یا لمبی لمبی قبائین پہننا جس سے معلوم ہو کہ یہہ مولوی یا مشایخ ہین غرض زیادہ زیب و زینت سے انسان اکثر مبتلای گناہ ہوجاتا ہے لہذا مناسب ہے کہ جسقدر شریعت اسلامیہ مین جایز ہے اوس سے تجاوز نہ کرے۔

عیب جوئی و غیبت کی مذمت دلایل عقلی و نقلی سے

یہہ بد خصلت ظاہر مین ایک ہے لیکن اصل مین کئی عیبون کا مجموعہ ہے جس شخص مین لوگون کی عیب جوئی و بدگوئی کی عادت ہوتی ہے وہ عقل سے بالکل محروم ہوتا ہے اور خود پسندی کینہ وری۔ بد باطنی و دروغگوئی اور فتنہ انگیزی بہی اوسمین ضرور ہوتی ہے۔ غرض عیب جو انسان خود کئی عیبون سے بہرا ہوا ہوتا ہے۔ یہہ ایک حکمت کا ایسا یقینی مسئلہ ہے جو استدلال

زمین سے سبزہ کہیت زمین اوگتا ہے اور اوسمین سے غلہ اور ساگ وغیرہ آدمیون کے کہانے
کا ہوتا ہے اور گہانس پہوسا جانورون کے کام آتا ہے تو ان کہیتون اور سبزہ کے سبب
زمین کی رونق ہوجاتی ہے کہ کوسون تک سبزہ اور گلزار ہی گلزار نظر آتی ہے جب زمین اسطرح
زینت پر آتی ہے تو کہیتی والے اور کہانیوالے جانتے ہین کہ اب یہہ ہمارے کام آئیگی
پہر یکایک کوئی فوج آن پڑتی ہے وسنے اوس کہیتی اور سبزہ کو کاٹکر ڈہیر کردیا۔ یا کوئی ہوا ایسی
چلی یا کیڑا لگ گیا یا دہوپ اس شدت کی پڑی کہ وہ سبزہ اور کہیت تباہ ہوگیا گویا پچہلے
دنون وہان کچہہ تہا ہی نہین اور وہ لوگ افسوس مین رہ گئے۔ ایسا ہی دنیا مین آدمی کی
زندگی کا حال ہے کہ وہ پہلے نہ تہا اور جب بنا تو روح آسمان سے آئی بدن مین بلکہ قوت پکڑی
اور انسانی یا حیوانی کام کرنے لگا اور ہنر وعقل اور سلیقہ مین کامل ہوا ہر طرح طرح کی اسباب
وسامان جمع کرنے لگا گہر والون نے جانا کہ اب ہمارے نصیب جاگے اور اس سے گہر
خوب درست ہوکر رونق پکڑیگا۔ ناگاہ حکم الٰہی رات کو یا دن کو آیا پہر وہ جٹ مرگیا اور متعلقین
نے اوسکو خاک مین برابر کردیا چندروز کے بعد ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ گویا پیدا ہوا ہی
نہین تہا۔ اسوقت اگر ہزار طبیب دانا مسیح وقت اور لاکہہ حکیم لقمان ثانی موجود ہون اور
تمام جہان کے علاج مہیا اور خزانہ شاہی موجود ہو ممکن نہین کہ موت ایک لحظہ بہی
ٹل سکے۔ اور یہہ معلوم نہین کہ زندگی کتنی ہے اور موت یقینی ہے اور ہر لحظہ آدمی کی عمر کم
ہوتی جاتی ہے۔ جیسا کہ برف بیچنے والے کا حال ہے کہ ہردم اوسکی برف پگہل کر کم ہوتی
جاتی ہے اور یہہ پگہلنا یقینی اور بکنا موہوم ہے۔ پہر مرنے کے بعد وہ کارخانہ اور اسباب
پڑا رہ جاتا ہے اور اوسکے چہوٹنے کا غم اور اپنی عمر کا الم ساتہہ جاتا ہے اور گہر والون اور عزیز
واقربا کو افسوس باقی رہ جاتا ہے۔ مگر یہہ بیان اون لوگون کے لئے ہی جو عالم اسباب کو دل
کی آنکہون سے دیکہکر فکر کرتے ہین اور بیوقوف ضدی کو سمجہانا محال ہے اور اندہے کو آگے
آئینہ رکہنا بیفائدہ۔ پہر بقدر زندگی کے لیے سختی اوٹہانا اور بہت سامان واسباب
جمع کرنا اور بنا وسنگار مین مبالغہ کرنا اور نمائش خرچ نکالنا ہوشمندی سے بعید ہے بلکہ
مسلم کو یون جاننا چاہئے کہ عیش دنیا کفار کے لئے مخصوص ہے اور آخرت کی نعمت اور جنت

عدالت مین شہادت کے لئے طلب کیا جاے اوسکو اوس شخص کی نسبت جسکا حال اوس سے پوچھا جاوے سچ سچ کہدینا کچھہ گناہ نہین بلکہ فرض ہے وَلَا يَأْبَ الشُّهَدَاءُ إِذَا مَا دُعُوا اور نہ انکار کرین گواہ جب بلائے جاوین اور سچ کہدین۔ اگر کوئی شخص کسیکا نام خصوصیت کے ساتھہ نہ لے اور اوسکی نسبت کچھہ نیک و بد بیان کرے تو اسمین کوئی ہرج نہین اور ہسکو عیب جوئی بھی نہین کہتے۔ مثلاً زید کہتا ہے کہ کل یہان ایک شخص آیا اور اوسنے یہہ بد معاشی کی یا فلان شخص وہان رہتا ہے اور اوسکا چال چلن خراب ہے تو یہہ عیب جوئی مین داخل نہین ہان اگر اس بات سے کوئی فایدہ مقصود نہو تو البتہ لغو ہے۔ اور خلاف رائے کے اظہار کو بھی عیب جوئی نہین کہہ سکتے مثلاً کوئی شخص اپنے احباب کی مجلس مین بیان کرے کہ فلان مسئلہ مین فلان صاحب کی رائے سے مین اتفاق نہین کرتا اونکا فلان دعوی میری رائے مین بے دلیل ہے اور اوسکا کوئی ثبوت مجھکو معلوم نہین ہوتا تو یہہ کوئی ہرج کی بات نہین مگر شرط یہہ ہے کہ جسکی نسبت اختلاف رائے ظاہر کیا جاے اوسکی نسبت اہانت یا تمسخر کے کلمات استعمال نہ کئے جائین۔ اور اگر کوئی شخص لوگون کو ایسا دہوکا اور فریب دیتا ہو جس سے عوام کو نقصان پہونچنے کا اندیشہ ہو اور اس فریب سے کوئی شخص بخوبی واقف ہو جاے تو بغیر سخت الفاظ استعمال کرنے کے اوسکی حقیقت کو لوگون کی خیر خواہی کی غرض سے ظاہر کر دینا عیب جوئی مین داخل نہین مگر ایسے اتفاق بہت کم پیش آتے ہین۔ بہت لوگ ہین جو ایسے معقول عذرون کے پردہ مین نہایت بیجا کام کر گزرتے ہین۔ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ جہان چند اشخاص کا مجمع ہوا اور آپسمین بیہودہ گفتگو شروع ہوئی تو وہان کسیکی غیبت بہی ہو جاتی ہے اس سے اجتناب واجب ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اجْتَنِبُوا كَثِيرًا مِّنَ الظَّنِّ إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ وَلَا تَجَسَّسُوا وَلَا يَغْتَب بَّعْضُكُم بَعْضًا أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَن يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوهُ اے لوگو جو ایمان لاے ہو بچو بہت گمانون سے تحقیق بعض گمان گناہ ہے اور مت عیب ٹٹولو اور نہ غیبت کرین بعض تمہارے بعض کی کیا دوست کہتا ہے کوئی تم مین سے یہہ کہ کہاوے گوشت اپنے بھائی مرے کا پس نہ خوش رکھوگے تم اوسکو یعنی غیبت کرنا اور اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کہانا برابر گناہ ہے۔ اور غیبت کے معنی ہین کسیکی پیٹھہ پیچھے

منطقی اور مشاہدہ سے بخوبی ثبوت کو پہونچ چکا ہے۔ جیسے ہمکو معلوم ہے کہ افیون کا ذائقہ تلخ ہوتا ہے۔ اسکے کہانے سے نیند آتی ہے۔ پسینا لاتی ہے۔ قبض کرتی ہے اور زہر کا اثر رکھتی ہے۔ اسیطرح جب کسی کو معلوم ہو کہ فلان شخص عیب جو ہی تو سمجھہ لینا چاہیے کہ وہ بیوقوف خودپسند کینہ ور بد باطن دروغگو اور فتنہ انگیز ہے کیونکہ جب کسی شے کی ماہیت نہ بدلے اوسکے خواص لازمی اوس سے جدا نہین ہوسکتے اور جو شخص ان خصلتو سے موصوف ہو وہ کبھی نیک اور دانا شخص کی صحبت کے لائق نہین ہوسکتا گویا وہ ایسے وبائی مرض کا مریض ہے کہ جسکے قریب آنے والے بھی اوسکے اثر بد سے محفوظ نہین رہ سکتے۔

پہلے عیب جوئی کے معنی سمجھہ لینے چاہئین تاکہ اسکے مصداق کے پہچاننے مین غلطی واقع نہو اوسکے بعد کچھہ وجوہات عقلی بیان کئے جاوینگے جنسے عیب جوئی کے ساتھہ اور کئی خصلتون کا پایا جانا بھی ضروری ثابت ہوگا۔ جب کوئی شخص کسی کا اخلاقی یا جسمانی عیب حقارت یا نفرت یا ٹھٹھے یا عداوت کی راہ سے بلا ضرورت لوگون کے روبرو بیان کرے یا کسیطرح کے اشارہ سے لوگون کو اوسپر مطلع کرے تو وہ عیب جو کہلائیگا۔ یہہ اصطلاحی و عرفی معنی عیب جوئی کے ہین جو نہایت مذموم خصلت ہی۔ ضرورت کی قید لگانے سے اشخاص ذیل خاص حالات مین اس تعریف سے مستثنےٰ ہوگئے۔

اول وہ شخص جو انتظام ملکی اور ضرورت قانونی کی وجہ سے عیب کی تفتیش کرکر اوسکا اظہار کرتا ہی مثلاً عدالت اور محتسب کو لازم ہے کہ مجرمون اور مشتبہ لوگون کے نیک و بد حالات کی اوس حد تک تفتیش کرکے اوسکا اظہار کرین جہانتک کسی مظلوم کی دادرسی کو متعلق ہو۔ مگر اس سے زیادہ عیب جوئی اونکے لئے بھی گناہ ہے۔ دوسرے ہر ایک صیغہ کے افسر کو اپنے ماتحتون کے چال چلن کی اسقدر نگرانی چاہیے کہ جسمین غفلت کرنے سے اوس صیغہ کے حسن انتظام مین خلل واقع ہونے کا اندیشہ ہو۔ تیسرے کسی مظلوم کو حاکم مجاز کے سامنے اپنے تعدی کرنے والے کی نسبت سچ سچ کہدینا کچھہ بیجا نہین۔ چوتھے جو شخص کسی برائی مین ضرب المثل ہو چکا ہو وعظ یا کسی اور تقریر کے موقع پر اوسکی نظیر دینے مین کوئی ہرج نہین۔ پانچوین تاریخ یا سوانح عمری لکھنے والے کا فرض ہے کہ جو حسن و قبح اوسکو تحقیق معلوم ہو اوسکو اپنی تحریر مین درج کردے۔ چھٹے جو شخص

نہین چھوٹتی - افسوس کہ ہم معصوم بچون کی نہایت عزیز زندگی کو خراب کرکے اوسکا وبال
اپنے ذمے لیتے ہین غیبت کی نقصانات بار بار شرح بیان کرنے کی چندان ضرورت نہین
اے خدا تو ہمکو اور ہمارے ہمجنسون کو غیبت کی طوفان سے بچا - آمین یا رب العالمین

خوشی

خوشی ایک ایسا عام لفظ ہے کہ اوسکے لغوی معنی سے اسجگہ بحث کرنے کی چندان ضرورت
نہین وہ کونسا انسان ہے جو خوشی اور غم سے ناواقف نہین رنج و راحت کو نہ جانتا ہو
دکھ سکھ کو نہ پہچانتا ہو - یہ انسان کی ایسی ہمدم رفیق ہے کہ عمر بھر اوسکے دم کے ساتھ
رہتی ہے - امید ونکو بڑہاتی ہے کامیابیون کا شوق دلاتی ہے طرفہ یہ کہ ساری خدائی کی
نعمتین حاصل ہوجانے پر بھی اس سے سیری نہین ہوتی - غریب امیر بوڑہا جوان عالم ونادان
ہر ایک اسی دہن مین لگا رہتا ہے کہ اپنے ہمسرون سے سبقت لیجائے دوسرون سے برتر
کہلائے عیش وعشرت کی سامان بہم پہونچائے - راحت وآسایش کے اسباب مہیا کرے
دل کی کلفتین دہوئے اور دنیوی خواہشونکو پورا کرنے حظ نفسانی ورغبت حیوانی کا لطف
اوٹھائے - غرض تمام آدمیون نے اسی کا نام خوشی کہہ چھوڑا ہے لیکن ہم اسکے معنی کسیقدر
وسعت کے ساتھہ بیان کرتے ہین -

خوشی ایک اضافی امر ہے یعنی جب ہم کسی آدمی کو خوش کہتے ہین تو اوس سے ہماری غرض
یہہ ہوتی ہے کہ وہ اورون کی نسبت جنسے ہمین اوسکا مقابلہ کرنا منظور ہوتا ہے زیادہ خوشی
کی حالت مین ہے - یا یون کہو کہ وہ خود ایسی حالت مین ہے جسکو ہم اوسکی پہلی حالت پر
ترجیح دیتے ہین اور اسوجہ سے اوسے زیادہ خوش خیال کرتے ہین - اس لفظ کا پورا پورا اطلاق
کسی شخص کی ذات پر اوس حالت مین ہوسکتا ہے جبکہ ایک عرصہ کی محنت ومشقت کے بعد
اوسکی دلی مراد برآئی ہو - کسی امتحان مین کامیابی ہوئی ہو یا مدت کی جدائی اور مفارقت کے بعد
اپنے خویش واقربا کی ملاقات نصیب ہوئی ہو - علی ہذا القیاس -

ہم عموماً روزمرہ کی بول چال مین اوس آدمی کو خوش کہدیتے ہین جو خوشحالی تندرستی اور

برائی کرنا۔ اسی کو ہم دوسرے لفظون مین یون بھی کہہ سکتے ہین کہ ایک شخص کی عدم موجودگی
مین اوسکی بابت ایسے الفاظ کہنے یا ایسی عبارت مین اوسکا ذکر کرنا کہ اگر وہ اوسکے مُنہ سامنے
کہے جاتے یا وہ سنتا تو اوسکے رنج کا باعث ہوتے۔ یہہ ایسی بد صفت ہے کہ انسان کی ساری نیکیون
کو برباد کر دیتی ہے۔ اسلام کے سچے پیشوا کا قول ہے کہ غیبت کرنی اور اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت
کھانا برابر ہے۔ معاذ اللہ۔ غیبت کرنے والے کی بات کو کوئی عقلمند معتبر نہین سمجھتا اور اوس سے
کوئی بات کہنی اس لیئے پسند نہین کرتا کہ مبادا اسکو اوسکے نیک و بد کی اطلاع دے۔ غیبت کرنے
والا اوس شخص کو جسکی وہ غیبت کرتا ہے کچہہ بھی نقصان نہین پہونچا سکتا بلکہ وہ خود اپنے ساتھہ
دشمنی کرتا ہے اور اپنے ہی رستے مین کانٹے بوتا ہے۔ غیبت کرنیوالا اپنے تئین صرف یہی نقصان نہین
پہونچاتا کہ وہ عام کی نظرون مین سبک اور حقیر ہو جاتا ہے بلکہ اعتبار کھو کر جہان کی ملامت کا
نشانہ بنجاتا ہے۔ وہ صرف اپنے دین ہی کا نقصان نہین کرتا بلکہ دنیوی کامون مین بھی کامیاب
نہین ہوتا۔ وہ صرف اپنی ہی عزت برباد نہین کرتا بلکہ اپنی آنیوالی نسلون کے لئے زہریلا بیج
بوتا ہے۔ کسی کی غلطی کی اصلاح یا مناسب نکتہ چینی کرنا (بشرطیکہ نیک نیتی سے ہو) غیبت
نہین۔ غیبت اوس حالت مین ہوتی ہے کہ جب برائی کرنے سے کہنے والے کا منشا مشارالیہ کا رسوا
کرنا ہو۔ اگر غور سے دیکھا جاوے تو یہہ بد عادت سب سے زیادہ ہمارے ہی ملک مین پائی جاتی ہے
جسکی نسبت مین یقیناً کہہ سکتا ہون کہ یہہ مذہبی تعلیم و تربیت کی کمی کا نتیجہ ہے۔ اسلامی ممالک
مین جہان تہذیب و شائستگی کی چاندنی پھیلی ہوئی ہے ہرگز ایسی ناشائستہ عادتین نہین پائی جاتین
مینے بچشم خود ملک حجاز مین دیکھا ہے کہ اس بد عادت کا کہین نام و نشان نہین وہان کے لوگ جھوٹ
بھی نہین بولتے ہر ایک دکاندار اپنی جنس کی وہی قیمت لیتا ہے جو مُنہ سے کہتا ہے اگر کوئی
ہندی اپنی عادت کے موافق قیمت مین کمی بیشی کرتا ہے تو اوسکے ہاتھہ سودا نہین بیچتے۔ غیبت کی
طاقت جھوٹ سے بہت زیادہ ہے وہ بنفسہٖ خود ایک بد خصلت ہے اور یہہ تمام نیک خصلتون
کو بھی معیوب کر دیتی ہے۔ نہایت افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ ہمارے ملک مین کم سن معصوم
بچون مین عمدہ تربیت نہ ہونے کی وجہ سے یہہ وبا پھیل جاتی ہے اور ابتدا مین ہماری بے توجہی
کے باعث آخر مین اسکی اصلاح مشکل بلکہ ناممکن ہو جاتی ہے اور تا دم مرگ اونسے یہہ بد عادت

وہ اعضا جنسے خوشی محسوس ہوتی ہے بالکل کند ہوجاتے ہین ہر ایک شخص اس امر کو تسلیم کرتا
ہے کہ نئی اور پرانی خوشی مین رات دن کا فرق ہے اور جسقدر انسان اسکا زیادہ ترعادی ہوتا جاتا ہے
اسکی ابتدائی کیفیت آخر کو بالکل غایب ہوجاتی ہے یعنی انسان اگر زیادہ مدت تک متواتر
کسی خوشی مین مصروف ہے تو وہ خوشی خوشی نہین رہتی بلکہ وبال جان ہوجاتی ہے۔ بچے کھیل
کو نہایت پیارا سمجھتے ہین مگر تمام دن کھیلنا انہین بھی دوبھر ہوجاتا ہے۔ حیف صد حیف
چند لمحہ کی خوشی کی خاطر انسان بالکل اندھا ہوجاتا ہے اپنا نفع نقصان نہین سوچتا
اور خواہش حیوانی کے نشہ مین ایسا بدمست ہوجاتا ہے کہ دین دنیا دونون کو کھو بیٹھتا ہے
صدہا امراض مول لیتا ہے ناحق ہزارون خرخشے پیچھے لگا لیتا ہے۔ غرضکہ زندگی وبال اور
زیست ایک جنجال معلوم ہونے لگتی ہے بیقراری ہمیشہ ستاتی ہے۔ اس قسم کے آدمیون کا
بہت سا وقت بیکار اور مصیبت مین گزرتا ہے۔ ہمنے یہان اون مصیبتون کا مفصل بیان نہین
کیا جو بعض اوقات موقع ہاتھ سے نکل جانے یا دلی آرزو کے نہ برآنے سے طبیعت پر واقع ہوتی
ہین اور دل پر ایک عجیب مایوسی وافسردگی طاری کردیتی ہین۔ بیکار بیٹھے رہنے اور دین کے
تفکرات سے آزاد ہونے مین خوشی نہین بلکہ حضور قلب سے عبادت الٰہی مین مشغول ہونا سچی
خوشی ہے۔ چونکہ دنیا مین خدای تعالی نے انواع و اقسام کی طبیعتین پیدا کی ہین اور کسی دو آدمیون
کا مزاج یکسان نہین پایا جاتا اسلئے اس طبعی اختلاف کے باعث جو بنی نوع انسان مین بکثرت
پایا جاتا ہے ایک ایسا کلیہ قاعدہ مقرر کرنا غیر ممکن ہے اس لحاظ سے زندگی کی صرف وہ حالتین
بیان کی جاتی ہین جنمین عموماً انسان بشاش اور زندہ دل نظر آتا ہے اور انہی دو حالتون
کو ہم عموماً اصل خوشی سے تعبیر کرتے ہین۔

اخلاص و محبت وہ آدمی ہمیشہ خوش اور زندہ دل رہتے ہین جو اپنے خویش و اقارب
سے ہر وقت دلی محبت کا اظہار کرتے اور اونکے رنج و راحت مین شریک رہتے ہین۔ اور اپنے
رشتہ دارون اور دیگر بنی آدم سے اخلاص کے ساتھ ملتے جلتے رہتے اور اونسے سلوک کرتے ہین ہر وقت
رفاہ عام کو مدنظر رکھتے ہین اور اپنے خیالات سے اورون کو مستفیض کرتے ہین اور لوگون کو
گناہون سے روکتے ہین اور نیکی کی جانب رغبت دلاتے ہین اور ہر حالت مین شکر

فارغ البالی سے اپنی زندگی بسر کرتا ہو۔ ٹھیک ٹھیک انسان کی وہ حالت خوشی سے تعبیر کی
جاتی ہے جسمین خوشی کی مقدار رنج سے زیادہ ہو اور تمام انسانی خوشی کا مدار اسی مقدار کی کمی
بیشی پر موقوف ہے ہر ایک شخص جانتا ہے کہ دنیا مین ہر ایک آدمی کی طبیعت عادت۔
تربیت مختلف ہوتی ہے اور اسی کے مطابق اسکی راے اور عقیدہ ہوتا ہے۔ پس کسیکو ناچ رنگ سے
کسی کو مطالعہ کتب سے کسی کو ایجاد و اختراع سے شکاری کو شکار سے۔ قمار باز کو جوے سے۔ عابد کو
عبادت سے۔ خوشامدی کو خوشامد سے اور بہادر کو بہادری سے غرض مختلف انسانون کو مختلف طور پر
علیحدہ علیحدہ فعل سے خوشی حاصل ہوتی ہے لیکن چونکہ انسان کی طبیعت پر تمام بیرونی اشیا ایک
خاص اثر پیدا کرتی ہین اور انسان کو ظاہر باطن سے ایک خاص تعلق ہے اسلیے اوسکی خوشی زیادہ تر
خارجی اسباب پر موقوف ہے۔ مثلاً کسی خوبصورت چیز کے دیکھنے سے۔ عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرنے
سے۔ خوشبو کے سونگھنے یا کسی لذیذ اور مزیدار چیز کے چکھنے سے انسان کا دل بے اختیار باغ باغ ہو جاتا
ہے۔ غرض انسان کو مختلف طور پر رنج و راحت میسر ہوتے ہین اول حظ نفسانی سے۔ دوم
بے شغلی یا دکھہ درد سے بری ہونے سے سوم عزت و حشمت سے چہارم تحصیل علوم و فنون سے
پنجم اخلاق و اطوار و افعال سے۔ چونکہ انسان کا روحانی خوشی کو حاصل کرنا اور دائمی مسرت و
انبساط کو پہونچنا بہت کچھہ اسباب پر موقوف ہے پس چاہیے کہ وہ پہلے اس امر کا بخوبی امتحان
کر لے اور اچھی طرح سے سوچ لے کہ دنیا مین سچی اور دیرپا خوشی بخشنے والے اسباب کیا ہین۔
لہذا ہم ذیل مین یہہ امر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہین کہ کونسی خوشیان انسان کو فایدہ دیتی
ہین اور کونسی اوسکے حق مین مضر ہین۔ اول انسان کی خوشی کا مدار حظ نفسانی و لذائذ جسمانی
پر موقوف نہین گو انواع و اقسام طور پر انسے حظ اوٹھایا جاے۔ اسمین تمام وہ خوشیان شامل ہین
جو حواس کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہین مثلاً میلے تماشے مین جانا۔ چوسر کھیلنا کشتی گیری پتنگ
بازی بٹیر بازی اور سیر و شکار کیونکہ یہہ عارضی خوشیان ہین اور بالکل دیرپا نہین دم بھر
مین زایل ہو جاتی ہین دفعۃً ایک ولولہ سا اوٹھتا ہے اور فوراً ٹھنڈا ہو جاتا ہے اوبال
آتا ہے اور اوسیوقت بیٹھہ جاتا ہے۔ ایسی خوشیان دہوکے کی ٹٹی ہین انسے تن من سب گل
جاتا ہے اوٹھتی جوانی مین گھن لگ جاتا ہے بدن کی انجر پنجر ڈھیلے پڑ جاتے ہین یہان تک رفتہ رفتہ

دریشمی اور گھوڑے وسط ایشیا و افغانستان سے۔ آہنی آلات چھری کانٹے مقراض وغیرہ ظروف
وطراس سے افریقہ وغیرہ ممالک مین جایا کرتے ہین۔ پس اس مبادلے کے ذریعہ سے ہر ایک ملک
کے لوگون کو اپنی اپنی ضرورت و حاجت کے موافق ہر ایک چیز میسر ہو جاتی ہے۔ اسباب تجارت
مین سے پانی بھی ایک عجیب چیز ہے۔ سمندر نے اگرچہ بظاہر ہر ایک ملک کو علیحدہ کر دیا تھا مگر
بحری تجارت نے سب ملکون کو متفق اور یکجا کر دیا ہے۔ اس بحری تجارت سے صرف متمول
اور عالی ہمت شخصون کو ہی فایدہ نہین ہوتا بلکہ عوام کو بھی فایدہ ہوتا ہے۔ فن جہاز رانی
مین اہل عرب نے خوب ہی ترقی کی ہے حتی کہ انکو اس فن مین تمام جہان پر سبقت اور فضیلت ہے
ہمنے بچشم خود دیکھا ہے کہ ترکون اور عرب کے تاجرون نے اس تجارت کو یہان تک وسعت دی ہے
کہ ایک ایک سوداگر کے کئی کئی جہاز چلتے ہین۔ اس سے وہ خود بھی مالا مال ہین اور قوم کے ساتھ
بھی ہمدردی کرتے ہین۔ اس جہاز رانی کے ذریعہ سے اہل عرب اپنے سچے مذہب اسلام کی بھی
اشاعت کرتے ہین۔ انکا جہاز دنیا کے جس ملک یا جزیرہ مین جاتا ہے وہان کے باشندون
کو بطور وعظ اسلام کی خوبیون سے آگاہ کرتے ہین اکثر لوگ خصوصًا افریقہ کے بت پرست
بہت جلد اسلام قبول کر لیتے ہین کیونکہ دنیا مین پاک اور سچا مذہب صرف اسلام ہی ہے
اہل عرب جس ملک کے ساتھ تجارت کرتے ہین وہ دینی و دنیوی برکتون سے مالا مال ہو جاتا ہے
وہان سے شرابخواری۔ زناکاری وغیرہ رسومات قبیحہ یکلخت دور ہو جاتی ہین اور بجای انکے
اسلامی تہذیب ترقی کرتی ہے یعنی لکھنا پڑھنا معقول پوشاک پہننا صفائی اور سچ بولنا
رائج ہو جاتا ہے۔ بیہودہ لوگ پرہیزگاری کو نیکی سمجھتے ہین سستی اور کاہلی چھوڑ کر چست اور
محنتی ہو جاتے ہین بیباکی کی جگہ شریعت کے پابند ہو جاتے ہین انتظام اور عصمت غالب
ہو جاتی ہے۔ انسان حیوان پر ظلم کرنا گناہ کبیرہ سمجھتے ہین انسانیت ہمدردی اور برادرانہ
سلوک سیکھ جاتے ہین اور سب مسلمانون مین تمدنی مساوات پیدا ہو جاتی ہے۔ غلامون
کی آزادی کا رواج ہو جاتا ہے کیونکہ مذہب اسلام مین ایک غلام کا آزاد کرنا بہت ہی بڑا
ثواب ہے۔ اہل عرب نے دنیا مین اشاعت اسلام اور تہذیب پھیلانے کا یہ تجارتی طریقہ
خوب اختیار کیا ہے۔ بیشک تمام دنیا مین اہل عرب ہی ایسے اولوالعزم اور نیک طینت مین

باری تعالیٰ کا بجا لاتے ہین اپنے ابناے جنس کے ساتھ دلی اتحاد رکھتے ہین اور قومی ہمدردی کو انسانیت کا اعلیٰ فرض جانتے ہین شب و روز آسایش خلق اللہ کی تدبیرین سوچتے رہتے ہین الحاصل اپنے قواے جسمانی و دماغی کو ایسے کام مین لگانا چاہیے جنسے آخرت کا فایدہ بھی حاصل ہو۔ دنیا مین اعلے درجہ کی خوشی وہی ہے جسکے حاصل کرنے مین انسان کا دل عمر بھر لگا رہے۔ اس خیال سے وہ لوگ جو علم کے ناپیدا کنار بحر کو عبور کرنا چاہتے ہین یا اپنی نجات کی واسطے سیدہا اور سچا رستہ تلاش کرکے اوسکے پابند رہتے ہین سچی اور پایدار خوشی کے مستوجب و مستحق ہین۔ اونکی آنکھو نمین تمام دوسری خوشیان نقش بر آب نظر آتی ہین نیز خوشی بہت کچھ انسان کی عمدہ عادات و حمیدہ اخلاق پر موقوف ہی۔ انسان کو ہمیشہ برگزیدہ اور پسندیدہ عادات اختیار کرنی چاہئیں۔ دانا ؤن نے نیکی کو سب افعال پر ترجیح دی ہے۔ پس جو شخص سچی خوشی کا طالب ہو اوسے نیکی اختیار کرنی چاہیے۔

تجارت کا فایدہ

ایک ملک سے دوسرے ملک مین جو باہمی مبادلہ اجناس کا ہوا کرتا ہے اوسکو تجارت کہتے ہین اس طریقہ سے خلق اللہ کو بڑا فایدہ ہوتا ہے کیونکہ بعض ملکون مین بعض ایسی چیزون کی پیداوار ہے جو دوسرے ملکو نمین نہین ہوتی پس مبادلہ کے ذریعہ سے ہر ملک کو سب ملکون کی پیداوار میسر ہو سکتی ہے۔ مثلاً انگلستان مین کپاس پیدا نہین ہوتی حالانکہ یہی کپاس ہندوستان اور امریکا کے کھیتون مین بکثرت پیدا ہوتی ہے۔ مگر سوت کاتنے اور کپڑا بننے مین وہان کے لوگ ایسی دستگاہ نہین رکھتے جیسی کہ انگلستان کے لوگو نمین پائی جاتی ہے اہل انگلستان طبعی طور پر ایسے کامو نمین سب سے زیادہ مہارت رکھتے ہین۔ اسیواسطے روئی ہندوستان اور امریکا سے انگلستان مین بھیجی جاتی ہے اور اوس سے جو کپڑا تیار ہوتا ہے اوس روئی کی قیمت کی مقدار کے موافق ان دونون ملکون کو جاتا ہے۔ اس طریقہ کے جاری رہنے سے تینون ملکون کو اپنی اپنی احتیاج کے موافق فایدہ ہوتا ہے۔ علی ہذا القیاس چاے چین مین اور شکر ہند مین پیدا ہوتی ہے۔ گھوڑے کابل و عربستان سے میوجات و الماس و یاقوت و پارچات اونی

محبت کی دو قسمین ہین ایک طبعی دوسری ارادی یا مطلبی **محبت طبعی** وہ ہے کہ جسکے
ساتھہ محبت کی جاے کوئی مرغوب و مطلوب نہو اور نہ معاوضہ و بدلہ کی امید پر اوسکے ساتھہ احسان
اور سلوک کیا جاے جیسے مان باپ کی محبت اپنی اولاد کے ساتھہ کہ جس سے اونکو ابتدا مین
کسیطرح کا فایدہ مدنظر نہین ہوتا اور جانورون کو تو نہ ابتدا مین کوئی فایدہ مدنظر ہوتا ہی
اور نہ انتہا مین۔ ایسی محبت خدای تعالی نے اونکی فطرت و طبیعت مین پیدا کر دی ہے تا کہ
سلسلہ بقاے نوع انسان و حیوان قایم رہے اگر انکی طبیعت مین محبت نہوتی تو وہ ہرگز
اپنی اولاد کی پرورش نہ کرسکتے آخرکار سلسلہ عالم منقطع ہوجاتا **محبت ارادی** یا
مطلبی وہ ہے جسمین ان تینون امور مین سے کوئی ایک مدنظر ہو (۱) لذت (۲) نفع (۳)
نیکی۔ جو لوگ حصول لذت کی غرض سے محبت کرتے ہین انکی محبت اگرچہ جلدی وقوع مین آتی ہے
لیکن زایل اور معدوم بھی جلدی ہی ہوجاتی ہے کیونکہ محبت اگرچہ عام ہے مگر جلد متغیر ہوجانے
والی اور سریع الزوال ہے اسلئے لذت کے انقلاب سے محبت مین فرق آجاتا ہے کیونکہ جب
قیام اور زوال پر سبب کا وجود و عدم موقوف ہے تو حصول نفع کی امید پر جو محبت پیدا ہوتی
ہے اوسکا ظہور بطی اور زوال سریع ہوتا ہے کیونکہ نفع رسانی با وصف عزیز الوجود ہونے کے
جلدی انقلاب پذیر ہے۔ نیکی اور حسن خلق کے سبب جو محبت پیدا ہوتی ہے وہ جلد آتی
ہے اور دیر سے جاتی ہے۔

فرط محبت مین جسکو **عشق** کہتے ہین ہرگز نفع ملحوظ نہین ہوتا بلکہ وہان صرف مزید لذت
کی طمع یا طلب نیکی کی غرض ہوتی ہے اسلئے عشق کی دو قسمین ٹہیرتی ہین (۱) بد (۲) نیک
بد وہ ہے جو صرف حصول فرط لذت کی غرض سے پیدا ہوتا ہے اور یہہ محبت اچھی نہین۔ نیک وہ
ہے جو حصول مزید نیکی کے سبب سے ظہور پذیر ہوتا ہے۔ نوجوان اشخاص یا جو اونکی سی طبیعت
رکھتے ہین اونکی محبت صرف حصول لذت پر مبنی ہوتی ہے اسیوجہ سے اونمین اکثر جھگڑے فساد
رہتے ہین ہرگز اونکی محبت کو پایداری نہین ہوتی۔ کبھی اتحاد ہوجاتا ہے اور کبھی عناد۔ کبھی
ایک تہوڑی سی مدت مین چند دفعہ دوستی ہوجاتی ہے اور کئی بار دشمنی۔ اگر اتفاقاً
کہین اونکی محبت دیر تک نبھہ گئی تو یہ باعث بقاے لذت ہکو استحکام ہوتا ہے۔

جو خدا اور رسول کی راہ مین جان قربان کر دیتے ہین اور ونکو یہہ حوصلہ کہان یقین ہے کہ
جہان جہان انکی تجارت کو ترقی اور وسعت ہوگی وہان رسومات قبیحہ دور ہو کر شائستگی اور
تہذیب قایم ہوتی جائیگی اور تعلیم و تعلم کا سلسلہ قایم ہوتا جائیگا۔ مراکش وغیرہ کے
عرب تاجر ترقی تجارت و تہذیب اخلاق مین بہت کوشش کر رہے ہین اس سلطنت مین اعلی درجہ
کی دیانتداری ہے اور اسلامی زبان مین قرآن مجید کے احکام کے موافق قوانین برابر جاری ہین
اگر ہمارے ملک کے مسلمان بھی انکی تقلید کرین اور تجارت و حرفت کے ویسے ہی سامان مہیا
کرین تو وہ بھی تمام اخلاق حمیدہ و اوصاف پسندیدہ سے متصف ہوسکتے ہین۔

محبت

محبت کے لغوی معنی ہین دوست داشتن کسی را یا چیزی را۔ اصطلاح مین بھی قریباً انہی معنون
مین مستعمل ہے۔ اسکی لذت عجیب قسم کی لذت ہے جو دنیا کی سب لذتون سے نرالی ہے اسکے سامنے
کسی شے کا مزہ بھلا نہین معلوم ہوتا۔ جسکے ساتھہ محبت ہو اوسکا نام لینے سے انسان کا غنچہ دل
شگفتہ ہو جاتا ہے۔ اوسکی ملاقات سے عجب لذت حاصل ہوتی ہے جسکا بیان حیطہ تحریر و اندازہ
تقریر سے باہر ہے اس کیفیت سے دل ہی آگاہ ہوتا ہے۔ محبت ہی کی تاثیر ہے کہ انسان اپنی
خواہشون پر محبوب کی خواہش کو مقدم جانتا ہے۔ انسان کے لغوی معنی ہین باہم محبت کرنے
والا کیونکہ لفظ انسان اُنس سے لیا گیا ہے پس جس انسان مین محبت نہین وہ انسان نہین۔ اہل
انسانون مین محبت کے کئی درجہ ہین اول مرتبہ اللہ کا جو منبع خیرات و معدن کمالات ہے۔

اس محبت کی حقیقت بجز عارف کامل کے جو بقدر امکان صفات جمال و جلال آلہی سے مطلع ہوتا
ہے اور کوئی نہین جانتا کیونکہ بغیر معرفت کے یہہ محبت محال ہے۔ جو لوگ بغیر علم و معرفت کے
محبت آلہی کا دعوی کرتے ہین بالکل جاہل اور بطال ہین۔ خدا کی محبت یہہ ہے کہ دلی شوق و خلوص
کے ساتھہ اوسکی عبادت کرین۔ دوم والدین کی محبت۔ اور وہ یہہ ہے کہ ہر طرح سے اونکی
تعظیم و تکریم کرین اور اونکی خدمت بجا لاوین تاکہ سعادت دارین حاصل ہو کیونکہ والدین
سبب وجود و تربیت جسمانی ہین۔

وقت ایک مکان میں دشوار تھا اس فضیلت سے محروم رکھنا نامناسب معلوم ہوا
اسلئے ایک اور ایسی عبادت (نماز جمعہ) مقرر ہوئی کہ جسمیں ہفتہ بھر میں ایک بار تمام
اہل محلہ اور شہر والے جمع ہوجایا کریں جب دیہاتی لوگوں کا آپسمیں و نیز شہر کے ساتھ
ہر ہفتہ میں جمع ہونا باعث حرج اور موجب تکلیف تھا تو اونکے لئے ایک اور عبادت
(نماز عیدین) مقرر کی گئی جسمیں سال بھر میں دو دفعہ تمام شہری اور دیہاتی لوگ جمع ہوجایا
کریں جسکے لئے مکان جنگل مقرر کیا گیا تاکہ اسمیں سب کی گنجایش ہوسکے جب ایسے فراخ
مکان اور وسیع میدان میں تمام لوگ حاضر ہوکر ایک دوسرے کو دیکھینگے اور الفت آپسکی
کو تازہ کرینگے تو خواہ مخواہ اونکو ایک دوسرے کی محبت کی طرف زیادہ رغبت ہوگی۔ بعد اسکے
تمام جہان کے لوگوں کو عموماً عمر بھر میں ایک بار ایک مکان میں جمع ہونے کی تکلیف دی
گئی ہے (حج) جسمیں نہایت آسانی سے تمام دور دراز شہروں اور ملکوں کے لوگ جمع
ہوکر اوس سعادت سے جو محلہ اور شہر اور دیہات والوں کو حاصل ہے بہرہ یاب ہوں
اور اوس انس طبعی سے جو اونکی سرشت میں موجود ہے ایک دوسرے کی مدد کریں۔ اخیر میں
ہم دعا کرتے ہیں کہ خداوند تعالے ہمکو محبت و الفت کی توفیق عطا کرے

اس ہمہ گیر الہی عبادت میں ایک دنیوی بہت بڑا فائدہ ہے یعنی اگر کوئی شخص تمام
جہان کی سیر و سیاحت سے مستفید ہونا چاہے تو مقام مقدس میں چونکہ تمام دنیا
کے لوگ جمع ہوتے ہیں اون سے حالات مطلوبہ دریافت و تحقیق کرسکتا ہے اور
تمام جہان کے سفر کی تکالیف سے سبکدوش ہوکر اپنے مطلب پر کامیاب ہوسکتا ہے
غرض محبت والے لوگ بڑے خوش قسمت ہیں آپسکی فرحت افزا صحبتوں کا خیال دنیا
میں جب محبت نہیں رہتی تو ایکدوسرے میں خود غرضی پیدا ہوجاتی ہے اور جب
خود غرضی کا زور ہوجاتا ہے تو وہ اتفاق کو جو محبت کے دور ہوجانے کے بعد بیکس اور
بے وسیلہ رہجاتا ہے جڑ پیڑ سے اکھاڑ کر نکال دیتی ہے جسکا انجام جانبین کی تباہی ہوتا ہے
نااتفاقی نے سیکڑوں سلطنتیں و خاندان تباہ و برباد کردئیے ہیں اسی خود غرضی
اور خانہ جنگیوں کی بدولت اکثر سلطنتیں تباہ ہوکر غیر قوم کے قبضہ میں چلی گئی ہیں

جب لذت نہ رہی تو محبت کہان ۔ بوڑہے آدمی یا جو اونکی سی طبیعت رکھتے ہین اونکی محبت حصول نفع کی غرض سے ہوتی ہے ۔ جسقدر نفع زیادہ اور دیرپا ہوتا ہے اسیقدر عرصہ تک انکی محبت قایم رہتی ہے ۔ جب نفع کی امید منقطع ہوجاتی ہے تو اونکے دل سے الفت ہی زایل اور معدوم ہوجاتی ہے ۔

نیک لوگون کی محبت کا سبب محض خیرخواہی ہوتا ہے اسلیئے اونکی دوستی تغیر اور زوال سے محفوظ رہتی ہے اور وہ بہر صورت قایم اور پایدار ہوتی ہے کبھی سیری کی نہین ہوتی ۔ نہ غیبت وہان اثر کرتی ہے ۔ نہ دل تنگی کو وہان دخل نہ فخر کو گنجایش ہے ۔ کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ کئی آدمی کسی ایک مکان یا مجلس مین یا سواری یا سفر مین باہم ملاقی ہوتے ہین تو انمین محبت کا علاقہ پیدا ہوجاتا ہے اسکا باعث وہ انسانیت اور باہمی الفت ہے جو انسان کی طبیعت اور فطرت ہی مین موضوع و متمکن ہے اور انسان کو اسی انسیت کے سبب سے انسان کہتے ہین جیسا کہ علم ادب مین ثابت و متحقق ہے ۔ چونکہ انس انسان کا طبعی خاصہ ہے اور ہر چیز کا کمال اپنی خاصیت کے ظاہر کرنے مین ہوتا ہے ۔ اسلئے انسان کو چاہیئے کہ اپنی خاصیت کے ظاہر کرنے مین ہردم کوشش کرتا رہے کیونکہ یہہ خاصیت خود سیدا اوس محبت کا ہے جو باعث تمدن و تالیف قلوب ہے ۔ شریعت اور حسن آداب بہی اسی کی طرف ترغیب دیتی ہین اسیواسطے عبادتون (جمعہ و جماعت و حج وغیرہ) اور ضیافتون مین شریک ہونے کی تاکید و تحریص کی گئی ہے کیونکہ جمع ہونے کی حالت مین وہ انس والفت کی طاقت قوۃ سے فعل مین آتی ہے جو انسان کی فطرت مین رکہی گئی ہے اور ممکن ہے کہ شریعت اسلامیہ مین جماعت کی ساتھہ نماز ادا کرنے کی فضیلت تنہا ادا کرنے پر اسی سبب سے ہو کہ جب آدمی ہر روز پانچ مرتبہ ایک مکان مین جمع ہونے رہینگے تو ضرور اونمین محبت و الفت کا سلسلہ قایم و جاری رہیگا عبادت و دیگر معاملات مین انکا شریک ہونا اس رشتہ الفت و محبت کو زیادہ تر مستحکم و مضبوط کریگا ۔

اسکی دلیل یہہ ہے کہ چونکہ اس قسم کی عبادتین اول محلہ والون پر مقرر کی گئی ہین جنکا ہر روز پانچ بار ایک مکان مین جمع ہونا مشکل نہین تہا تو سب شہر والون کو جنکا پانچون

عیب جو نہ حاسد ہین بلکہ ہمیشہ سب سے خندہ پیشانی اور خوش کلامی سے پیش آتے ہین
مبارک ہین جو مرنج و مرنجان ہین۔
الٰہی ہمارے تنگ و تاریک دلون کے حجرون کو نفاق و عداوت کی کدورتون سے پاک کرکے
محبت سے آراستہ اور اپنی رحمت کے نور سے روشن و منور کر۔ اور ہمکو اپنے پاک اور سچے کلام
وَاِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ٥ کا
مصداق بنا۔ آمین۔

قانون قدرت کی اطاعت

اطاعت کے معنی ہین تابعداری کرنا۔ حکم ماننا۔ پس تمام خلق پر سب سے پہلے اوس احکم
الحاکمین کی اطاعت فرض ہے جسکی عظمت و کبریائی کے سامنے تمام بڑے اور چھوٹے
عاجز ہین۔ اوسنے ایک قطرہ سے جنس انسان کو پیدا کیا۔ وضع روش رنگ لباس زبان اور
طبع ہر ایک بنی آدم کو جدا گانہ عطا کی۔ پس ہم سب کو لازم بلکہ فرض ہے کہ اوسکے امر و نواہی
کے حلقہ تسلیم سے ایک قدم باہر نہون اور اوسکے حکم مین بے چون و چرا سر تسلیم جھکاوین
وہ اپنی ذات مین وحدہ لاشریک اور بے مثل و بے مثال ہے لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ اللہ کے ساتھ
شرک نہ کر اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ تحقیق شرک البتہ بڑا ظلم ہے۔ اور شرک کے معنے
یہہ ہین کہ اوسکی ذات مین کسیکو شریک کرے یا عبادت مین یا استعانت مین یا علم مین
یا قدرت مین یا تصرف مین یا پیدا کرنے مین یا پکارنے مین یا کہنے مین نام رکھنے مین
ذبح کرنے مین نذر ماننے مین یا لوگون کے امور سونپنے مین یعنی جیسے کہ سب کام اللہ کے
سپرد ہین ویسے ہی کسی اور کے سپرد جاننا۔ اور گناہ پر اصرار کی نیت کہنا۔ یہہ سب شرک ہین
بندگی اور تعظیم کے لائق اللہ ہی ہے جو غنی اور بے پروا ہے اور سب اوسی کے محتاج ہین وہ
اللہ واحد ہے ہر ایک کام کی قدرت رکھتا ہے اور سب کام اپنے ارادہ سے کرتا ہے اور عالم
الغیب ہے سب کا حال اوسکو بلا ذریعہ مفصل معلوم ہے وہ سب کا پیدا کرنے والا ہے بعد مرنے
کے سب اوسکے سامنے کھڑے ہونگے نیکون کو جزا اور بدون کو سزا ملے گی قسمن گان

اندلس مین جبتک مسلمانون مین باہمی محبت و اتفاق رہا اسلامی سلطنت بڑی شان و شوکت سے قایم رہی اور جب انقلاب کا زمانہ آیا تو خودغرضی اور باہمی لڑائی جہگڑے شروع ہوگئے نصرانی غلبہ پاکر ملک کے کچہہ حصہ پر قابض ہوگئے۔ اگرچہ غرناطہ (اگرے ناڈا) مین اسوقت ایک ایسی طاقتور اسلامی سلطنت قایم تہی جو نصرانیون کا لڑائی مین اچہی طرح مقابلہ کرسکتی تہی لیکن بدقسمتی سے یہان بہی وہی خودغرضی اور نااتفاقی کی بلا نازل ہہی مسلمان باہمی تنازعات مین غالب رہنے کے لئے کفار سے مدد لینے لگے۔ نصرانیون کی تو دلی خواہش یہی تہی اور وہ اسے چاہتے تہے کہ خانہ جنگیان ہوتی رہین کیونکہ اسمین اونکا فایدہ تہا اور اس ذریعہ سے وہ رفتہ رفتہ اپنے موروثی ملک پر تسلط کرتے جاتے تہے اسلیئے اونہون نے فوراً مسلمانون کو ایک دوسرے کے برخلاف کمک دینی شروع کی مگر مسلمانون نے اپنی سازشین ایکدوسرے کے تباہ کرنے کے لئے اوسوقت تک بہی بند نہ کین جبکہ دشمن اونکے سر پر آکہڑا ہوا آخرکار سلطنت اونکے ہاتہہ سے نکلکر دوسرون کے قبضہ مین چلی گئی۔ اس قسم کے بغض و عناد کے واقعات کل اسلامی تواریخ مین موجود ہین۔ بہت سے مسلمان فرقون نے صرف اس وحشیانہ خوشی کے لئے کہ اونکا ایک مسلمان حریف تباہ ہوجاے اپنے مذہب و ملت کا کچہہ بہی پاس نہ کیا اور دشمن کو بلاتامل اپنے گہر مین بلالیا۔ ایسی مثالین بہت ملتی ہین جنسے یہہ قومی غلطی (بغض و کینہ) ثابت ہوتی ہے۔ اسی بغض و عناد نے چینی تاتار کی سلطنت کو درہم برہم کردیا۔ سیکڑون نظیرین خودغرضی و بغض و عناد اور عداوت کی نقصانات کی خود ہمارے ملک مین مشاہدہ مین آرہی ہین۔ جنسے سوائے تباہی کے کچہہ حاصل نہین ہے اے عزیزو اگر تم اپنی عزت اور بہبودی چاہتے ہو تو اس بغض و عداوت کے سیاہ دہبے کو اپنے دلون سے مٹانے کی دل و جان سے کوشش کرو اور ہر ایک امر مین احکام شریعت کو ہواو نفس پر ترجیح دو سب کے ساتہہ محبت سے پیش آؤ تاکہ سب آپسمین دوست بنجائین اور ایکدوسرے کا دیدار کحل الجواہر کا کام دے۔ نیک آدمی وہ ہین جو نیک کردار باوفا باوقار مشفق شفیق سنگرگزار قانع صابر بردبار پرہیزگار صلح جو شرمگین باتمکین خیرخواہ خلائق کم رنج کم سخن کم آزار ہین نہ بدنام نہ بدزبان بسخن صرنج

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ زبان سے
کہیں اور دل سے اوسپر یقین کریں۔ انہیں سے دوسرا حکم نماز ادا کرنا ہے۔ اسکے لئے تک
شبانہ روز میں پانچ وقت مقرر ہیں اور ہمیں کسیکو کسی بیشی کا اختیار نہیں ہے مثلاً ایک عظیم
الشان بادشاہ نے اپنی تمام رعایا میں سے ایک خاص ملازم کو منتخب کرکے حکم دیا کہ پانچوں وقت
دربار شاہی میں حاضر ہوا کرے اور نہ حاضر ہونے پر سخت سزا کا وعدہ دیا۔ پھر اگر وہ خاص ملازم
حاضر باشی میں قصور کرے تو بادشاہ کی طرف سے سخت سزا پاوے اور تمام رعیت کے نزدیک
نمک حرام اور بے اعتبار ٹھیرے۔ اگر بادشاہ کے حکم کے بموجب غسل کرکے خوشبو لگا کر اور اپنے
تمام کام چھوڑ کر اول وقت نہایت شوق اور خوف سے جاکر دربار میں حاضر ہو اور آداب بجا لاکے
اور بادشاہ کی ثنا و صفت کرے اور بادشاہ کے احسان بیان کرکے شکر ادا کرے اور اپنی
حاجتیں جو منظور ہوں بادشاہ سے عرض کرے پھر بادشاہ کا جو حکم ہو دل و جان سے بجا
لائے اور اپنا فخر و عزت سمجھے اور اپنے بادشاہ کی عنایتیں دیکھکر آداب بجا لاوے۔ پھر جب
حکم ہو تب رخصت ہو۔ ایسے ملازم کا تمام رعیت کے نزدیک کتنا بڑا مرتبہ ہوگا اور ہر بار
دربار میں بادشاہ کی کسقدر عنایتیں مبذول ہونگی اور اوسکو تمام رعیت پر کیا کچھہ فخر ہوگا۔
اسی طرح نماز کو سمجھو کہ اللہ تعالیٰ نے سب مخلوق سے چنکر آدمی کو اپنا غلام بنایا اور اوسکو
پانچ وقت اپنے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دیا۔ پھر اگر یہہ پانچ وقت نماز ادا نہ کرے تو تمام
مخلوق کے نزدیک نہایت ناچیز اور نمک حرام ٹھیریگا اور غضب اوسکی طرف متوجہ ہوگا۔
اور اگر بموجب حکم حضرت شہنشاہ عالیجاہ خدای تعالیٰ کے یہہ بندہ نجاست ظاہری سے
دہوکر اور باوضو پاک صاف ہوکر اور اپنا باطن نجاست باطنی و شرک و گناہ و بدعت سے طاہر
کرکے اور اوس دربار کے دستور کے موافق اچھی پوشاک پہنکر دربار میں جاکر مصلے پر حاضر ہو
اور کعبہ شریف کو اوسکی تختگاہ جلال خیال کرکے اوسکی طرف توجہ کرے اور سوا اللہ کے
سب سے دستبردار ہوکر دونوں ہاتھہ کانوں تک اوٹھا کر کہے اَللّٰهُ اَکْبَرُ یعنی اللہ بہت بڑا
ہے بڑی شان والا مینے دونوں جہانوں میں اوسی کو بزرگ تر جانا۔ پھر یہہ سمجھکے میں خدا کے
دربار میں اوسکے حضور میں کھڑا ہوں تو کہے۔ الٰہی اللہ تو بہت پاک ہے اور سب خوبیاں

يرجوا لقاء ربه فليعمل عملاً صالحاً ولا يشرك بعبادة ربه احداً ۔
پس جو کوئی امید رکھتا ہے اپنے رب کی ملاقات کی پس چاہیے کہ عمل کرے عمل اچھا اور نہ
شریک کرے اپنے پروردگار کی عبادت مین کسیکو۔ کیونکہ جس شخص کو یہہ یقین ہوگیا کہ حشر
مین ایک روز اللہ کے روبرو کھڑے ہوکر حساب دینا ہے وہ اپنے رب کی عبادت مین کسیکو
ساجھا نکریگا اور نماز مین دعا مین بیٹھتے اوٹھتے تنگی اور فراخی مین اللہ ہی کو پکاریگا۔ خدا کی
اطاعت کے بعد رسولؐ کی اطاعت ہے اور وہ یہہ ہے کہ یقین رکھے اسپر کہ محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہین مگر ایسے بندے کہ اور سب مخلوق سے افضل تھے
عقلمند ہوشیار حلیم رحیم عاقبت اندیش خوش خلق بے طمع قانع صاحب مروت سخی شجاع
غرض جو کچھہ انسان کے حق مین اوصاف کمال ہین اونمین سب سے بڑھکر تھے اور وہ سچے پیغمبر
اور خاتم النبیین تھے اور سب گناہون سے معصوم تھے اور خدا کا سب حکم بعینہٖ اونہون نے
پہونچایا اور جو کچھہ اونہون نے فرمایا وہ خدا کا حکم تہا اور اونکے سب کام خدا کی مرضی کے موافق
تھے۔ علاوہ اسکے جتنے اوصاف کمال تھے سب اونمین اعلے درجہ کے تھے۔ پھر جب خداوند
تعالے نے انکو لوگون کی ہدایت کے واسطے پیغمبر کرکے بھیجا تو اس سے معلوم ہوا کہ آدمی
سب کے سب مکلف ہین اونکو خدا کے حکم کے موافق کام کرنا چاہیے خود مختار نہین اسیواسطے
خدا نے انسان کو زیور عقل سے مزین کرکے کچھہ کام کا اختیار دیا ہے اگر محض مجبور اور بالکل
بے اختیار ہوتا تو امر و نہی نہوتا لہذا اللہ تعالی نے اپنے بندون کی تعمیل کے واسطے قوانین
وضوابط مرتب فرمائے تاکہ وہ اطاعت و فرمانبرداری کا حق ادا کرین۔ اور اس مجموعۂ قوانین
کا نام شریعت رکھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خلعت نبوت عطا کرکے حکم دیا کہ تمام مخلوقات کو
احکامات مرسلۂ درگاہ رب العالمین کے پہنچادین قال اللہ تبارک وتعالی وما اٰتٰکم
الرسول فخذوه وما نهٰکم عنه فانتهوا یعنی جو تمہین رسول دے اوسے لیلو
اور جس سے منع کرے اوس سے باز رہو۔ اس حکم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت
لوگون پر واجب ٹھیری۔ احکام شریعت کے دو طرح کے ہین ایک وہ جنکے کرنے کا حکم ہوا
دوسرے وہ جنسے باز رہنے کا حکم ہوا جنکے کرنے کا حکم ہوا ہے انمین سے پہلا یہہ ہے کہ

سلام کرتے ہین اور مین گواہی دیتا ہون کہ کوئی سوائے اللہ کے لایق بندگی کے نہین
اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بندہ ہے اللہ کا اور اوسکی طرف سے رسول" پہر یہہ کہکر دربار سے
رخصت ہو کہ اَلسَّلَامُ عَلَیکُم وَرَحْمَۃُ اللہِ یعنی ادہر ادہر وہان کے اور
درباری جو ہین اونپر بہی سلام ہو۔ جب بندہ اسطرح آداب حاضری دربار بجالائے گا تو سب
مخلوق کے نزدیک اوسکا بڑا رتبہ ہوگا اور ہر وقت اوسپر خدا کی رحمت نازل ہوگی۔

جب حقیقت نماز کی معلوم ہوچکی تو اب تیسری بات زکوۃ ہے۔ اسکی مثال یون سمجہنی چاہیئے
کہ جس طرح بادشاہون کی رعایا پر کچہہ کچہہ حقوق بادشاہی بندہے ہوتے ہین جیسے
زمینداروں اور جاگیرداروں پر محصول یعنی خراج اور سپاہیون پر لڑائی۔ اگر یہہ لوگ
بادشاہی حقوق ادا نہ کرین تو سزا پاوین اور اونکی زمین اور جاگیر جو ذریعہ معاش ہے ضبط
ہوجاوے اگر حقوق ادا کرتے رہین گے تو بادشاہ کی حمایت مین رہین گے کوئی اونپر
دست اندازی نہ کرنے پائیگا۔ ایسا ہی سمجہہ لیجیے کہ اللہ تعالے نے جسکو مال و متاع
حوایج ضروری سے زیادہ دیا اوسپر اپنا حق مقرر کردیا کہ سال کے بعد اسقدر ہمارا نذرانہ
گزرانا کرو اور محتاج لوگ اپنی طرف سے اوسکے لینے کو مقرر کردیئے گویا محتاجون کی
تنخواہ مالدارون کے ذمہ ٹھیرادی۔ پہر جو کوئی زکوۃ جو حق اللہ ہے ادا نہ کریگا آخرت
مین سزا پائیگا اور دنیا مین اوسکا مال و متاع ضبط ہوکر کسی اور حق گزار کے حوالہ کیا جائیگا
مگر فرق اتنا ہے کہ دنیا کے بادشاہ فوراً ملک و معاش ضبط کرلیتے ہین اور احکم الحاکمین
تحمل والا ہے وہ کچہہ ڈہیل دیکر کرتا ہے۔ جو شخص زکوۃ حق اللہ ادا کرتا ہے اوسپر اللہ کی
رحمت نازل ہوتی ہے اور اوسکا مال و متاع محفوظ رہتا ہے اور روز بروز جس طرح
اوسکے حق مین بہتر ہو ترقی کرتا ہے۔ چوتہی بات حج ہے اسکو یون سمجہنا چاہیے کہ
جسطرح بادشاہ کی تختگاہ مقرر ہوتی ہے جو کوئی بادشاہ کی طرف سے کسی خدمت اور
منصب پر سرفراز ہوتا ہے وہ پایہ تخت مین حاضر ہوکر نذر گزرانتا ہے اور آداب بجالاکے
سند بادشاہی حاصل کرتا ہے۔ اگر کوئی باغی اپنا قصور معاف کرانے کو خود پایہ تخت
مین جاکر حضور مین حاضر ہوتا ہے تو اوسکی پہلی خطائین اور قصور معاف ہوجاتے

تجہہ مین ہین اور تیرا نام نہائیت برکت والا ہے اور تیری شان بہت بڑی ہے اور سوا
تیرے اور کوئی معبود نہین ہے اور مین کسی کی عبادت نہین کرتا اور شیطان جو تیری درگاہ
سے راندہ گیا ہے اوس سے تو مجہکو بچا اور اوسکو مجہسے دفع کرتا کہ میری عرض معروض مین خلل
نہ ڈالے۔ اب مین اپنی یہہ عرض کرتا ہون اور تیرا ہی نام لیکر شروع کرتا ہون بِسۡمِ اللّٰهِ
الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ یعنی شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ سب
تعریف اللہ ہی کو ہے جو سارے جہان کا پرورش کرنے والا بہت مہربان نہایت رحم والا
ہے قیامت کے دن کا وہی مالک ہے یعنی جسکو چاہے بخشے اور جسکو چاہے عذاب دے۔ سو مین
تیری بندگی کرتا ہون اور تجہسے ہی مدد چاہتا ہون تیرے سوا اور کی طرف رجوع نہین کرتا
تو ہی دکہا دے مجہکو سیدہی راہ کہ مین تیری مرضی کے موافق کام کرون نبیون اور ولیون
کی راہ پر چلا مجہکو اور نہ چلا اون لوگون کی راہ پر جنپر تو غضبناک ہوا اور یہہ میری دعا اور عرض
قبول کر۔" پہر رکوع مین جا دے تو یہہ خیال کرے کہ مینے اپنی پشت تیرے آگے جہکائی ہے
جو حکم تو ہمپر کرے وہ قبول ہے اور زبان سے کہے کہ "بہت پاک ہے میرا پروردگار بڑی
شان والا۔" پہر سر اوٹہا کر کہڑا ہو اور خیال کرے کہ مین اس بات پر مستقیم اور استوار ہون
اور زبان سے کہے "جو اللہ کی تعریف کرے اللہ اوسکی سنتا ہے اور تیری ہی سب خوبیان
ہین"۔ پہر سجدہ کرے اور جانے کہ مین اوسکے روبرو نہایت ہی ناچیز ہون خاک کے برابر
کہ مینے اپنا سر جو شریف ترین اعضا ہے اوسکے سامنے خاک مین ملا دیا اور وہی بہت بڑا
ہے اور کہے کہ "بہت پاک ہے میرا رب بڑے رتبہ والا"۔ پہر سر اوٹہائے اور بیٹہے اور اوسکی
شکر گزار ہین کہ اوسنے مجہکو اس مرتبہ پر پہونچایا کہ اوسکے دربار مین حاضر ہوا اور اپنی عرض
معروض کر رہا ہون پہر دوسرا سجدہ کرے اور پہر بیٹہے اور یہہ جانے کہ گویا اوسنے میری بندگی
قبول کی اور اپنے روبرو دربار مین بیٹہنے کا حکم دیا تو خالی بیٹہنا ہی بے ادبی ہے۔ وہان
بیٹہکر یہی کہے کہ "سب عبادتین زبان اور بدن کی اور پاک مال کی اللہ ہی کے واسطے
ہین اور سلام تجہپر اے نبی اور رحمت اور مہربانی اللہ کی اور کہ مین اس وسیلہ سے اس دربار
تک پہونچا اور ہم سب اس بارگاہ کے غلامون پر اور جتنے اللہ کے اچہے بندے ہین سب پر

لے کرنے کو جی چاہتا ہے اور شیطان نفس بھی خوشی سے اوس کام مین تائید کرین تو جان
لے کر اس کام مین میرا روزہ نہ رہیگا - جسطرح روزہ مین کھانے پینے سے صبر کرتے ہین
اور باوجود خواہش و حاجت کے کھاتے پیتے نہین اسی طرح اس غیر مشروع کام سے بھی اپنے
تئین روکین غرض یہہ پانچ کام ہین خدا کو وحدہ لاشریک جاننا اور اوسکے رسول کو
برحق سمجھنا اور زبان سے وحدت و رسالت کا اقرار کرنا - نماز پڑھنا - مال ہو تو زکوۃ دینا -
حج کرنا - اور رمضان کے مہینے بھر روزے رکھنا - مومن کا فرض ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کو اپنے مان باپ اولاد اور اقارب و کل مخلوقات سے زیادہ تر عزیز اور دوست رکھے اور سب کی
محبت سے زیادہ اونکی محبت اپنے دل مین رکھے اور سب کی مرضی پر اونکی مرضی کو مقدم سمجھے
اور اونکے فرمودے کو سب سے مقدم سمجھکر عمل مین لاوے اگر ایسا نکریگا تو وہ مسلمان نہین -
قال اللہ تبارک وتعالی قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ
ترجمہ کہہ اگر تم دوست رکھتے ہو اللہ کو پس تابعداری کرو رسول کی دوست رکھیگا تمکو اللہ یعنی
جو شخص یہہ بات سمجھکر مطمئن اور خوش ہوا کہ اللہ میرا رب ہے اور دین میرا اسلام ہے اور محمد
میرا پیغمبر ہے تو اوسنے ایمان کا مزا پا لیا اور یہہ فضیلت تب حاصل ہوتی ہے جب دل مین یہہ
بات خوب مضبوطی سے سما جاوے اور جسکے دل مین یہہ بات سما گئی اوسکو اطمینان ہو گیا کہ
اللہ ہی میرا پروردگار ہے تو ہرگز اور کی طرف اوسکے حکم کے بغیر رجوع نکریگا اور سوائے طریقہ
محمدیہ کے اور کوئی رستہ اوسکو پسند نہ آئیگا -

والدین کی خدمت بھی اولاد پر فرض ہے چنانچہ قرآن مجید مین ہے وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ
بِوَالِدَیْہِ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَّوَضَعَتْہُ کُرْھًا فرمایا اللہ تعالی نے اور
حکم کیا ہمنے انسان کو مان باپ کے ساتھ احسان کرنے کا اوٹھاتی ہے اوسکی مان اوسکو
تکلیف سے اور جنتی ہے اوسکو تکلیف سے - والدہ کا حق والد کے حق سے بہت بڑا ہے
اور والدہ پر احسان و نیکی کرنا دو چند سے سوا کد تر ہے - اگر دونون کے حقوق کی رعایت کرنے
مین کسی وجہ سے متعذر ہو مثلاً ایک کے حق کی رعایت کرنے سے دوسرا آزردہ ہوتا ہے
تو اس صورت مین لازم ہے کہ تعظیم و تکریم و احترام مین والد کا حق مقدم رکھے اور خدمت و

ہین اسی طرح اللہ تعالے نے باوجودیکہ وہ زمان او رمکان سے پاک ہے دنیا مین بیت
اللہ شریف کو بمنزلہ اپنے تختگاہ کے قرار دیا ہے اور حکم دیا ہے کہ جسکو ہمنے یہہ منصب عطا
کیا ہے کہ وہ سواری پر سوار ہوکر اپنے پاس سے کہاتا جاوے اور کہاتا آوے اور اپنے
گھر والون کو بلا احتیاج اوسپر چھوڑ جاوے اسقدر دیجاوے کہ اوسکے آنے تک انکو کسی
سے مانگنے کی احتیاج نہ رہے وہ کعبہ شریف مین ایکدفعہ حاضر ہوکر آداب بجالائے اگر
اوس سے کوئی قصور بھی ہوگیا ہوگا تو وہ معاف کیا جاویگا اور وہ ہمارے حضوریون
مین شمار ہوگا۔ مفصل حالات مناسک حج کے مولف نے رسالہ دقائق
الطریق الی بیت العتیق مین قلمبند کئے ہین (یہہ رسالہ چھپ چکا ہے)۔
یہہ اوس شخص کی بڑی بدنصیبی ہے جو دنیا کے بادشاہون کے بلکہ ادنے ادنے رئیسون کے
درباروں مین حاضر ہونا اپنا فخر جانے اور خدائی دربار (حج) سے باوجود استطاعت
وقدرت کے دل چراوے۔ پانچوین بات رمضان مین ایکماہ کامل روزے رکہنا۔ اسکو
یون سمجھنا چاہیئے جیسے کہ بادشاہ صاحب ارادہ وعزم اپنے مخالفون سے لڑنے اور ملک فتح
کرنے کے واسطے موسم سرما مین بغرض تبدیل مقامات کوچ وسفر کرکے قواعد جنگ
سکہاتے ہین تاکہ فوج کو مستعد اور لڑائی کی مشق ومہارت حاصل ہوجاوے اور بوقت جنگ
دشمن پر کرنے کی طاقت پیدا ہو چونکہ شیطان ونفس بھی دشمن ہین اور چاہتے ہین کہ
انسان پر غلبہ پاکر اوسکو نیک رستہ سے ہٹائین اور چاہ ضلالت مین سرنگون کرائین
پس اللہ تعالے نے رمضان کا مہینا اسلیئے مقرر فرمایا ہے کہ سال بھر مین ایک مہینا بھر
لوگ شیطان اور نفس سے خوب جنگ کرین اور نفس کی خواہشون یعنی کہانے پینے جماع
وغیرہ سے اوسکو دن بھر روکین اور اوسکی خواہش کے مخالف کام کرین اور اس مہینے
مین اور دنون کی نسبت زیادہ خدا کی عبادت کرین تراویح پڑہین اور تراویح مین پورا
قرآن شریف ختم کرین اعتکاف وذکر وشغل مین مشغول ہون تاکہ شیطان اور نفس کو
شکست ہو اور آئندہ کو بھی مسلمانون کو خدا کی راہ مین محنت مشقت کرنا سہل ہوجاوے
پھر جس چیز کا کہتا اور کرنا خدا نے منع کیا ہے جب سامنے آجاوے یا کسی غیر مشروع کام

روزہ رمضان

تقدیر

خداوند تعالے کے حکم کرنے کو اور اندازہ کرنے کو قضا و قدر کہتے ہین یعنی اللہ تعالے نے
سب مخلوق کے پیدا کرنے سے پیشتر ہر ایک مخلوق کے حق مین اوسکا حال ٹہیرادیا اور اندازہ
کرلیا گویا حکم کر دیا کہ یہہ شے ایسی ہوگی اور یہہ یہہ کام کرے گی اور اسکا آغاز و انجام یون
ہوگا۔ اور ہر چیز بیجان اور جاندار کو اللہ تعالے نے پیدا کیا جاندار چیز سے جو کام ظہور مین
آتے ہین اور جو ارادے اوسکے دل سے اوٹہتے ہین وہ بہی اللہ ہی پیدا کرتا ہے اس بات
کو ماننے اور اوسپر یقین لانے کا نام ایمان بالقدر ہے پہر جو شخص اسکے خلاف جانے کہ
بندہ اپنے کام آپ پیدا کرتا ہے اور جو کچہہ کرتا ہے وہ خود کرتا ہے یا بعض کام اللہ کے ارادہ کے برخلاف
کرتا ہے یا فلان کام جو دنیا مین ہوا اوسکا حال پہلے سے اللہ کو معلوم نہ تہا۔ ایسے شخص
کو قدریہ کہتے ہین یعنی قدر کا منکر۔ کہ وہ مخلوق مین صفت خالقیت ثابت کرتا ہے
اور جو شخص یہہ جانے کہ آدمی کو مطلق اپنے کام مین ذرہ بہی اختیار نہین جو کچہہ نیک و بد
اوس سے ہوتا ہے وہ اللہ ہی کرتا ہے انسان اور حیوان محض مجبور اور بے اختیار ہین حتی کہ کفر اور
گناہ بہی اللہ ہی کرانا ہے ایسے شخص کو جبریہ کہتے ہین یعنی جبر کا معتقد۔ یہہ عقیدہ بہی
غلط ہے۔ اسواسطے کہ یہہ بات بیشک ہے کہ آدمی مین کچہہ نہ کچہہ ارادہ اور اختیار بہی ہے کہ
اوسی کے سبب بعض کامون کا کرنا اور بعض کا نکرنا اوس سے ظاہر ہوتا ہے آدمی کے ہلنے اور پتہر
کے ہلنے مین فرق ہے کیونکہ آدمی خود چل سکتا اور ٹہیر سکتا ہے اور پتہر نہ خود چل سکتا ہے اور
نہ خود ٹہیر سکتا ہے اور خود ہاتہہ ہلانے والے مین اور رعشہ والے کے ہاتہہ مین تفاوت ہے
رعشہ والا اپنے ہاتہون کو ہلنے سے تہام نہین سکتا اور وہ تہام سکتا ہے۔ پس اسی اختیار
اور اسیقدر ارادہ کے سبب اللہ تعالے نے نیک کام کرنے کا حکم دیا ہے اور برے کام سے
منع کیا ہے پہر جو کوئی برا کام کریگا سزا پاویگا اور جو نیک کام کریگا جزا پاویگا۔ اگر اسقدر اختیار
بہی بندہ کو نہوتا تو دنیا مین حاکم اور عدالتین چور اور خونی کے واسطے سزا کیون مقرر کرتین
اور اللہ تعالی کی طرف سے پیغمبر کیون آتے قرآن مجید اور شریعت مقدس کسواسطے اترتی

انعام میں ماں کا حق مقدم سمجھے اور یہہ بہی ماں باپ کے حقوق میں سے ہے کہ اونکی اسیی خدمت تواضع وادب کرے کہ وہ راضی ہوں اور امر مباح میں اونکی اطاعت کرے اور بے ادبی نہ کرے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں نرمی کرے اگر قبول نہ کریں تو سکوت کرے اور اونکے حق میں دعا و استغفار کرے - یہہ آداب قرآن شریف سے استنباط کئے گئے ہیں جہاں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے باپ کو نصیحت کرنے میں ہدایت کی گئی ہے - اور حدیث شریف آیا ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا یا رسول اللہ احسان و سلوک کرنے کا زیادہ تر مستحق کون ہے فرمایا تیری ماں - کہا اوسنے پہر کون - فرمایا تیری ماں - کہا اوسنے پہر کون - فرمایا تیری ماں کہا اوسنے پہر کون فرمایا تیرا باپ یعنی چوتھی بار فرمایا کہ تیرا باپ لائق تر ہے - پہر احسان اپنے قریب تر سے پہر اپنے قریب تر سے یعنی ماں باپ کے بعد قرابتیوں میں سے قریب تر کی ترتیب معتبر ہے یعنی بعد باپ کے بڑے بہائی سے احسان کرے - پہر جو بہت قریب ہے احسان کے لئے مقدم تر و مستحق تر ہے - اس حدیث سے بعض اصحاب نے دلیل پکڑی ہے کہ ماں کے لئے تین حصے زیادہ احسان ہے باپ کی نسبت کیونکہ وہ حمل کا بوجہہ جننے کی مشقت اور دودہ پلانے کی محنت اوٹہاتی ہے -

واجب الخدمت ہیں ہر دم والدین اونکی طاعت فرض ہے اولاد پہ		ہیں مکرم اور معظم والدین اونکی خدمت فرض ہے اولاد پر	

بزرگوں کے ساتھہ تعظیم اور خوردوں کے ساتھہ شفقت و محبت سے برتاؤ کرنا چاہئے اور اپنی زندگی کو مثل حباب خیال کرنا چاہئے دنیا میں کسی کو ثبات و پائداری نہیں وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ اور نہیں زندگی دنیا کی مگر فائدہ دہوکا یعنی دنیا میں جو چیز ہمکو خوش اور اچہی معلوم ہوتی ہے وہ درحقیقت ہمکو دہوکا دیتی ہے کوئی چیز ساتھہ جانے والی نہیں پس انسان کو مناسب ہے کہ جو چیز عاقبت میں کام آوے اوسکے حاصل کرنے کی لئے سعی کرے - امور مذکورہ بالا کے علاوہ اور بہی کئی کام ہیں جنکے کرنے کا حکم ہے - اور جن کاموں سے باز رہنے کا حکم ہے وہ تمام کبایر و معاصی و محرمات و بدعات وغیرہ ہیں خداوند تعالی سب کو ان سے بچنے کی توفیق دے -

گردش اور زمین اور جو کچھہ آسمانون اور زمینون کے درمیان ہے آدمی اور جانور اور درخت اور دریا اور پہاڑ اور آگ اور جو کچھہ ان سے ملکر بنتا ہے اور سوا اُنکے جو وہم و خیال مین آوے یا جو ہمکو معلوم ہو یا نا معلوم سب اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور بنایا اور اوسکے بنانے سے پہلے اپنے نزدیک ٹہیرالیا اور اندازہ کرلیا کہ یہہ چیز ایسی ہوگی اور فلان فلان کام اس سے ظہور مین آوینگے اور فلان فلان نیکیان یا برائیان فلان فلان وقت اس سے سرزد ہونگی اللہ تعالیٰ حکیم مطلق ہے اور دانا و علیم جو چیز اوسے پیدا کی اوسکے پیدا کرنے سے پہلے ہی اوسکا اندازہ ٹہیرالیا سو اوسکے موافق اوس چیز سے ہر ایک امر ظہور مین آتا ہے۔ اب آدمی کو مناسب ہے کہ اگر کسی سے کچھہ ضرر اور نقصان پہونچے تو اضطراب نہ کرے اور جانے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی سے یہہ بات مقدر کر رکھی تھی اور اسی مین کچھہ حکمت تھی جو ہماری سمجھہ مین نہین آتی اگر کسی سے کچھہ فایدہ پہونچے تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرے کہ اوسنے ہمارے پیدا ہونے سے پہلے ہمارے لیے یہہ نعمت مقرر کر رکھی تھی اور جسکے ہاتھہ سے وہ فایدہ پہونچے اوسکو اللہ کی طرف سے اسباب ظاہر سمجھکر اوسکا بھی احسان مانے اور شکر بجا لاوے اور اگر کسی کی بری صورت دیکھے یا صورت مین کچھہ نقصان پاوے تو اوسپر ہنسے نہین اور یہہ جانے کہ اللہ نے اوسکو اسی طرح پیدا کیا ہے اسی مین کچھہ حکمت ہوگی اس شخص کا اسمین کچھہ قصور نہین ہے ایسی صورتون پر ہنسنا اور طعن کرنا سراسر اپنی نادانی ہے کیونکہ اصل خالق سب چیز کا اللہ تعالیٰ ہے قَالَ اللّٰہُ تَبَارَکَ وَتَعَالیٰ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ اللہ ہی نے بنایا تمکو اور جو تم کرتے ہو یعنی تمکو بھی اللہ ہی نے پیدا کیا ہے اور جو کام تم کرتے ہو سو وہ بھی اللہ ہی پیدا کرتا ہے اگر وہ پیدا نہ کرے اور روک لے تو تمسے ہرگز کچھہ نہو سکے چنانچہ بہت سے کام ہین جو انسان کرنا چاہتا ہے اور نہین ہو سکتے اور کوئی کام نہین کرنا چاہتا اور بے اختیاری مین ہو جاتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ کام جو آدمی کے ہاتھہ سے نکلتے ہین اونکا پیدا کرنے والا بھی اللہ ہی ہے پس جو اچھا کام اپنے ہاتھہ سے نکلے یا کسی دوسرے سے اپنے حق مین کچھہ سلوک ہو تو خدا کا شکر بجا لاوے کہ باوجودیکہ وہی ہر ایک کام کا پیدا کرنے والا ہے اور پہر ہمکو جزاے نیک کا وعدہ دیتا ہے اور یہہ اوسکا

اگرچہ نیک و بد کام کا پیدا کرنا اللہ تعالی کا کام ہے مگر برے کام سے اللہ راضی نہین
بندہ کے نصیب مین ہر ایک کام کا لکھدینا اور بات ہے اس لکھدینے سے یہہ نجان لینا
چاہیئے کہ وہ برے کام سے بھی راضی ہے۔ اللہ تعالی نے جو کچہہ ہر ایک کے نصیب مین تہا
اور جو کچہہ اوس سے ہونے والا تہا سو لکھدیا اور ساتھہ ہی اسکے یہہ بھی بتا دیا کہ یہہ کام
نیک ہے اور یہہ بد ہے۔ اور نیکی کرنے کا حکم دیا اور بدی سے منع کیا چنانچہ بکری کے کہانے
کی اجازت دی اور خنزیر سے منع کیا۔ تجارت کی اجازت دی اور سود لینے سے منع کیا
پہر اگر کوئی جان بوجہکر خنزیر کہاے تو اللہ پر کوئی الزام نہین اگرچہ اوسنے کہانے کا اختیار
دیا تہا۔ بلکہ کہانے والے کا قصور رہا کیونکہ اللہ تعالی نے اوس سے بچنے کا بھی اختیار دیا تہا
گو اوسکے نصیب مین لکھدیا تہا کہ یہہ خنزیر کہائیگا مگر اجازت نہین دی تہی بلکہ منع کیا تہا۔
مگر ہان وہ شخص سوتا ہو اور اوسکے منہ مین کوئی حرام چیز ڈالدے یا زبردستی ٹہونس دے
تو البتہ وہ مجبور اور بے قصور ہے اللہ نے بیہوش اور سوتے اور دیوانہ پر حکم جاری نہین کیا
پہر اگر کسیکو یہہ شبہہ ہو کہ اللہ تعالی نے فلانے کو ازل مین مسلمان اور نیکوکار اور فلانے
کا فر بدکار کیون ٹہیرایا۔ اسکا جواب یہہ ہے کہ اسکا بہید دریافت کرنا آدمیونکی عقل اور سمجھ
سے باہر ہے جیسے کہ جان کی حقیقت یا عذاب قبر کی کیفیت آدمی کی عقل اور سمجہہ سے
باہر ہے ایسا ہی یہہ بہید بھی ہے اور شریعت نے بھی ہمکو اسکے دریافت کرنے کا حکم نہین
دیا پس اس بہید کا دریافت ہونا ناممکن ہے اگر بالفرض دریافت ہو بھی گیا تو اس سے
دین و دنیا کا کوئی فایدہ متصور نہین۔ جنت کا حاصل کرنا اور جہنم سے بچنا اونکی حقیقت
دریافت ہوجانے پر موقوف نہین بلکہ شریعت نے ہمکو ایسے امور مین گفتگو کرنے سے
منع کیا ہے پہر اسمین گفتگو کرنا حماقت اور نادانی اور جہالت و ضلالت ہے اور اس سے
ایمان جاتے رہنے کا اندیشہ ہے۔ جسقدر قرآن و حدیث مین اسکا ذکر ہے اوسپر ایمان لاے
اور چون و چرا نکرے قال اللہ تبارک و تعالی اِنَّا کُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰہُ بِقَدَرٍ فرمایا
اللہ تعالی نے سورہ قمر مین کہ ہمنے ہر ایک چیز بنائی ٹہیراکر یعنی جو چیز ہے ظاہر یا باطن
مثلاً عرش کرسی لوح و قلم اور فرشتے بہشت دوزخ اور آسمان اور تارے اور آسمانون کی

اوسکے چاہے بغیر کچھہ نہین ہوتا اوسنے سب چیز کا اندازہ اپنے دل مین ٹھیرالیا ہے پھر اوسی طرح پر پیدا کیا ہے۔ جو کام بندون سے ہوتے ہین وہ بھی وہی پیدا کرتا ہے اور جس کام سے چاہتا ہے وہی باز رکھتا ہے اور جس کام کو چاہتا ہے اوسکا ارادہ بھی آدمی کے دل مین وہی ڈال دیتا ہے۔ اسپر یقین رکھنا چاہیئے اسمین اپنی عقل ناقص کو کچھہ دخل نہ دینا چاہیئے۔

حدیث مین آیا ہے کہ جو کچھہ اللہ نے تقدیر۔ قسمت مین لکھدیا ہے اور مقدر کر دیا ہے وہ ضرور پہونچے گا ممکن نہین کہ چوک جاوے اور نہ پہونچے۔ سو جو کچھہ آدمی کو رنج و تکلیف اور بیماری اور راحت اور خوشی وصحت اور فتح و شکست اور مفلسی و توانگری پہونچتی ہے یہہ سب تقدیر کے لکھے کے موافق پہونچتی ہے اور کسیوجہ سے نہین ٹل سکتی پھر اگر تمام مخلوق مل کر چاہے کہ نہ پہونچے اور تقدیر خطا کرے ہرگز نہین ہو سکے گا۔ مثلاً ایک شخص چاہتا ہے کہ مین امیر ہو جاؤن اور نہین ہوتا۔ یا چاہتا ہے کہ تندرست ہو جاؤن اور نہین ہوتا۔ یا چاہتا ہے کہ میری فتح ہو اور نہین ہوتی۔ یا سانپ اوسپر چڑھہ گیا اور نہ کاٹا تو جان لو کہ تقدیر مین یون ہی لکھا تھا مگر نہ تھا کہ تقدیر کے برخلاف ہوتا۔ اگرچہ تمام مخلوق ملکر چاہے کہ اسکے برخلاف ہو مگر ممکن نہین کہ اللہ کی تقدیر کے برخلاف ہو۔ وہ مالک الملک شہنشاہ ذوالجلال والجبروت ہی جیسا کہ اوسنے چاہا ویسا ہر ایک کی قسمت مین لکھدیا وہ مالک ہے مخلوق کے حق مین جو بہتر جانتا ہے کرتا ہے مخلوق کا اوسپر کچھہ حق نہین رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ

حدیث مین ہے کہ فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ تعالے فارغ ہو چکا اپنی مخلوق مین ہر بندے کی پانچ چیزون سے۔ اوسکی اجل سے اور اوسکے عمل سے اور اوسکے رہنے کی جگہ سے اور اوسکی چال سے اور اوسکی روزی سے۔ یعنی ہر مخلوق کے حق مین یہہ باتین کہ یہہ فلانے روز فلانے وقت فلانی جگہ اس طور پر مریگا اور زندگی مین فلانے فلانے عمل کریگا اور فلانی فلانی جگہہ رہے گا اور فلانی فلانی چال اور روِیہ اختیار کریگا اور فلانے ذریعہ سے اوسکو اسقدر روزی رزق ملے گا اور یہہ کہا دیگا۔ اللہ تعالے نے مقرر کر دین اور ٹھیرا دی ہین اسی کے موافق سب کام ہوتے ہین ذرہ برابر بھی کمی بیشی نہین ہوتی۔

از ازلم کرد سرشتی زہشت	نہ کم گردم اے بندہ پرور نہ بیش	

نہایت ہی آسان ہے اور جب یہہ معلوم ہو چکا کہ ہمارے سب کام بہی اللہ ہی کرتا ہے
تو یہہ کسی کی حرکات و سکنات پر ہنسنا اور عیب لگانا ہرگز مناسب نہین مگر ہان جسپر اللہ
نے عیب لگانے کا حکم دیا وہ اور بات ہے۔ اپنی طرف سے ہرگز نچاہیے۔ اور یہہ بہی واضح
رہے کہ پیدا کرنا کام کا اور بات ہے اور کام کے کسب کا فے الجملہ اختیار دینا اور بات ہے
اگر کام کے کسب کا اختیار نہو تو امر و نہی بیفایدہ ہو جاتے ہین اور بہشت دوزخ بنانا اور
پیغمبرون کا بہیجنا اور بادشاہ اور حاکم مقرر کرنا لغو ٹھیرتا ہے سو کام کے کسب کا تو اختیار دیا
ہے مگر پیدا کرنے کا اختیار نہین دیا وَاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ جان لو کہ اللہ
روک لیتا ہے آدمی سے اوسکے دل کو۔ یعنی ہر کام کا ارادہ پہلے انسان کے دل مین پیدا
ہوتا ہے اور پہر وہ کام آدمی کے اعضا سے ظہور مین آتا ہے پہر جس کام کو اللہ تعالے نہین چاہتا
اوس سے آدمی کے دل کو روک لیتا ہے چنانچہ ظاہر ہے کہ ہزارون کام آدمی کرنا چاہتا ہے اور
کتنی باتین کہنا چاہتا ہے مگر نہین کر سکتا تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اوسکو کوئی روک
لیتا ہے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے ایک جانور کے گلے مین کسی نے رسی باندہی اور اوسکا سرا
اپنے ہاتہہ مین رکہا اور جانور کو دو کہیتون کے درمیان چہوڑ دیا اور اوسکو بتا دیا کہ اس کہیت
مین کہانا اور دوسرے مین منہ نہ ڈالیو تو وہ جانور باوجودیکہ چہوٹا ہوا ہے مگر پہر بہی اس شخص
کے اختیار مین ہے جہان سے چاہے رسی کہینچ لے اور نہ کہانے دے۔ ایسا ہی آدمی کا حال
سمجہنا چاہیے اس سبب سے آدمی کا ارادہ اللہ کے ارادہ کے مقابل نہین ہو سکتا وَمَا
تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ اور تم جبہی چاہو گے کہ چاہے اللہ سارے جہان
کا صاحب یعنی تمہارے دل مین کام کا ارادہ ڈالنا بہی اللہ ہی کا کام ہے جب وہ چاہے تو
تمہارے دل مین بہی وہ ارادہ ڈال دے پہر تم اوس کام کو کرنے لگو اگر وہ نچاہے تو تم ہزار
چاہو کہ ہم فلانا کام کرین مگر کرنا تو درکنار تمہارے دل مین اوسکا ارادہ بہی مضبوط نہ ٹہیر
سکے گا۔ جب ساری مخلوق اسی طرح پر ٹہیری تو خدا ہی پر مضبوط توکل رکہنی چاہیے سوا
اوسکے نہ کوئی کسیکا کچہہ بگاڑ سکتا ہے نہ سنوار سکتا ہے پہر غیرون کی طرف رجوع کرنا
محض بیفایدہ اور اپنے تئین ذلیل کرنا ہے جب وہ چاہے گا لوگون کے دل مین ارادہ ڈال دیگا

کی مخلوق اور اوسکے دو فریق کئے ایک فرقہ جنتی از راہ فضل دوسرا دوزخی از راہ عدل ایک شخص نے حضرت علی رض سے پوچھا کہ خبر دو مجھکو قدر سے کہا اونہون نے بری راہ ہے نہ چلیو ہمین پہر اوسنے یہی سوال کیا فرمایا گہرا دریا ہے مت داخل ہو ہمین پہر پوچھا فرمایا یہہ اللہ کا بہید ہے تجہسے پوشیدہ اسکی تفتیش نہ کر۔

امتناع از سرود و مزامیر وغیرہ

راگ اور باجا سننا اس زمانہ مین اکثر مروج ہوگیا ہے خصوصاً شادیون اور دوسری تقریبون مین خواہ مخواہ مجلس راگ رنگ منعقد کرتے ہین نہ صرف جاہل بلکہ اچھے اچھے لکھے پڑہے بھی کہتے ہین کہ راگ رنگ کے بغیر شادی بیاہ مین کچہہ لطف نہین اگر یہہ نہو تو شادی شادی ہی معلوم نہین ہوسکتی۔ بیاہ شادیونمین جہلا عورتین بن ٹہن کر آزادانہ محفل منعقد کرکے ڈہولک بجا کر گیت گاتی اور فحش بکتی ہین سٹہنیان دیتی ہین اسکے علاوہ اور کئی بیحیایانہ حرکتین کرتی ہین جو تہذیب کے سراسر خلاف ہوتی ہین۔ اور جو شادی موافق سنت کے ہو وہ اسپر بعض دفعہ طعن کرتے ہین اور اپنے ایمان کے جاتے رہنے کا کچہہ لحاظ نہین کرتے بعض اشخاص اس سے بھی بڑہ نکلے اور سرود و مزامیر کو عبادت سمجھنے لگے اور بزرگون اور اولیاء اللہ کی قبرون پر ناچنے گانے لگے حالانکہ قرآن مجید و حدیث شریف سے سرود و مزامیر کی برائی اور ناجائز ہونے کی مذمت ثابت ہے۔ قَالَ اللہ تبارک و تعالیٰ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (ترجمہ) فرمایا خدا کریمنے سورہ لقمن مین اور ایک لوگ ہین کہ خریدار ہین کہیل کی باتون کے تاکہ بہیر دین اللہ کی راہ سے بن سمجھے اور ٹہیرا وین اسکو ہنسی۔ یہہ وہ ہین جنکو ذلت کی مار ہے۔ کہیل کی بات سے مراد یہان راگ ہے کہ بعض بے سمجہہ آدمی اوسپر روپیہ خرچ کرتے ہین قوالون بہانڈون رنڈیون اور ڈومنیون کو روپیہ دیتے ہین۔ سب راگ کے سننے والے اللہ کی راہ سے گمراہ ہوجاتے ہین ایسا تو یہہ بذات خود گناہ کبیرہ ہے اور بہر کئی کبائر اس سے پیدا ہوتے ہین مثلاً کسی کی

اس سے معلوم ہوا کہ آدمی کو لازم ہے کہ توکل اختیار کرے اور جو قسمت مین لکھا ہے وہ پہلے ہی مقرر ہو چکا ہے اوسمین کمی بیشی نہین ہو سکتی پس جو کام آدمی شروع کرے توکل علی اللہ کئے جائے وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ اور جو کوئی بہروسا کرے اللہ پس وہ کافی ہے واسطے اوسکے - ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچہا کہ جب تقدیر کا لکھا ہوتا ہے تو پہر ہم لوگ جو بیمارون کے واسطے کچہ پڑہکر دم کرتے ہین اور دوا سے علاج کرتے ہین مشکل مین دعا اور صدقہ و خیرات کرتے ہین اسسے لوگون کو ظاہر مین فائدہ کیون معلوم ہوتا ہے حضرت صلعم نے فرمایا یون سمجہو تو فائدہ ہوتا ہے سو یہہ بہی تقدیر مین لکھا ہے کہ یہہ شخص ایسا کریگا تو یون فائدہ ہوگا سو ویسا ہی ہوتا ہے یہہ تقدیر کے خلاف نہین - اس مقام پر معلوم کرنا چاہیئے کہ علما نے لکہا ہے کہ تقدیر دو قسم ہے ایک یہہ کہ جیسا مقرر کردیا ویسا ہی ہوا اسکو تقدیر مبرم کہتے ہین اور ایک تقدیر معلق ہے کہ اگر فلانا شخص ایسا کرے تو یون ہوگا اور یون کرے تو ایسا ہو مثلاً دعا مانگے تو مریض اچہا ہو اور نہ مانگے تو نہ اچہا ہو - یہہ دعا تعویذ صدقہ خیرات دوا علاج کا اثر اسی تقدیر معلق کے سبب سے ہوتا ہے اگرچہ اس اثر کا ہونا بہی اوسکی تقدیر مین لکھا ہے مگر اصل یہہ ہے کہ آدمی اس مقام پر تردد نہ کرے اور اپنی عقل ناقص کو منہ زور گہوڑے کی طرح اس میدان مین نہ دوڑاوے اور جسطرح خدا نے فرمایا ہے اوسپر یقین لاوے اور چون و چرا نہ کرے جیسا کہ بڑے آدمیون کے حکمون اور کامون کے بہیدون کو معلوم کرنا دیہاتی گنوارون کے لئے مشکل ہوتا ہے اور اونکی سمجہہ مین نہین آتا اسیطرح اللہ تعالے کے کامون اور حکمون کا بہید بندون کی عقل سے دریافت ہونا محال ہے -

قدر یعنی امور جو حکم اور اندازہ کئے ہوئے اللہ تعالے کے ہین انپر ایمان لانا فرض ہے یعنی اعتقاد کرے کہ اللہ تعالے پیدا کرنے والا اعمال بندون کا ہے خواہ نیک ہون یا بد - لکھے ہین لوح محفوظ مین پہلے انکے پیدا کرنے کے سبب کچہ اوسی کے حکم و ارادہ سے ہوتا ہے لیکن یان وہ طاعات سے راضی ہوتا ہے اور کفر و گناہون سے ناخوش - اور تقدیر اللہ کے بہیدون مین سے ایک بہید ہے نہین مطلع کیا اوسپر کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کو اور نہین جائز اوسمین خوض اور بحث کرنا بطریق عقل کے بلکہ واجب یہہ ہے کہ اعتقاد کرے کہ اللہ تعالے نے پیدا

سنکر اور راگ باجے اور تماشے کا مزا اوسکے دل مین ڈالکر اور اپنے سوار و پیادے جیسے
جن و پری اور ناچنے گانے والی رنڈیان اور بھانڈ قوال سرود و قوالی امرد جنکے سبب سے
انسان برائی کی طرف مایل ہو اونپر جمع کر دے اور مال مین ساجھا کر لے کہ انکو بے جا خرچ
کرین یعنی تیرے سوار اور پیادون کو دین کہ کبھی شیخ سدو اور زین خان اور لال پری
کی نیاز ٹھہرا دین اور کبھی ظاہر مین بعض بزرگون کا نام لیکر اور حقیقت مین تیرے ہی لیے
نذر مان کر مال خرچ کرین اونکی اولاد مین بھی ساجھا کر لے کہ اللہ کی بخشی ہوئی اولاد
کو تیری طرف نسبت کرین [illegible] اولاد کو کوئی گانا بجانا سکھائے کوئی ناچنا سکھائے
کوئی قوالی اور نقالی کی تعلیم دے کوئی شراب پیدا کرنے کا ڈھب بتلائے [illegible] ترغیب دے
اور اون سے وعدہ کر [illegible] گے تو ایسا ہوگا راگ سنو گے تو شوق [illegible]
حاصل ہوگا - فلانی جگہ مال خرچ کرو گے تو نام زیادہ ہوگا [illegible]
ہوگی - فلانا کسب اولاد کو سکھا دو گے تو دولت بہت ملیگی [illegible]
تو اولاد کی عمر زیادہ ہوگی - [illegible] نے فرمایا کہ شیطان [illegible] وعدہ [illegible]
ہین یہہ باتین جو شیطان سمجھاتا ہے نہین ہوتین اگر اللہ اور رسول نے [illegible]
کام ایسے تو البتہ ہوتی ہین - اسی اصل راگ باجا شیطان کی آواز ہے [illegible]
جو لوگون کو راگ کی ترغیب دیتے ہین شیطان کے سوار و پیادے ہین [illegible]
ہین اور اسمین جو مال خرچ کرتے ہین وہ شیطان کا حصہ ٹھہرتا ہے اور جو اپنی اولاد کو [illegible]
کامون مین مشغول کرتے ہین وہ اولاد شیطان کے حصہ مین پڑجاتی ہے - اور فرمایا حضرت صلے اللہ
علیہ وسلم نے اَلْغِنَاءُ یُنْبِتُ النِّفَاقَ فِی الْقَلْبِ کَمَا یُنْبِتُ الْمَاءُ الزَّرْعَ یعنی راگ
اگاتا ہے نفاق دل مین جیسے اگاتا ہے پانی کھیتی [illegible] جیسے پانی دینے سے کھیتی اوگتی
ہے اور بڑھتی ہے ویسے ہی راگ سننے سے دل مین نفاق پیدا ہوتا ہے - اس حدیث سے
معلوم ہوا کہ راگ سننے سے آدمی منافق ہو جاتا ہے - ایک اور حدیث مین آیا ہے کہ ایک
روز حضرت نافع رض حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک راہ مین تھے سنا اونہونے
ایک باجا تو اپنی انگلیان اپنے کانون مین ڈال لین اور چلے گئے اوس راہ سے جب دور

نماز جاتی رہتی ہے اور کسی کی نماز کا وقت تنگ ہو جاتا ہے کیونکہ نا کی سو جھتی ہے
کوئی سستی ہین او جھلپنے کو دینے لگتا ہے اور لوگون پر برا اثر پڑتا ہے حتی کہ رفتہ رفتہ
ایسے لوگون کے نزدیک شریعت کی بات ہنسی ٹھٹھا ہو جاتی ہے اور گانے بجانے والے
اور سننے والے اللہ کے رستہ سے گمراہ ہو جاتے ہین کہ نماز روزہ وغیرہ امور دین کے مسائل
نہین سیکھتے انکے اخلاق و عادات ناپسندیدہ ہو جاتے ہین راگ کے تال سُر راگنیان سیکھنے
مین ایسے مصروف ہوتے ہین کہ نماز روزہ سے بالکل دستبردار ہو جاتے ہین۔ ہندوستان
ہمارے ملک کے قدیم اہل نشاط اور گویون کے علاوہ اب ایک اور فرقہ پیدا ہوا ہے جو ہندوستان
کے ہر ایک شہر مین اپنے مکر و فریب کے جال (تھیٹر) بچھائے رہتے ہین اور دعوے کرتے
ہین کہ ہم لوگون مین تہذیب اخلاق پھیلاتے ہین حالانکہ یہہ سراسر دہوکا ہے یہہ بھی اسی
قسم کے گویے اور خود غرض ہین انکے تماشون کے دیکھنے اور راگ سننے سے اکثر لوگ گمراہ
ہو گئے ہین دین کا جو نقصان اسمین ہے وہ تو ظاہر ہی ہے۔ دنیا کا بھی بہت نقصان
ہوتا ہے جو روپیہ پیسہ پاتے ہین وہ انکی نذر کر دیتے ہین۔ بعض تو انکے تماشاؤن کے ایسے
مشتاق ہین کہ اور کچھہ نہ میسر ہو تو گھر کے بھانڈے برتن بیچکر تماشے مین جاتے ہین اور
جہان کہین اپنے دوستون مین بیٹھتے ہین تو ان ہی گفتگو کرتے ہین کیون جی آج کا ہے کا
تماشا ہے؟ ایسے لوگ مسائل دینی کو کھیل اور ہنسی سمجھتے ہین سو فرمایا اللہ تعالے نے ایسے
لوگون کو ذلت کا عذاب ہوگا۔ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُم بِصَوْتِكَ
وَاَجْلِبْ عَلَيْهِم بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ
وَعِدْهُمْ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ؕ اور گھیر لے انمین سے جسکو تو
گھیر سکے آواز سے اور پکار لا اونپر اپنے سوار اور پیادے اور ساجھا کر اون سے مال مین اور
اولاد مین اور وعدہ دے اونکو اور کچھہ نہین وعدہ دیتا اونکو شیطان مگر دغا بازی۔ جب شیطان
اللہ کی درگاہ سے راندہ گیا تب اوسنے دعا مانگی کہ مجھے قیامت تک زندہ رکھیو تا کہ لوگون
کو بہکاؤن۔ اللہ تعالے نے اوسکی دعا قبول کی اور فرمایا کہ جا جو تیری تابعداری کریگا
اوسکا اور تیرا ٹھکانا دوزخ ہے۔ جس آدمی پر تیرا بس چلے اوسکو اپنی آواز یعنی راگ

فرض میں جانتے ہیں اور بزرگوں کی فاتحہ جسکو عرس کہتے ہیں بغیر سرود و مزامیر کے ناجایز سمجھتے ہیں انکی صحبت سے دین کا نقصان ہوتا ہے۔ مشایخ جو قرآن و حدیث سے واقف ہیں وہ ان بدعات و الواث سے بری ہیں انکے نفوس قدسیہ سے البتہ لوگون کو فایدہ ہے۔ الحاصل قرآن و حدیث سے ثابت ہی کہ راگ باجا شیطانی کام ہے۔ سو وہی شیطان نام کے مشایخون کے خیالات مین تصرف کرتا ہے اور ذوق شوق دلاتا ہے اور یہہ نادان اوسکو انوار آلہی تصور کرکے ناچنے کودنے لگتے ہین مگر واضح رہے کہ فوج مین خبر کرنے کو باجا بجانا درست ہی بدون اس ضرورت کے ہر ایک باجا و سرود ممنوعات سے ہے اس سے بچنے ہی سے ایمان کامل ہوتا ہے اور فرمایا اللہ تعالے نے وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا اور خدا کے بندے وہ ہین کہ جب گزرتے ہین کسی بیہودہ پر گزرتے ہین بزرگانہ۔ یعنی جیسا کہ حضرت نافع رضی کی روایت سے معلوم ہوا کہ رستہ مین کسی باجہ کی آواز سننے سے حضرت ابن عمر رضی نے کانون مین انگلیان رکھہ لین اسی طرح ہم سب مسلمانون کو مناسب بلکہ واجب ہے کہ ہر قسم کے باجے اور راگ تماشے سے اور ہر قسم کے میلے عرس تعزیے ہنڈیان اور دوسرے منہیات و منکرات سے اجتناب کرین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اونکے صحابون کا جو سب سے افضل اور پاک باطن اور بے تکلف تھے اور سب کے سب اصل دین کے جاری کرنے والے تھے طریقہ اختیار کرین رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

مناکحت

جبکہ خداوند تعالے نے مرد اور عورت کا جوڑہ مقرر کر دیا ہے اور نسل انسان کی ترقی کے واسطے ہی انکا اتحاد ضروری ہے تو ہر ایک مرد و عورت کو اپنی شادی کرنی ضروری ہے لیکن اس شادی کے واسطے ہی کوئی خاص وقت معین چاہیئے کیونکہ خدا نے جس غرض کے واسطے ان دونون کا رشتہ قایم کیا ہے وہ اسی امر کی مقتضی ہے کہ ان دونون کی شادی کے وقت انسان کو خیال کر لینا چاہیئے کہ آیا وہ غرض اس شادی سے پوری ہوتی ہے یا نہین۔ عورت و مرد کا رابطہ ایسا نہین جو چند روز کے لئے ہو یا ایک عارضی طور پر ہو بلکہ یہہ رابطہ ایسا ہے کہ تمام عمر کے واسطے باہمی آرام کا باعث ہوتا ہے۔ امور خانہ داری مین بی بی سے بڑھکر اور کوئی

نقل کرنے تو مجہہ سے کہا کہ اے نافع مین ایک روز پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتہہ تہا تو سنی اونہون نے آواز بانسلی کی تو اسی طرح کیا جیسا کہ مینے کیا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ پیغمبر خدا اور صحابون کا یہی عمل تہا کہ باجا سننے سے اسقدر پرہیز کرتے تہے کہ راہ چلنے مین بہی کہین سے باجے کی آواز کان مین پڑجاتی تو اپنے کان بند کر لیتے۔ پہر معاذ اللہ گانا باجا سننا یا راگ کی محفل اپنے گہر کرنا یا راگ کی محفل مین جانا اور اوسمین سرور حاصل ہونا تو کیا امکان کہتا ہے اِنَّ اللّٰہَ تَعَالیٰ حَرَّمَ الْخَمْرَ وَالْمَیْسِرَ وَالْکُوْبَۃَ وَقَالَ کُلُّ مُسْکِرٍ حَرَامٌ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالی نے حرام کی شراب اور جوا اور کوبہ اور جو چیز نشہ کرے حرام ہے۔ کوبہ اوس باجے کو کہتے ہین جو دونون طرف سے منڈہا ہوا ہو جیسے ڈہولک اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے شراب اور اور نشہ کی چیزین مثلاً بہنگ بوزہ وغیرہ حرام ہین ویسے ہی ڈہولک اور باجا بجانا اور اوسکا سننا بہی حرام ہے وَاَمَرَنِیْ رَبِّیْ بِمَحْقِ الْمَعَازِفِ وَالْمَزَامِیْرِ وَالْاَوْثَانِ وَالصَّلِیْبِ وَاَمْرِ الْجَاہِلِیَّۃِ اور فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حکم کیا مجہکو میرے رب نے تار کے باجون اور نئے کے باجون کے دفع کرنے کا اور بتون اور صلیب کے دفع کرنے کا اور نادانی کے کامون کے دفع کرنے کا۔ باجے جو تارون سے بجتے ہین یہہ ہین ستار طنبورہ سارنگی طاؤس چکارہ چنگ بین رباب وغیرہ اور نئے کی قسم کے باجے یہہ ہین بانسلی الغوزہ شہنائی قرنا وغیرہ انگریزی باجے بہی جو ہوا بہی لگانے اور کوٹنے یا پہونکنے سے بجتے ہین ان دونون قسمون مین شامل ہین اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جیسے حضرت کو ایام جاہلیت کی رسمون کے مٹانے کا حکم تہا ویسے ہی باجون کے دفع کرنے کا بہی حکم ہوا کہ باجے کی چیزین بنانے بیچنے اور انکے بجانے اور سننے سے منع کرین۔ اس زمانہ مین اکثر لوگ اپنے تئین مسلمان کہتے ہین مگر ریشمی کپڑے اور باجا بنانا بجانا اور سننا بطور حلال کے استعمال کرتے ہین پہر بعض حرام بہی جانتے ہین مگر بلا تکلف بجاتے اور بجوا لیتے اور گاتے اور گواتے اور سنتے اور سنواتے اور بناتے ہین کوئی محفل راگ باجے سے خالی نہین ہوتی نکاح ختنہ اور دعوت مین تو راگ باجے اور ناچ کو ہم تو لوازمات سے جانتے ہین اور بعض پیرزادے اور نام کے مشایخ راگ اور باجا سننا

[illegible]

یا خاطر ہی مین نہ لائیگی۔ میان بی بی کو چاہے گا یا اوسکو اپنے واسطے زندگی تلخ کرنے کا
وسیلہ سمجھے گا۔ اگر امور مذکرہ بالا کو مدنظر رکھا جاوے تو مناسب یہہ معلوم ہوتا ہے کہ عقد
مناکحت کے لئے جو قواعد شریعت اسلامیہ مین شارع نے مقرر کئے ہین اونہی کے مطابق
عمل کیا جاوے۔ اسی مین سود و بہبود کی امید ہے۔ حدیث شریف مین آیا ہے کہ عقد نہ
کیا جاوے تاوقتیکہ مرد حد بلوغ (اٹھارہ سالہ عمر) کو نہ پہونچ جاوے اور یہان تک کہ نان و
نفقہ کی طاقت ہو اور ہر دو عورت کو اور عورت مرد کو بالواسطہ یا بلاواسطہ پسند کرلے اور
ایک دوسرے کا حسن و قبح اونپر ظاہر کیا جاوے کیونکہ اس عقد و پیمان سے شوہر اور زوجہ
کے درمیان ایک ایسا مضبوط رشتہ پیدا ہو جاتا ہے جو تمام رشتون پر فوقیت رکھتا ہے اور
جسکی تفصیل کی چندان ضرورت نہین۔ انتظام خانہ داری مین مرد عورت ایکدوسرے کا
مددگار ہے مگر قدرت نے انکے منصب مین تفرقہ رکھا ہے۔ عورت کسی طرح اور کسی حالت
مین آزاد نہین ہے بلکہ وہ مرد کی تابع ہے قرآن مجید مین ہے اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَى
النِّسَآءِ مردون کو فضیلت ہے عورتون پر۔ جو عورتین مذہبی تعلیم سے مستفیض ہوتی ہین
وہ اکثر اوصاف حمیدہ سے متصف ہوتی ہین اور ہمیشہ اپنے عمدہ اوصاف و عادات سے اپنے
شوہرون اور بزرگون کی خدمت و فرمانبرداری کی عادی ہوتی ہین اور اپنے شوہر کے سوا
دوسرے کی طرف نگاہ کرنا گناہ کبیرہ سمجھتی ہین اور عفت و عصمت سے رہتی ہین اور خانہ داری
کے کام اور فرائض مذہبی و خدمت شوہر نہایت مستعدی سے بطور فرض کے کرتی ہین۔ انکے
دل پر خدا کا خوف غالب رہتا ہے۔ کذب مذمت خود آرائی اور خودستائی کی انہین عادت نہین
ہوتی۔ شرم و حیا کی اسقدر پابند ہوتی ہین کہ اونکی آواز کوئی نہین سن سکتا۔ نجات عقبیٰ کی
ہردم خواستگار رہتی ہین۔ ایسی عورتین جس خاندان مین ہون اوسپر خدا کی برکت ہوتی ہے۔
پھر جبکہ قدرت نے توالد و تناسل کے لئے مرد اور عورت کا جوڑہ مقرر کردیا ہے تو ہر ایک انسان
کو نکاح کی طرف طبعی رغبت ہوتی ہے لہذا چند امور متعلق شادی کے تحریر کئے جاتے ہین۔
شادیون مین مال بیجا خرچ کرنے کی رسم سب لوگون مین رائج ہے ہرچند نکاح کے متعلق رسمین بہت
ہین اور ہر ایک ملک مین ہر ایک قوم اور فرقہ کی جدا جدا رسمین ہین مگر کئی رسمین ایسی ہین جو

مددگار نہین ہوتا۔ خانہ داری کے سارے کام عورت ہی انجام دیتی ہے۔ عزیز اولاد کو عورت ہی پرورش اور تعلیم کرتی ہے۔ اولاد کی بچپن کی تکلیفین عورت ہی جھیلتی ہے۔ غرض کہ امور خانہ داری و دیگر معاملات کے لحاظ سے دنیا مین مرد کے واسطے کوئی مہربان رفیق بی بی سے زیادہ نہین اور عورت کو بھی دنیا مین خاوند سے زیادہ کوئی عزیز نہین اور نہ عورت کا سوائے خاوند کے کوئی مددگار ہوتا ہے جس طرح ہوسکے گا مرد کمائیگا اور عورت کے آگے لاکر رکھے گا مرد کمانے کے لیے سفر اختیار کریگا۔ دیس بدیس پھریگا جنگل پہاڑ طے کریگا۔ نہرون دریاؤن اور سمندرون کو چیریگا۔ اندھیری راتون مین سفر کی تکلیفین اوٹھائیگا کبھی بادل برستے بجلی کڑکتے آندھی چلتے سنسان جنگل سے جا رہا ہوگا۔ کبھی ایسا وقت ہوگا کہ پاس کپڑا نہ ہوگا۔ غضب کا جاڑا ہوگا اور جاڑی کا موسم ہوگا اور یہ سفر کر رہا ہوگا۔ کبھی گرمی کی موسم مین جب گرمی کی خوب گرما گرمی ہوگی سورج سر پر آیا ہوگا دوپہر کا وقت ہوگا غضب کی دہوپ ہوگی اوپر سے جلے گا نیچے سے پاؤن جلینگے اور یہ بیچارہ ریگستان مین گزر رہا ہوگا غرض ہزارون تکلیفین اپنے کنبے کی خاطر جھیلے گا اور جو کچھ میسر ہوگا اپنے اہل و عیال کے پاس لائیگا۔ الحاصل جہان مین میان بی بی کا رشتہ نہایت نازک ہے۔ یہ دونون ایسے ہونے چاہئین جو باہم متفق المزاج ہون ایک دوسرے کے دل پسند ہون تاکہ باہمی اتفاق و موافقت سے دونون کی عمر عمدہ طور پر بسر ہوجاے۔ ایسا نہو کہ میان بی بی کو نہ چاہے اور بی بی میان کی صورت دیکھنی سے بیزار ہو۔ بی بی میان کو خیال مین نہ لائے۔ میان کی نظرون مین بی بی نہ سمائے عمر یونہی برباد ہوجاے زندگی کا لطف نہ آئے بلکہ ایسی زیست کو بھی وبال جان سمجھین اسیواسطے ضرور ہے کہ اولاد کی شادی بچپن مین نہ کیجائے کیونکہ اس عمر مین میان بی بی کے حقوق سے نا واقف ہوتا ہے اور بی بی اپنے خاوند کے حقوق سے نامحرم ہوتی ہے۔ اس شادی کی نہ میان کو خوشی نہ بی بی کو اگر خوشی ہے تو والدین کو کہ وہ اپنے دل کے ارمان نکال رہے ہین گھر نہال ہے اپنے مین یہ نہین معلوم کہ دونون کی عمر کیونکر گزرے گی۔ دونون کی آپس مین مرضی ملے گی یا نہین۔ عمر لطف سے گزارینگے یا تلخی سے بسر کرینگے۔ ہمنے تو اپنی خوشی کر لی انکو بھی اپنی شادی کی خوشی ہوگی یا اوس جان کا غم اور دل کا رنج ہوگا۔ بی بی میان کو پسند کریگی

اور سود لینا اور دینا دونون حرام ہین۔ یہہ ایک اور حرام ہوتا ہے یک نشد دو شد۔ اور بعضون کی یہان تک نوبت پہونچ جاتی ہے کہ بیاہ شادی کے واسطے بھیک مانگتے ہین اور سوال کرنا بلا ضرورت شرعی حرام ہے فرمایا اللہ جل شانہ نے وَلَا تُسْرِفُوا اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ کلہ اور بیجا نہ اوڑاؤ اوسکو خوش نہین آتے بیجا اوڑانے والے۔

صحبت

تا ترا عقل و دین بیفزاید	ہمنشین تو از تو بہ باید

جس شخص کو صحبت نیک حاصل ہوگی اوسکا انجام بخیر ہوگا اور وہ لوگون کی نظرون مین عزیز ہوگا اگر کسی ذی عزت شخص سے ملے گا تو وہ اسکی شایستہ گفتگو سنکر اس سے مہربانی کے ساتھہ پیش آئیگا اور اسکی ہر ایک شخص کے پاس تعریف کریگا۔ صحبت نیک سے دل روشن ہوتا ہے عقل و تمیز کو فروغ ہوتا ہے دینی اور دنیوی امور مین کامیابی ہوتی ہے استعداد کامل پیدا ہوتی ہے۔ صحبت نیک کا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ انسان کو ذاتی اور خاندانی ناموری حاصل ہوتی ہے جو شخص صحبت بد اختیار کرتا ہے بہت جلد جہالت و ضلالت مین گرفتار ہوتا ہے ہر ایک دانا اوس سے نفرت کرتا ہے صحبت بد سے انسان خود اور اوسکا خاندان بدنام ہوجاتا ہے صحبت بد کا نتیجہ عاقبت کی رسوائی اور خاندان کی تباہی و بربادی ہے

خاندان نبوتش گم شد	پسر نوح با بدان بنشست
پی نیکان گرفت مردم شد	سگ اصحاب کہف روزی چند

اگر تم بری صحبت اختیار کروگے تو ہر ایک عاقل تمکو برا کہے گا تم نہایت ذلت اوٹھاؤگے بدون سے سوائے بدی کے کچھہ نہین سیکھوگے۔ بد جب بذات خود بد ہے تو اوس سے سوائے بدی کے اور کیا ظہور مین آسکتا ہے جو شخص شیوہ بد اختیار کریگا وہ اپنے بہبودی کی امید نہین رکہہ سکتا۔ بعض لوگون کا خیال ہے کہ جب ہم بذات خود نیک ہین تو بدون کی صحبت ہمکو ضرر نہین پہونچا سکتی ایسے لوگ اپنی جہالت و نادانی کے باعث نہین

اکثر ملکون مین بہت لوگون کے درمیان رائج ہین ورانکا چھوڑنا لوگون پر دشوار ہوگیا ہی
اول یہہ کہ **شادی سے پہلے برادری کا کھانا** کرتے ہین - دوسرے **برات کو کھانا دینا** - اگرچہ برات اوسی شہر بلکہ اوسی محلہ مین جانے والی ہو مگر لڑکی والے برادری کو
اور جو لوگ نکاح مین شامل ہون اونکو کھانا ضرور دیتے ہین - **ناچ راگ رنگ** مع باجہ
برات کے ساتھ لے جانا **مہر** کا زیادہ مقرر کرنا وغیرہ وغیرہ - پہر ان سب رسمون کو لوگ لوازمات
نکاح سے سمجھتے ہین - اور جہلا اپنی دانست مین بغیر ان رسومات کے نکاح کو بے حقیقت سمجھتے
ہین - حالانکہ نکاح مین **صرف** دو گواہون کے سامنے ایجاب و قبول اور کچھہ تقرر مہر کا چاہیے
اور بعد نکاح کے **ولیمہ** یعنی جب نکاح ہو چکے تو اوس روز بہائیون کو کھانا دینا واجبی ہے
یعنی سنت موکدہ ہے اور شادی سے پہلے کھانا دینا بیہودہ اور خلاف سنت ہے اور عقل سے
بہی بعید ہے عقل ہی حکم کرتی ہے کہ خوشی کا کھانا شادی کے بعد ہو - علاوہ انکے جتنی رسمین
نکاح کی ہین نہایت قبیح اور بدعت ہین **مال کا بیجا خرچ کرنا** محض مشہر دین کا فایدہ
تو کجا دنیا کا بہی کچھہ فایدہ نہین مال کا بیجا خرچ کرنا حرام ہے وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيرًا ۝
إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا
اور بیجا مت خرچ کرو اور اگر تحقیق بیجا اوڑانے والے شیطانون کے بہائی ہین اور شیطان
اپنے رب کا ناشکر ہے - یعنی مال اللہ کی نعمت ہے اسکے سبب عبادت خاطر جمع سے ہوتی ہے
خدا لوگون کو مال اسواسطے دیتا ہے کہ اللہ کی رضامندی کی جگہ خرچ کیا جاوے اور یہی اوسکا شکر ہے
اور شیطان چاہتا ہے کہ مال رایگان خرچ ہو تاکہ آدمی سے اللہ ناراض ہو اور مال بیجا خرچ
کرنا ناشکری ہے اور شیطان خود ناشکرا ہے وہ یہی چاہتا ہے کہ آدمی ناشکر ہو جاوے -
پس جو لوگ مال بیجا خرچ کرتے ہین وہ شیطان کے بہائی ہین - نکاح سے پہلے برادری کا
کہانا کرنا اور ناچ رنگ باجہ آتشبازی آرایش اور روشنی وغیرہ مین خرچ کرنا اور لڑکے والون کا
جوڑون وغیرہ مین بہت صرف کرنا یہہ سب ممنوع ہے ایسے کامون کے ارتکاب کرنے
والے شیطان کے بہائی ہین - پہر بعض کی یہان تک نوبت پہونچ جاتی ہے کہ سودی
قرضہ لیکر ان خرافات مین صرف کرتے ہین پہر اوسکا ادا کرنا مشکل پڑ جاتا ہے

انسان کے لئے ضروری ہے تو لازم ہے کہ صحبت نیک تلاش کرے۔ داناؤن اور باعمل عالمون کی صحبت سے عزت و توقیر اور معلومات بڑہتے ہین جاہلون بدچلنون اور فاسقون کی صحبت انسانی شرف اور عزت کو سخت نقصان پہونچانے والی ہے۔ جب ہر ایک صحبت کا اثر لازم ہے تو یہہ عقلمندی نہین کہ نیکون کی صحبت سے فایدہ نہ اوٹھایا جاوے یا اپنے سے بہتر اور پارسا لوگون کی ہمنشینی کو غنیمت خیال نہ کیا جاے

	کہ با چون خودے گم کنی روزگار		زخود بہترے جو و فرصت شمار

یہہ بہی یاد رکھنا چاہیے کہ ہمنے جو کہا ہے کہ " اپنے سے بہتر کی صحبت اختیار کرنی چاہیے" اس سے یہہ مراد نہین کہ ایسے شخص کی صحبت اختیار کرنی چاہیے جو دولت اور ثروت مین اپنے سے بہتر ہو بلکہ ایسی صحبت جانبین کے لئے سم قاتل کا اثر رکھتی ہے۔ کم درجہ آدمی کے لئے یہہ نقصان ہے کہ اوسکو حصول و وصول خواہ مخواہ ذلیل آدمیون کی طرح اوسکی خدمت کرنی پڑتی ہے اور دولتمندونکے لئے یہہ مضرت ہے کہ جب وہ اپنے گرد و پیش ایسے لوگون کا ہجوم دیکھتے ہین تو اونکا تکبر و عجب و غرور بڑہتا ہے علما و صلحا کی صحبت سب سے بہتر ہے۔ جو شخص شرافت اور بزرگی کو پسند کرتا ہو اوسکو لازم ہے کہ بدون اور جاہلون کی صحبت سے کنارہ کش رہے۔ خصوصاً بچون کو تعلیم و تادیب کے لئے ایسے استاد کی سپرد کرنا چاہیے جو عالم باعمل ہو اور اپنے شاگرد کے اوقات کو ہر دم عمدہ تعلیم و نصیحت مین لگادے اور اخلاق و عادات پسندیدہ سے مزین کرے۔

تعلیم اطفال

جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو اوسیوقت سے اوسکی تعلیم و تربیت شروع ہوتی ہے اگر اوسوقت سے تعلیم و تربیت کی طرف توجہ نہ کی جاے تو اوسکے حرکات و سکنات جانورون کی مانند ہو جاوینگے۔ نہ انسانون کی طرح اوٹھنا بیٹھنا کہانا پینا جانیگا اور نہ عقل و تمیز سے کام لے سکیگا نہ باہمی سلوک کی قواعد سے واقف ہوگا گو قدرت نے سب طرح کی قوتین عطا کی ہین مگر اونکا عمدگی کے ساتہہ کام مین لانا بغیر تعلیم و تربیت کے ممکن نہین۔ ایک مبصر اور

سمجھہ سکتے کہ ہم غلطی پر ہین یا راستی پر۔ درحقیقت وہ بڑی بہاری غلطی پر ہین کیونکہ تجربہ سے ثابت ہو چکا ہے کہ اَلصُّحْبَتُ مُؤَثِّرَۃٌ مین ایک موٹی سی مثال دیتا ہون اگر کوئی شخص شرابخانہ مین جاوے اگرچہ وہ شراب نہ پیوے مگر اوسکے دل پر ایک قسم کی تاریکی چہا جاتی ہے اور گناہ کرنے پر دلیر ہوجاتا ہے علاوہ اسکے عام لوگ خیال کرتے ہین کہ یہہ شرابخوار ہے ورنہ شرابخانہ مین اسکا کیا کام تہا۔ ایسا ہی اگر کوئی شخص ہر روز مسجد مین جاوے اگرچہ وہ نماز نہ پڑہتا ہو مگر لوگ یہی خیال کرتے ہین کہ یہہ بڑا دیندار پرہیزگار ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ نیک جگہہ مین جانے سے اور صلحا کی صحبت اختیار کرنے سے عمدہ اور نیک خصلت حاصل ہوتی ہے اور انسان نیک نام ہوتا ہے اسلیئے مناسب ہے کہ نیک صحبت اختیار کرے۔ بچون کو نیک خصلت بنانے کا سب سے بہتر طریقہ یہہ ہے کہ ابتدائے عمر مین اونکو کسی سکول یا پہ رشتہ کسی لائق اور صالح استاد کی سپرد کرین تاکہ اوسکی طبیعت مین نیک صحبت کا اثر جاگزین ہو۔ اگر لڑکپن ہی مین اوسکو صحبت بد ہوگی تو بڑے ہونے پر اصلاح دشوار ہوجائیگی جنکو ابتدائے عمر مین نیک بختون کی صحبت مین رہنے کا اتفاق ہوتا ہے وہ بڑے ہوکر اکثر نیک ہی رہتے ہین یہہ بدیہی امر ہے کہ صدہا شاگرد استاد کی صحبت سے فیضیاب ہوتے ہین۔ عابدون کی صحبت سے انسان عبادت اور عالمون کی صحبت سے علم سیکہتا ہے غرض جیسی صحبت ویسا اثر۔ یہہ طبعی خاصہ ہے کہ ہر ایک حیوان اپنے ہمجنس کی صحبت تلاش کرتا ہے علیٰ ہذا القیاس انسان بہی طبعی طور پر اپنے ہمجنسون کی صحبت کا خواہان رہتا ہے اور بلحاظ قاعدہ تمدن و معاشرت اوسکو ایک دوسرے کی صحبت سے چارہ نہین پس دانشمند کو لازم ہے کہ ایسے شخص کی صحبت اختیار کرے جو اپنے سے زیادہ عقلمند تجربہ کار معتبر متدین پرہیزگار عالم باعمل ہو۔ نوخیز انسان کو انسانیت حاصل کرنے کے لئے ایسی مجلسون مین شریک ہونا چاہئیے جو لوث و بدعت سے مبرا ہون۔ ہم مضمون اتفاق مین تحریر کرچکے ہین کہ انسان مدنی الطبع پیدا ہوا ہے اسلیئے اوسکو اپنے ہم جنسون کی صحبت سے چارہ نہین اگر صحبت نہوتی تو انسان تمام حوائج انسانی سے ناچار رہجاتا اور کوئی ایک دوسرے کی امور معاش و معاد مین مدد نکرتا۔ صحبت

ماں باپ اپنی اولاد کو پہلے اپنے ہی گھر میں تعلیم دیتے ہیں) اسلیئے تعلیم و تربیت کا کام ایک
دوسرے لایق شخص کے سپرد کیا جاتا ہے اور وہ مختلف نصیحتوں سے ایتوں اور تعلیم و تربیت
اور تنبیہ و تادیب سے لڑکوں کے دل و دماغ کو روشن اور طبیعت کو مجلّے کردیتا ہے اور ہرایک
کام کے لایق بنا دیتا ہے جسکا نتیجہ یہہ ہوتا ہے کہ وہ خود اور اوسکے والدین مختلف فواید
سے مستفید ہوتے ہیں۔ معلم شاگردوں کے دل و دماغ کو اپنے حسن تدبیر سے آراستہ و پیراستہ
کرتا ہے جسطرح سنگ تراش ایک ناہموار اور بیڈول پتھر کو اپنی کاریگری سے کاٹ و تراش
کر بیل بوٹے اور سر تیار کر دیتا ہے اور طرح طرح کی رنگ آمیزیوں سے نمونہ چمن بنا دیتا ہے
جب استاد کی تعلیم و تربیت سے لڑکا اس قابل ہو جاتا ہے کہ اُسکو ظاہری و باطنی آراستگی و روشنی
حاصل ہو جاتی ہے تو ظاہر ہے کہ استاد کا کیا رتبہ ہوگا۔ قدیم الایام میں تعلیم کا کام بڑے
بڑے شریف صاحبدل نیک مزاج خوش اخلاق بیدار مغز عالم باعمل متقی اور متدین کو
سونپا جاتا تھا جو بے غرض طالب علم کو ایک مدت معین تک اپنے پاس رکھکر سب طرح کی
جسمانی اور روحانی تعلیم و تربیت سے لایق فایق بنا دیتے تھے اور سمجھتے تھے کہ ہماری لیاقت و
علم و فضیلت کا شکرانہ یہی ہے کہ دوسروں کو فایدہ پہونچے اور کسی سے حق السعی کی آرزو
و توقع نہیں رکھتے تھے۔ طالب علم بھی استاد کی فرمانبرداری و خدمت سے سرتابی نہیں کرتے
تھے۔ پس صاف ظاہر ہے کہ ایسی تعلیم کا طالب علم پر کیا کچھ اثر ہوتا ہوگا۔ اسمیں شک نہیں کہ
یہہ تعلیم نہایت ہی پر اثر ہوتی تھی اور طالب علم بھی روشن دل بیدار مغز اور صاحب فراست
ہو جاتے تھے ایسے استادوں کی تعلیم و ہدایت طالب علم کے دل و دماغ پر ایسی مؤثر ہوتی
تھی کہ وہ عمر بھر سب عیبوں اور برائیوں سے محترز رہتے تھے اور اخلاق حمیدہ و صفات
پسندیدہ پر ہمیشہ نظر رکھتے تھے دوسروں کے لئے نظیر بنتے تھے لوگ اونکو دیکھکر نصیحت
حاصل کرتے تھے۔ غرض ایسی حقیقی اور سچی تعلیم و تربیت کا وہ اثر پھیلا ہوا تھا کہ دنیا میں نیکی
و راستبازی و علم و فضل کا آفتاب سمت الراس پر تھا اور ایسے دل و دماغ کے لوگ پیدا
ہوتے تھے۔ استاد ایسا ہونا چاہیئے کہ جو تعلیم و تربیت کو اپنا فرض سمجھے اور شاگرد بھی ایسا
ہو کہ استاد کی ہدایت و حکم کے موافق دل و جان سے عمل کرے اور اوسکے حکم سے سرنہ

دانا شخص کا قول ہے کہ انسان نے حیوانات سے تبدیلی و ترقی پائی ہے اور اسی تبدیلی و ترقی کے سبب حیوانیت اوس سے جاتی رہی اور انسانیت اوسمین آگئی۔ اسکے بدلنے اور ترقی دینے والی یہی تعلیم و تربیت ہے۔ اگر یہہ قول صحیح ہے تو خیال کرنا چاہیئے کہ نسل انسان نے تعلیم و تربیت سے کسقدر ترقی کی ہے۔ ایسے کئی واقعات مشاہدہ مین آچکے ہین کہ کوئی بھیڑیا یا کوئی اور جنگلی جانور انسان کے چھوٹے بچہ کو اوٹھا لے گیا ہے اور اوسے اپنے بھٹ مین پرورش کرکے جوان کیا ہے صورت تو اوسکی انسانون کی سی ہے مگر خصایل تمام حیوانات کے ہین انسانون سے ڈر کر بھاگتا ہے جانورون کی سی بولی بولتا ہے اگر یہی بچہ ابتدا ہی مین انسانون مین عمدہ تعلیم و تربیت پاتا تو ممکن تھا کہ بڑا فاضل یا حکیم بنجاتا۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ بچون کو پیدا ہونے سے سن شعور تک تعلیم و تربیت کی اشد ضرورت ہی۔ اور یہہ کام پہلے پہل ماں باپ کی اختیار مین ہوتا ہے۔ اگر والدین دانا ہین تو ایک عرصہ معین تک اوسکی تعلیم کا کام عمدہ طور سے انجام دیتے ہین ورنہ اسکا اثر بالعکس ہوتا ہے جیساکہ اکثر دیکھنے مین آیا ہے کہ جن والدین نے اپنی اولاد کی پرورش عمدہ طور پر کی ہے اور اونکی تعلیم و تربیت مین کافی کوشش کی ہے وہ نہایت ہی لایق و صاحب علم و ادب ہوئے ہین اور جنکو آزاد چھوڑ دیا گیا ہے وہ اکثر نالائق بے تمیز اور بے ادب رہے ہین (گو کسیقدر علم مروجہ تحصیل کر لیتے ہین مگر تہذیب اخلاق سے جو تعلیم و تربیت کی جان ہے محروم رہتے ہین) جتنے عرصہ تک تعلیم و تربیت کا کام والدین کے ہاتھون مین رہتا ہے وہ اوسکے حق مین معلم صادق ہوتے ہین مگر انکی تعلیم سے بچہ بہت کم تبدیلی و ترقی پاتا ہے صرف معمولی نشست و برخاست کے قاعدے اور ماں باپ سے گفتگو کرنا اپنے پرایے مین تمیز کرنا سیکھہ جاتا ہے گویا اوس زمین کی مانند بن جاتا ہے جسکو ایک کسان نے ہل جوت کر قابل زراعت کر دیا ہو۔ اب کسان اوس کھیت مین پیدا ہونے کے قابل تخم کی کاشت عمدہ تدبیر سے کرتا ہے پھر اوسمین پھل لگتا ہے اور کسان اوس سے فایدہ اوٹھاتا ہے۔ اس مثال مین کسان ہی کھیت بنانیوالا ہے اور وہی تخم ریزی کرنیوالا اور خود ہی فایدہ اوٹھانیوالا ہے۔ مگر تعلیم کے معاملہ مین مختلف وجوہات کے سبب والدین کی تعلیم و تربیت غیر مکتفی ہوتی ہے (عرب مین چونکہ تعلیم عام ہے لہذا

غائب یکسان رہے اور جہان تک ہوسکے اوسکے اعزاز و اکرام مین کوشش کرے
تعلیم و تربیت کے باب مین جوکچھہ وہ ہدایت کرے بسر و چشم قبول کرے حیا اور ایمانداری سے
پیش آوے کوئی ایسا کام نہ کرے جو اوسکو ناگوار ہو۔ استاد کو بھی لازم ہے کہ سنجیدہ مزاج ہو اور
اور اپنے علم پر عمل کرے تاکہ طلبہ اوسکے اخلاق حمیدہ کی پیروی کرین کیونکہ لڑکو نمین دیکھا
دیکھی کام کرنے کا زیادہ شوق ہوتا ہے۔ آجکل کے اکثر استاد لڑکون مین بیٹھکر ذاتیہ گفتگو
سے اپنا اور طلبا کا وقت ضایع کرتے ہین جس سے اوسکی پہلی تعلیم و تربیت بھی جو اوسنے
والدین سے حاصل کی تھی خاک مین ملجاتی ہے۔ استاد کو لازم ہے کہ شاگرد کو اپنا لخت
جگر سمجھکر محبت اور دلی کوشش سے اوسکی تعلیم و تربیت مین سرگرم رہے اور تعلیم کا عمدہ طریقہ
عمل مین لائے اسطرح سلوک کرے کہ طالب علم کے دل مین خودبخود استاد کا ادب جاگزین ہوجاے
اور باہمی تنفر جاتا رہے جسمانی اور روحانی سزا دونمین بھی انصاف و اعتدال پر نظر رکھے۔
تعصب و طرفداری وانہ رکھے اور یہہ بھی لازم ہے کہ طلبا کے اوقات کو ہر دم عمدہ تعلیم و
کار نصایح مین لگائے رکھے اور اون سے کسیطرح کی طمع نہ رکھے اور درشتی و بداخلاقی سے
پیش نہ آوے اخلاق و عادات ناپسندیدہ سے خود محترز رہے کیونکہ استاد کا شایستہ ہونا
اور نیک چال چلن رکھنا اور عمدہ اخلاق کا عامل رہنا طالب علم کی درستی اخلاق پر بہت
مؤثر ہے جیسا خود ہوگا ویسا ہی عکس طالب علم کی طبیعت اور اوسکے آئینہ چشم و دل پر
منعکس ہوگا۔ جو استاد ایسے عمدہ سلوک کے ساتھہ اپنے شاگردون کی تعلیم و تربیت کرتے ہین
اونکا ادب اونکی فضیلت مدت العمر شاگردون کے دل مین قائم رہتی ہے۔ ایسے استادون
اور شاگردون کی نیکنامی اور علم و فضل کا شہرہ پہیلتا ہے اور پہر یہہ لوگ ملک اور قوم کی
قوت ہوتے ہین

چنانچہ اس زمانہ مین مدرسہ عربیہ اسلامیہ دیوبند بینظیر ہے چونکہ وہان کے مدرس عالم باعمل اور متدین ہین
اسیوجہ سے جو نیک اثر اونکے نفوس قدسیہ کا طلبہ کے دلون پر پڑتا ہے وہ اظہر من
الشمس ہے خصوصاً مرشدنا و سیدنا عالی جناب حاجی محمد عابد صاحب مہتمم
مدرسہ کی عظمت اور فضیلت کا شہرہ اون اضلاع مین بہت پہیلا ہوا ہے طالبان علم معرفت

بھرے اسمین شک نہین کہ جب دونون شخص لائق اور اپنے فرائض کے پابند ہونگے اور فیضرسانی اور فیض یابی کی خواہش دونون کے دلون مین متمکن ہوگی تو استاد بھی اور شاگرد بھی نیک خصال پیدا ہونگے اور سب کچھ کرسکین گے۔ اگرچہ ہمارے زمانہ مین اس ملک مین تعلیم کی وہ قیدین اور اصول قایم نہین ہے اور نہ لوگون کو دینی تعلیم کی طرف توجہ ہے اور اسیواسطے تہذیب اخلاق کی پابندی بہت کم ہے مگر پھر بھی غنیمت ہے کہ بعض بلاد و اضلاع مین قومی مدارس جاری ہو گئے ہین جس سے روز بروز ترقی دکھائی دیتی ہے اگرچہ ان مدارس مین بھی استادون کے دلونمین بخیال ملازمت و بجا آوری خدمت وہ بات تو نہین جو پہلے زمانہ کے استادون کے دلون مین تھی تاہم تعلیم کا ایک معقول طریقہ جاری ہے کہ دنیوی تعلیم کے ساتھہ دینی تعلیم بھی دیجاتی ہے اس سے امید ہے کہ عمدہ نتایج پیدا ہونگے۔ مگر ان قومی مدارس مین بھی بعض مدرسین کے اخلاق و عادات قابل اعتراض ہین جنکا اثر طلبا پر بہت کچھہ پڑتا ہے خصوصًا جو طلبہ اعلے جماعتونمین تعلیم پاتے ہین اونکے اخلاق و افعال ناپسندیدہ ہوتے ہین اگر مدرسین اپنا ظاہر و باطن شریعت اسلامیہ کے مطابق بناوین اور عادات ناپسندیدہ ترک کردین تو غالب ہے کہ طلبا بھی مدرسہ عربی دیوبند کے طلبہ کی طرح دینی فواید کے پابند ہوکر عادات رذیلہ کو چھوڑ دین اور ممنوعات و مکروہات سے محترز و مجتنب رہین کیونکہ استادون کے اخلاق کا شاگردون کی طبیعت پر بہت بڑا اثر پڑتا ہے ہماری راے مین اگر اعلے جماعتون مین علم حدیث کا درس لازمی قرار دیا جاوے تو اس سے دینی اور دنیوی دونون فایدے متصور ہین۔

اب دیکھنا چاہیے کہ استاد و شاگرد دونون پر ایک دوسرے کے کیا حقوق ہین یہہ تو ظاہر ہی ہے کہ استاد کے حقوق بے شمار ہین کیونکہ جو شخص طالب علم کی دین و دنیا اور جسمانی و روحانی ترقی و آراستگی کا باعث ہو اوسکے حقوق اتنے نہین کہ آسانی سے شمار مین آسکین تاہم یہہ ضروری ہے کہ شاگرد استاد کے حکم کی جو خلاف شرع نہو تعمیل کرے اوسکے ہر امر مجوزہ مین اعتراض نہ کرے ادب سے پیش آوے جسوقت اور جس طرح بیٹھنے کو کہے اوسپر عمل کرے جھوٹ فریب طمع بغض حسد اور غیبت چغلی وغیرہ برائیون سے پیش نہ آوے ہما ضرو

مال کو ہمنے بہ نقصان خریدا ہے اگرچہ ہمارے زر قیمت سے کئی درجہ کم ہے لیکن اس لائق ہے کہ اگر کسی بازار مین لیجاکر فروخت کرین تو کچھہ نہ کچھہ اوسکی قیمت وصول ہوجائے مثلاً سونے کے عوض پیتل تانبا لوہا یا سیسہ ہاتہہ آگیا۔ اگر ایسا ہوا تو ہم سمجھینگے کہ خیر تو ٹا سہی کچھہ تو ہاتہہ آیا۔ دوسرا یہہ کہ جس چیز کے عوض ہمنے اپنا بیش قیمت زر نقد دیا ہے وہ بالکل ہی بے قیمت اور نکمی ہے اور اوسمین کسیطرح کی منفعت ہی نہین ہے۔

اسکی توضیح یہہ ہے کہ پہلی تجارت اون اشخاص کے لئے حاصل ہے جو اپنی عمر کے اوقات اور ایام حیات کو اپنے پیدا کرنیوالے کی استرضا مین صرف کرتے ہین اور دین و دنیا کے کل کاروبار مین خداوند کی مرضی سے قدم باہر نہین رکھتے اور اوسکی خوشنودی کو دونون جہان کی بہتری و سرخروئی کا ذریعہ جانتے ہین اور اپنی انسانیت کو چارپایون کے سے چال چلن سے بٹہ نہین لگاتے اور پاکدامنی کی اُجلی چادر پر بدمعاشی اور شہوت پرستی کا دہبہ نہین لگنے دیتے اور تہذیب اخلاق و حسن معاشرت کے ہمیشہ پابند رہتے ہین اور بری عادات و بیجا حرکات سے ہر حال مین نفرت کرتے ہین اور اپنی زبان کو جہوٹ تہمت غیبت چغلی گالی اور ناشائستہ باتون سے محفوظ رکھتے ہین بزرگون کی تعظیم خوردون پر شفقت اپنے اوپر لازم سمجھتے ہین غریبون کی ہمدردی مظلومون کی غمخواری کرتے ہین علی الخصوص اپنے ماں باپ پیر و استاد اور علے العموم اپنے محسنون اور اقارب کے حقوق ادا کرتے ہین اور عام لوگون کے ساتہہ نیک نیتی اور راستبازی کے ساتہہ برتاؤ کرتے ہین اور کسی کو رنج و تکلیف نہین دیتے اور حتی المقدور ہر ایک کی خیرخواہی و نفع رسانی مین سعی کرتے ہین۔ اور مناقشات و مقدمات مین کسیکی حق تلفی و ایذا رسانی گوارا نہین کرتے لین دین کے معاملات مین دغا بازی اور فریب اور کم وہی و زیادہ ستانی کو کام مین نہین لاتے۔ رشوت ستانی و دہد وغلگوئی کو حرام سمجھتے ہین جو بہلائی اپنے لئے چاہتے ہین وہ دوسرون کے لئے بہی پسند کرتے ہین قومی بہلائی کو ذاتی بہلائی سے پہلے چاہتے ہین ذاتی اغراض کو قومی اغراض پر تصدق کرتے ہین اے خدا تو ایسے لوگون کی ہمت مین برکت دے اور انکی اس تجارت کو غیر متناہی منافع سے مالا مال کر۔ دوسری تجارت اون لوگون کے لئے ہے جو عبادت مین میانہ روی اختیار کرکے

دور و دراز مقامات سے آپکی خدمت با برکت میں صفائی باطنی و تعلیم روحانی حاصل کرنے کے لیئے حاضر ہوکر سعادت دارین حاصل کرتے ہین ایسے شخص کی صحبت سے دل کی تاریکی اور باطن کی کدورت دور ہوتی ہے۔ لہذا ہماری رائے یہہ ہے کہ استاد کا نیک نیت اور متدین اور عالم باعمل ہونا شاگرد کے حق مین عین رحمت آلٰہی ہے۔

تجارت روحانی

وہ لوگ کیا ہی مبارک ہین جو اپنی زندگی کو نکمی اور بفایدہ نہین سمجھتے اور اسکو ایک بڑی بھاری غرض کا سبب خیال کرکے لہو ولعب اور بیہودہ حرکات مین ضایع نہین کرتے زمانہ کے چھوٹے سے چھوٹے جزو کو بھی رایگان صرف کرنے کو بڑا بھاری خسارہ خیال کرتے ہین کیونکہ عمر مقادیر غیر قارہ زمانیہ سے مرکب ہے۔ جو مقدار زمانہ کی گزرتی ہے حقیقت مین نباتات کی عمر کا ایک حصہ ہاتھہ سے نکل جاتا ہے۔ اس جزو زمانہ کو جس کام مین خرچ کیا گویا اپنی عمر کا ایک حصہ دیکر وہ کام خرید کیا۔ اب غور کرنا چاہیئے کہ عمر ایک ایسی بے بہا شے ہے کہ اگر ہم چاہین کہ تمام دنیا کے مال و دولت کے عوض حیات معینہ کے علاوہ ایک منٹ یا اس سے بھی کم مقدار عمر کہین سے ہاتھہ آجاوے تو ہرگز ممکن نہین

سکندر کہ برعالمی حکم داشت		دران دم کہ بگذشت و عالم گذاشت	
میسر نبود کش کز و عالمے		ستانند و مہلت دہندش دمے	

اب دیکھنا چاہیئے کہ جس چیز کو ہمنے بیاری بیش قیمت عمر کا حصہ دیکر خرید کیا ہے وہ قدر و قیمت مین اس حصہ سے زاید ہے یا مساوی یا ناقص۔ اگر زاید ہے تو زہی قسمت کہ اس تجارت مین بڑا نفع اوٹھایا۔ اگر مساوی ہے تو بھی چندان خسارہ نہین گویا جتنا سونا دیا تھا اوتنا ہی سونا مل گیا۔ ہان اتنا ضرور کہنا پڑیگا کہ اس تجارت مین کچہہ نفع نہوا۔ جسقدر دام خرچ کیئے اوسیقدر قیمت کا مال ہاتھہ آیا محنت و سعی بفایدہ گئی۔ اور اگر ناقص ہے تو وا بر حال ما کہ ہمکو سخت خسارہ اوٹھانا پڑا۔ نقد بھی ہاتھہ سے گیا اور محنت کا ثمرہ بھی نملا۔ مالی اور جانی دونون قسم کا نقصان ہوا۔ پھر یہہ خسارہ دو قسم کا ہے۔ ایک یہہ کہ جب

مردہ پڑا رہجاتا ہے لوگ اوس سے نفرت کرنے لگتے ہین اوسکی صورت دیکھنے سے
ڈرتے ہین اور یہی چاہتے ہین کہ جہان تک جلد ممکن ہوگا گاڑ داب دین۔ چند روز کے
بعد جب اسکی قبر کھولکر دیکھین تو بجاے عقلمندی اور نادری اور خوبصورتی کے ایک
مشت استخوان بوسیدہ نظر آئیگی سب جانتے ہین کہ تمام مخلوق کا یہی حال ہے۔ بہتیرے
لوگ اس جہان فانی مین آئے جو لوگون کی نظرون مین دلفریب معلوم ہوتے تھے اونکی
دادودہش کے ممنون تھے۔ فرط محبت سے اونپر جان قربان کرتے تھے اور اثناے گفتگو مین
جب ذکر آجاتا تھا تو اونکا نام بڑی عزت و تعظیم سے لیتے تھے۔ جب دنیا سے چل بسے تو
اونکے صفات بھی ساتھ ہی چل بسے بلکہ چند روز کے بعد اونکا نام بھی کسیکو یاد نہ رہا متکبر
مغرور اشخاص کے واسطے یہی ایک عبرت ناک نصیحت کافی ہے کہ وہ آج اس کروفر سے ہین کل
کو نام تک بھی باقی نرہے گا۔ آنکھون کے روبرو مان باپ خویش و اقربا اور ہزارون حسین پہلوان
اور امیر و فقیر دنیا سے گزر گئے کتنی بڑی حماقت و جہالت ہے اگر انسان ان واقعات سے
عبرت نہ پکڑے اور دولت دنیا پر مغرور ہوکر عاقبت کا خیال دل سے فراموش کردے۔ جوانمرد
وہ ہے جو عاقبت کو یاد رکھے اور نفس کی پرورش مین روح کو برباد نکرے۔ یہ جسم خاک
ہو جائیگا مگر روح اوس قادر بیچون کے سامنے کھڑی ہوگی جسنے اوسکو پیدا کیا۔ اگر تم روح کے
بہبود کے خواہان ہوگے اور اوسکو گناہون سے پاک صاف رکھوگے تو جس طرح قبر مین
بدن کو دیمک وغیرہ کہا جاتی ہے اوسی طرح گناہون کی پشیمانی دیمک کی طرح روح کو کاٹ
کاٹکر کہا ئیگی۔ روح ابدی ہے اور وہ ہمیشہ زندہ رہے گی اگر تم اوسکو طاعت و عبادت الٰہی
مین لگاؤگے تو وہ آرام سے جنت الماویٰ مین رہے گی۔ اگر نفس و شیطان کی پیروی مین عمر
بسر کروگے تو قیامت کے دن خدا کے روبرو ذلت و رسوائی ہوگی اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہوگا
قیامت جو یوم الجزا ہے ایک روز ضرور قایم ہوگی اور تم محشور ہوکر تخت رب العلمین کے روبرو
کھڑے ہو جاؤگے تم اوس روز کی حاضری کے واسطے تیاری کرو اور دنیا کے عیش و عشرت کو ہیچ
سمجھکر دامی خوشی کی آرزو مین وہ اسباب مہیا کرو جنکی تمہین خداوند تعالیٰ اپنے ہدایت
کی ہے۔ ایسا نہو کہ موت دودہ کے اوبال کی طرح یکایک سر پر آجاے اور بدن خاک مین

اپنے فرائض ادا کرتے ہیں کسی کی تکلیف دہی و دلآزاری پسند نہیں کرتے اور مطمئن ہوکر اپنے مفوضہ کام کئے جاتے ہیں کسی سے کچھ سروکار نہیں رکھتے۔ تیسری تجارت جو بالکل بے سود اور بے نفع ہے وہ لوگ کرتے ہیں جو رات دن کذب و فریب مکر و نفاق اور عداوت و خود پسندی میں ڈوبے رہتے ہیں تارک صوم و صلوٰۃ ہیں حرام و حلال میں تمیز نہیں کرتے خَسِرَ الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃَ انہی لوگوں کی شان میں ہے۔ عقلمند کو لازم ہے کہ جسطرح دنیوی تجارت میں کوشش اور جد و جہد کرتا ہے اوسی طرح بلکہ اوس سے بھی زیادہ اس روحانی تجارت میں جد و جہد کرے۔

حیاتی

جب تم عقل کی آنکھوں سے دیکھو اور ہوش کی نظر سے معائنہ کرو تو فی الفور معلوم کر لو گے کہ تم خاک سے پیدا ہوئے ہو اور پھر خاک میں ملجاؤ گے۔ سب آدمی جو دنیا میں نظر آتے ہیں یہی حال رکھتے ہیں اور کوئی اس سے خالی نہیں۔ دنیا میں انسان چلنے پھرنے سمجھنے سمجھانے اور زور و شور میں مصروف کاروبار میں مصروف نظر آتے ہیں۔ اپنے حسن دانائی اور تیز فہمی کی گلہائے رنگین گشت لگائے ہوے ہیں۔ نفیس کھانے پینے کے سامان مہیا ہیں اور مکلف و فاخرہ لباسوں سے آراستہ اور عطر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ انکے رخسارے تندرستی اور فرحت سے گل کی طرح خندان و بشاش ہیں۔ انکی آنکھیں عقل کے نشہ میں نرگس کی طرح مخمور و سرشار ہیں۔ غرض ہر ایک جوان رعنا کسی نہ کسی خوبی یا فن میں ممتاز ہے اور اپنی خوبیوں پر فریفتہ و مغرور ہوکر دنیا میں حکمرانی کر رہا ہے اور اپنے تئیں دوسروں سے افضل جانکر اونکو اپنا زیردست سمجھتا ہے۔ چند روز کے بعد جب ضعیفی کے آثار نمایاں ہوجاتے ہیں تو روز بروز حسن کا آفتاب ڈھلتا جاتا ہے اور عقل کے چمن میں خزان زور پکڑتی جاتی ہے ہر ایک چمن میں خزان کے بعد ہر سال بہار آتی ہے مگر یہ جوانی کا چمن ایسا ہے کہ جب ایکدفعہ اوسمیں خزان آئی تو پھر کبھی بہار کی امید نہیں ہوسکتی انجام کار جب اجل کا فرشتہ جان نکال لیتا ہے تو وہ قوت وہ خوبصورتی اور وہ عقلمندی سب ہوا ہوجاتی ہے اور بدن

ایسے متشابہ ہین کہ اکثر لوگون نے انکو متحد سمجھا ہے الا ان دونون مین فرق ہے۔ فایدہ کے لئے کسی کام کا کرنا اور چیز ہے اور فرض یا لازمت کے لحاظ سے کسی کام کا کرنا اور چیز ہے۔
حزم وہ قوت ہے جو صرف انسان مین پائی جاتی ہے۔ بہت سے آثار مسرت و الم کے ہمارے لیے مترتب ہوتے ہین غصہ و تعب و رخواہشات نفسانی ایسی چیزین ہین جو ہمکو مختلف افعال کے کرنے پر آمادہ کرتے ہین لیکن جب ہم ان کامون کو حزم و احتیاط سے یعنی اپنا فایدہ سوچکر کرتے ہین تو ہمارا مطلوب اصلی وہی فایدہ ہوتا ہے اور دوسری چیزین اوسکے ماتحت ہوجاتی ہین اسیوجہ سے وہ فعل عقل کے ساتھہ کیا جاتا ہے اور اوسکے کرنے مین وہ تمام قوتین استعمال کی جاتی ہین جو خدا نے انسان کو بحیثیت انسان ہونے کے عطا کی ہین۔
اس دنیا مین رہنے کے لئے جہان انسان کو شب و روز مسرت و غم اور آرام و تکلیف سے سابقہ رہتا ہے اس عقل کا ہونا بہت ضروری تھا۔ ایام طفولیت مین جو بیہوشی و بیعقلی کا زمانہ ہے بہت سے مسرت و رنج اور آرام و تکلیف دل پر وارد ہوتے ہین اور آن واحد مین گزر جاتے ہین اونکا کوئی پایدار اثر دل پر مترتب نہین ہوتا۔ اس زمانہ مین انسان نہ گزشتہ زمانہ کی تکلیف یا راحت کو یاد رکھتا ہے اور نہ آیندہ کا فکر و اندیشہ۔ تھوڑے دنون تک خوب غیر مستقل جذبات و خیالات مین بسر کرتا ہے۔ لیکن انسان کے لئے جسے خدا نے وہ عقل دی ہے جس سے وہ آیندہ کا حال بھی دیکھتا ہے اور گزشتہ کیفیت کو بھی سوچتا ہے کبھی نہ کبھی اوس زمانہ کا آنا ثابت ہوتا ہے جبکہ وہ اپنے افعال پر غور کریگا اور تجربہ اوسکو سکھائیگا کہ کامون مین غور و تامل کرنا اور اپنے افعال کے عواقب امور کا لحاظ رکھنا چاہیے اور وہ کام کرنے چاہئین جو مفید ہون
جن باتون سے کامون مین غور و تامل کرنے اور عواقب امور کا لحاظ رکھنے کی عادت ہوتی ہے وہ ہم اخلاق کے مضمون کی ذیل مین مفصل بیان کر چکے ہین۔ یہان بھی بطریق اختصار انکا ذکر کرتے ہین۔ یہہ یاد رکھنا چاہیئے کہ یہہ سب افعال نیک ہین جنکے اختیار کرنے کی عقل اجازت دیتی ہے اور جو افعال انکی ضد ہین وہ عقل کے بھی خلاف ہین۔
خلق یہہ ہے کہ ادنے اور اعلے کے ساتھہ اپنے اور اوسکے رتبہ کے موافق مدارات سے پیش آنا اور نہایت خوش مزاجی کے ساتھہ سلوک کرنا اور اپنی ذات سے اسی بات کا لحاظ رکھنا

اور روح جہنم مین داخل ہو جاے۔ ابھی تک امید باقی ہے اور خداوند تعالی اپنے رحم و فضل و کرم پر مستعد ہے لیکن بعد موت کے کچھ نہین ہو سکے گا

جب جان چلی جاویگی تب آویگا افسوس		جو کام کہ کام آوے وہ کر کیون نہ گئے ہم

ای عزیز خواب غفلت سے بیدار ہو کر پانچون وقت عجز و نیاز کے ساتھہ نماز ادا کرکے دعا و استغفار کیا کرو تاکہ دینی و دنیوی حاجتین برآوین اور روح کو آلائش جرم و عصیان سے صفائی حاصل ہو۔ اوس جہان باقی کا سفر دور و دراز تمہر آسان ہو اور پل صراط سے گزرنا دشوار نہو۔ جو صدق دل سے مانگے گا پائیگا اُدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ

انسان کی قوتین

انسان مین علاوہ ظاہری قوتون کے بہت سی باطنی قوتین بھی ہین۔ اور ان قوتون مین بعض حیوان بھی شریک ہین مثلاً دفع مضرت۔ ایک حیوان لایعقل اپنے تئین دشمنون سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتا ہے کسی غیر مانوس وحشی یا پرند کو پکڑنا چاہو تو وہ فوراً بھاگ جاتا ہے یا قابو پاکر مارتا اور کاٹتا ہے۔ تدبیر منزل مین بھی بعض حیوان انسان کے ساتھہ شریک ہین مثلاً شہد کی مکھی اور بھڑ اور بیا وغیرہ ایسا گھر بناتے ہین کہ اوسکو دیکھکر انسان کی عقل بھی حیران ہوجاتی ہے مگر ان جانورون کی قوتین محدود ہین وہ انکے سوا اور کام نہین کر سکتے انسان کی فطرت انسے مختلف ہے کہ وہ جب کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو اندھا دھند نہین دوڑ پڑتا بلکہ خدا نے اوسکی فطرت مین ایک روشنی اور ایک قوت عطا کی ہے جس سے وہ اپنا رستہ دیکھہ سکتا ہے اور اسمین سوچ سمجھکر قدم رکھتا ہے۔ انسان مین دو قوتین ہین ایک قواے حیوانی دوسرے قواے عقلی دوسری قسم کی قوتین وہ ہین عقل یا کانشنس (ضمیر) یا تمیز اور ایمان۔ ان دونون قوتون کی وجہ سے انسان یہہ دریافت کرسکتا ہے کہ کونسا فعل مفید ہے اور کونسا غیر مفید اور فعل خیر کیا ہے اور فعل شر کیا۔ جب کوئی فعل انسان اپنے حق مین مفید سمجھکر کرتا ہے تو کہنا چاہیئے کہ وہ فعل حزم سے کیا گیا۔ اور جب کوئی فعل خیر سمجھکر کیا جاے تو کہنا چاہیئے کہ انسان نے اپنا فرض ادا کیا۔ یہہ دونون امور

کیونکہ مسکرات کے ذریعہ سے کروڑون روپے گورنمنٹ کی خزانہ مین داخل ہوتے ہین۔ پہر آزادی کیون نہو۔ اس آزادی کا سب سے پہلا نتیجہ یہہ ہے کہ اسکی بدولت سیکڑون خاندان امراض متعدیہ مین مبتلا ہوکر برباد ہوگئے۔ زنا۔ چوری۔ اور قماربازی کی کثرت اسی آزادی کی شاخین ہین جنسے علاوہ دوسرے نقصانات کے بڑے بڑے محترم خاندانون کا ننگ وناموس خاک مین مل گیا۔ جو خاندان شریف و نجیب تہے اونکو بہی ایک بدنما دہبہ لگ گیا۔ مہذب نقاد بے لوث خاندان بذریعہ تحریر و تقریر اس بیجا آزادی کی جان کو رو رہے ہین۔ افسوس کہ پادری صاحبان نے بہی جو دین کے حامی تہے اس آزادی کے انسداد مین اسقدر کوشش نکی جس قدر کہ دکہائی اور افیون کے مسئلہ مین کی تہی۔ اگرچہ یہہ دونون مسئلے ملک در اخلاق کے لئے شراب سے بڑہکر مضر نہ تہے۔ پہلا مسئلہ ایک فرقہ کے متعلق تہا جو خود ہی بے شرم اور بداخلاقی پہیلانے والا ہے اسکی توہین عین صواب ہے دوسرا مسئلہ ایسا تہا کہ اوسکا اثر اوسکے جایز سمجہنے والون کی ذات تک ہی محدود تہا اور اس سے وہ نقصان نہین پیدا ہوتے تہے جو ہمنے اوپر بیان کئے۔ اگر پادری صاحبان شراب کے بارہ مین زیادہ تر کوشش کرتے تو شاید اونکے ہموطن اون سے ناراض اور کشیدہ خاطر ہوجاتے۔ بہرحال جب یہہ مقدس اور مہذب فرقہ بہی ہماری مدد نہین کرسکتا تو ہمین اپنے سچے مذہب اسلام ہی سے مدد لینی چاہئے۔ اسلامی معصوم گورنمنٹ کو دیکہئے کہ جسنے اپنے زبردست اور دوراندیش احکام اور اپنی محکم پالیسی سے انسانی عظمت اور انسانی ننگ و ناموس ہی برقرار نہین کیا بلکہ ساری برائیون اور انسانی ذمایم کا تمام کی یکسان مخالفت کردی ہے یعنی زانی و زانیہ اور شرابخوار کیلئے سزاے تازیانہ وغیرہ مقرر کردی ہے جس سے اسلامی گورنمنٹ کی برکت سے دنیا مین زنا، چوری۔ قماربازی اور شرابخواری کی قطعاً ممانعت ہوگئی۔ اسلامی گورنمنٹ نے بت پرستی اور جبر و تعدی کو دور کرکے اخلاقی اور روحانی تعلیم جاری کردی۔ موجودہ زمانہ مین ہندوستان مین جس شئے کا نام آزادی ہے اسلامی گورنمنٹ نے اوسکو انسانی وحشت و جہالت کی بدترین خصایل مین داخل کیا ہے۔ اسلامی گورنمنٹ نے پکار پکار کر کہدیا ہے کہ اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ یعنی شرابخواری اور

اگر کسیکی دل شکنی نہو - **کرم** یہہ ہے کہ حتے الوسع حاجت مندون کی حاجتین رفع کرین یا کسی دوسرے سے رفع کرا دینے مین دریغ نہ کرین اور ہردم رفاہ عام پر نظر رکہین - **رحم** یہہ ہے کہ خلاف انصاف اپنی ذات سے کوئی امر نہونے دین قصور وار کا قصور معاف اور عذر خواہ کا عذر قبول کرین بشرطیکہ یہہ عفو قصور یا اجابت عذر خلاف عدل نہو اور اپنا یا کسی دوسرے کا اوس سے کسی طرح کا نقصان نہوتا ہو - **حلم** یہہ ہے کہ اپنی طبیعت سے غیظ و غضب کو دور رکہے اور اپنی ذات سے کسی پر ظلم و جبر نہونے دے حتی کہ کسی کے ساتہہ سختی سے کلام بہی نکرے - **سخاوت** یہہ ہے کہ مساکین اور محتاجون سے اور نیز دیگر بجا امور مین سیم و زر عزیز نہ رکہے اور اپنے مال کو نیک کامو نمین صرف ہونے سے نہ بچاوے -

قناعت یہہ ہے کہ بحالت عسرت بہی حرص و ہوا کو دل سے دور رکہے اور اپنی معاش موجودہ پر خورسند رہے اور دست طمع دراز نکرے امانت و دیانت کو ملحوظ رکہے - **محبت** یہہ ہے کہ کسی سے حسد و بغض نکرے اور دوسرے کی بہبودی پر خوش ہو - **انکسار** یہہ ہے کہ اپنے تئین تمام مخلوق سے کمتر جانے - **ادب** یہہ ہے کہ اپنے اور دوسرے کے مراتب کو جداگانہ جانے اور اسی کے موافق عادت رکہے - **شرم** یہہ ہے کہ افعال قبیحہ مثلاً کلام فحش زنا حرام مسکرات قماربازی - سرقہ - بدگوئی - غمازی اور عیب جوئی وغیرہ سے کلی نفرت و پرہیز کرے اور شرفا و عمایدکے خلاف کوئی طریق یا لباس اختیار نہ کرے اور مسخرا اور بیہودہ کام کرنا بہی منافی شرم ہے - **تحمل** یہہ ہے کہ اپنے غصہ کو ضبط کرے اور ظاہر نہونے دے بلکہ باطن سے اوسکو دور کردے اپنا یا کسی دوسرے کا حال بے ضرورت کسی سے بیان نہ کرے راز کو خواہ اپنا ہو یا کسی کا فاش ہونے سے محفوظ رکہے - **استقلال** یہہ ہے کہ جو بات زبان سے نکلے پہر اوسکے خلاف نہ کہے اسیطرح جو طریق حق یا لباس اختیار کرلے اوسکو تبدیل نہ کرے - اگر غیر مشروع ہو

مذمت خمر

ہندوستان مین موجودہ گورنمنٹ کے زمانہ مین جن باتون کی آزادی ہے انہین سے ایک شراب ہے جس سے کئی قسم کے نقصان پیدا ہوتے ہین ہر ایک مذہب و ملت مین اسکا پینا گناہ سمجہا گیا ہے مگر برٹش گورنمنٹ کے عہد مین کہلم کہلا شراب کے غٹا غٹ پینے کی اجازت ہے

ہین اور نیک و بد مین اچھی طرح تمیز نہین کر سکتین - جو کیفیت موجودہ زمانہ مین ہماری
اس ملک کی ہے اوس سے بخوبی ظاہر ہے کہ اکثر لوگون کے خیالات بگڑے ہوئے
ہین اگر بنظر تعمق دیکھا جاے تو ثابت ہوگا کہ جس قوم مین پردہ کی رسم نہین ہے اور
جو ہے تو براے نام اور درحقیقت آزادی ہے اونمین بہت قسم کی خرابیان پائی جاتی
ہین - اور تعلیم قرآن مجید کی یہہ ہے کہ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ
فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ
بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ مند کرین یعنی نیچی کرین اپنی آنکھین اور محافظت کرین
اپنی شرمگاہون کی اور نہ ظاہر کرین اپنا بناو سنگار مگر جو ظاہر ہے اوسمین سے یعنی
ہاتھہ پانون اور چاہیے کہ ڈالین اوڑھنیان اپنی اپنے گریبانون کے اوپر - یعنی اگر بوقت
ضرورت باہر نکلین تو پردہ کے ساتھہ نکلین - ان آیات سے پردہ کی تاکید ثابت ہوگئی
لہذا رسم پردہ کو بہت سختی کے ساتھ مروج کرنا چاہیے - اور عورتون کو مذہبی تعلیم پورے طور
دینی چاہیے تاکہ اونکے دلون پر یہہ نقش ہوجاوے کہ غیر کی طرف توجہ کرنا تو درکنار
آنکھہ اوٹھاکر دیکھنا بھی گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ آیہ مذکورہ بالا سے ظاہر ہے - اگر پردہ نہو
تو ہر قسم کے لوگ نظر سے گذرینگے جسکا نتیجہ موجب گناہ و رسوائی ہوگا - اکثر جہلا عورتین
عرس میلون اور قبرون پر جاکر پیر پرستی و قبر پرستی کرتی ہین - ان حرکات ناشایستہ
کے انسداد کی تدبیر یہہ ہے کہ مستورات کو مذہبی تعلیم دین خصوصًا اس قسم کے مسایل
کے سکہانے مین زیادہ تر مبالغہ کرین جو پردہ اور عصمت اور عورتون کے فرایض
کے متعلق ہون تاکہ وہ ان احکامات سے واقف ہوکر خود بخود ترک کیا کرین جن قومون
مین عورتون کو آزادی ہے اونمین بیحیائی اور فحش زیادہ ہے - پس یہی مناسب بلکہ
ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جہان تک ممکن ہو مستورات کو مذہبی تعلیم دیجاتے اور رسم
پردہ کے جاری رکھنے کی سخت تاکید کیجاے - اگر مستورات کو مذہبی تعلیم نہوگی تو نیک
و بد مین امتیاز مشکل ہوگا پس ضرور ہے کہ کتب دینیات کے مطالعہ کی طرف توجہ دین
يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ یعنی نیچی کرین نگاہین اپنی - نظر کا محفوظ رکہنا عصمت

قماربازی اور قرعہ اور فال کی تیراندازی اور بت پرستی ناپاکی ہے شیطان کے عمل کی ہر قسم کا جوا اور ہر قسم کا نشہ حرام ہوگیا ہے۔ خمر کے لغوی معنی ہین ڈہانپنا چادر وغیرہ سے اور اصطلاح مین وہ چیز جو انسانی عقل کو ڈہانپ دے۔ خمر کی حرمت سے ثابت ہوگیا کہ صرف شراب ہی نہین بلکہ تمام نشیلی چیزین حرام ہوگئین۔ اس کلام معجز نظام کی تشریح و تفسیر مین ہمارے پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَلْخَمْرُ مُسْكِرٌ وَكُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ سبحان اللہ ایک حکم کلی پر تمام جزئیات پر کیسا منطبق فرمایا ہے ذرا صغرے کبرے کو ملاکر دیکھو شکل اول سے کیسا بدیہی الانتاج نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ اسلامی گورنمنٹ کے احکام دیگر مذاہب کی قانونون کی مانند بودے اور کمزور نہین جنہین ہمیشہ مستثنیات عامہ کو دخل رہے اور ہر سال اگر مگر کے جکر کے ساتھہ قبا کی جیب سے کاغذ پنسل نکالکر ترمیم ہوتے رہین۔ سچی آزادی اسلامی گورنمنٹ مین حاصل ہے جسنے انسانی عشرت پسند آزادی درست طبایع کا اصلاً پاس و لحاظ نہین کیا اور سب انسانون کے لئے یکسان احکام نافذ فرمائے اور کسی ملک و قوم و فرقہ کی رعایت نہین کی اور بڑے زور کے ساتھہ فرمادیا اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِیْ یعنی ہمنے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمت تمپر پوری کردی۔ یہہ وہ احکام مین جنمین ابد الآباد تک ترمیم و تنسیخ اور مستثنیات کی ضرورت نہین۔ دین اسلام ٹہیک فطرت انسانی کے مطابق ہے اور فطرت الٰہی ہر۔ لہذا ہم کہتے ہین کہ اسلام کے سوا کسی اور دین مین ایسی شایستگی و تہذیب نہین ہے۔ فقط دین اسلام ہی ہے جسمین داخل ہونے سے انسان بیباکی و آزادی سے گزرکر پابند شریعت ہوجاتا ہے اور انتظام و عصمت و پرہیزگاری و صبر غالب ہوجاتی ہے انسانی ہمدردی اور برادرانہ سلوک سیکہجاتا ہے احکام شریعت خواہشات نفسانی پر غالب آجاتے ہین اسلئے طریق ہدایت اختیار کرکے اوس جہان باقی مین بفضلہ تعالے نجات پاتا ہے۔

پردہ مستورات

اگر ذرا سا غور کیا جاوے تو معلوم ہوگا کہ عورتون کو آزادی دینا سراسر غلطی بلکہ جہالت ہے اور اسمین ہزارہا قسم کی خرابیان متصور ہین کیونکہ یہان کی عورتین عموماً تعلیم مذہبی سے بے بہرہ

مین بے لوث اور نہایت عمدہ ذریعہ یہی ہے کہ لڑکیون کی مائین یا ولی یا شوہر خود
اونکو تعلیم دیا کرین - غرض مستورات کی تعلیم پردہ کے ساتھہ ہونی چاہیے تاکہ آزادی و
بے پردگی کی عادت اوسکو نہو جاے - عورت کا آزاد ہونا ہر حالت مین خلاف شریعت ہے
تعلیم ایسی ہونی چاہیے کہ جسقدر آزادی خلقی انمین ہے اوسمین بہی کمی ہوجائے اور وہ
پابند شریعت و فرمانبردار شوہر رہین تعلیم کی اسلئے بہی سخت ضرورت ہے کہ عورتین طبعی
اور خلقی طور پر آزادی اور بدخوئی کی طرف مایل ہوتی ہین اگر انکو تعلیم نہ دیجاے تو انکی ضد
اور ہٹ دہرمی لاعلاج ہوجاتی ہے - تعلیم اوسی طریقہ پر ہونی چاہیے جو ہمنے ابہی
بیان کیا ہے اہل الراے کا اسمین اختلاف ہے کہ عورتون کو لکہنا سکہانا چاہیے یا
نہین جو لوگ لکہنا سکہانے کے حامی ہین وہ یہہ دلیل پیش کرتی ہین کہ عورت اپنے
گہر کا حساب کتاب لکہہ لیگی اور اپنے شوہر کے ساتہہ خط وکتابت کرسکیگی اور خفیہ راز
فاش نہونگے - مخالفون کی یہہ دلیل ہے کہ لکہنے والی عورت اس ہنر کو ناجایز طور پر عمل
مین لاویگی مگر ہماری راے یہہ ہے کہ جب طبایع کی خیانت یا شرافت پر کوئی قطعی حکم نہین
لگایا جاسکتا اسلئے نہ سکہانا ہی بہتر ہے کیونکہ تعلیم سے غرض تہذیب اخلاق ہے
اور تہذیب اخلاق پر لکہنے کا کچہہ اثر نہین - لڑکیون کو صغرسنی مین جیسی صحبت ہوتی
ہے اوسکا اثر بہت بڑا اونکی تمام زندگی پر ہوتا ہے - اسلئے شریف مستورات کو ہمیشہ چار
قسم کی عورتون کی صحبت سے نفرت و پرہیز کرنے کی تاکید کرنی چاہیے - اول طوایف
دوم آزاد طبع - سوم بدکار - چہارم بدزبان - کسی بدکار عورت کو اپنے گہر مین دخل نہ
دینا چاہیے ایسی عورتون کی صحبت سے برے نتایج پیدا ہوتے ہین مگر یہہ کمبخت اکثر
معزز و شریف خاندانون مین اگرچہ اونکی اجازت سے نہو کسی نہ کسی ڈہب سے آمد و رفت پیدا
کرکے شریف بی بیون کے دل مین اپنا اعتبار جمالیتی ہین - ایسی بدکردار خربوزہ نما حنظل
منش عورتین کم و بیش ہر ایک شہر مین پائی جاتی ہین جو بظاہر شریف دکہائی دیتی ہین
مگر دراصل انکی طبیعت و طینت مین حد درجہ کی پلیدی و خباثت بہری ہوتی ہے بعض
دریوزہ گری اور بعض حاجیون وغیرہ کے لباس مین بڑی پارسا اور عابدہ زاہدہ بنکر

کا اصل الاصول ہے کیونکہ جبتک نظر محفوظ نہوگی دل کی حفاظت مشکل ہے وَلَا
تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ اور اظہار تجمل نہ کرین جیسا کہ زمانہ جاہلیت مین کیا
کرتی تہین یعنی بے پردہ باہر نکلین اور زینت مین فاحشہ و شریر عورتون سے مشابہت
نہو وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ زِينَتِهِنَّ اور نہ مارین پاؤن
اپنے زمین پر تاکہ جانا جاوے جو کچھہ چھپایا ہے زینت سے یعنی ٹھوکر مار کر ایسی چال نہ چلین
جس سے اونکی پوشیدہ زینت ظاہر ہو جاوے کیونکہ یہہ سب حرکتین مردون کو عورتون
کی طرف مایل کرنے والی ہین اسیوجہ سے ان سے نہی واقع ہوئی ہے یہہ سب ہدایات
بغیر تعلیم کے معلوم نہین ہو سکتین اب ہمین یہہ فیصلہ کرنا چاہیے کہ تعلیم کس ذریعہ سے اور
طریقہ پر ہو جو مستورات کے اخلاق پر عمدہ اثر پیدا کرے۔ بالفعل ہمارے ملک مین تعلیم
کے کئی ذریعے مروج ہین ایک سرکاری زنانہ مدارس جنمین کوئی مذہبی تعلیم نہین دیجاتی۔
دوسرے زنانہ مشن سکول جنمین عیسوی مذہب کی تعلیم ہوتی ہے (یہہ دونون ذریعہ
ہمارے کارآمد نہین بلکہ مضر ہین) تیسرے وہ زنانہ مدارس جو چرچ کے طور پر مقرر ہین اور
جنمین دینیات کی ٹوٹی پھوٹی تعلیم ہوتی ہے۔ چوتھے وہ زنانہ مدارس جو کسی اسلامیہ
اسکول کی شاخ ہین انمین دینیات کے علاوہ دستکاری بھی سکھائی جاتی ہے۔ ان
دونون قسم کے مدارس مین اگر معلمات لائق اور صاحب عصمت ہون تو مستورات اہل
اسلام کے واسطے انکی تعلیم بہت ہی مفید ہے۔ لیکن انکے ساتھہ یہہ سخت قباحت لگی
ہوئی ہے کہ نو عمر مستورات کو حاضری کے واسطے دونون وقت کوچون اور بازارون
سے گزرنا پڑتا ہے اور انکے خیالات پر برا اثر پڑتا ہے اور حکم يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ
کی تعمیل نہین ہو سکتی۔ زنانہ تعلیم کا ایک اور ذریعہ تھا جو اسلامی سلطنت کے زمانہ مین
تو اکثر مروج تھا مگر اب بھی کہین کہین شریف و امیر خاندانون مین مروج ہے اور وہ یہہ
ہے کہ کوئی شریف بڑی بوڑھی پارسا عورت مکان پر جاکر خاندان کی کل چھوٹی بڑی
لڑکیون کو دینیات کی اور نیز سینے پرونے اور انتظام خانہ داری کی تعلیم دیا کرتی ہے۔
یہہ ذریعہ ہے تو بہت عمدہ مگر ہر ایک شخص کو حاصل ہونا مشکل ہے اسلئے ہماری ا

یا بعض امراض کا سبب ایسا قوی ہوتا ہے کہ اوسکے دفع کرنے کے لیے انسان کی تدبیر کافی نہین ہوتی۔ یا کوئی مجموعہ سببون کا ایسا پیچیدہ اور عسیر الفہم ہوتا ہے کہ وہان کوئی تدبیر سمجھ مین نہین آسکتی۔ مگر ایسے اتفاقات پر قیاس کرکے تدبیر سے مطلقاً دستبردار ہوجانا خلاف عقل ہے۔ انسان کا منصبی کام یہ ہے کہ تدبیر کرکے خدا پر بھروسا کرے۔ اسلیئے چند ضروری باتین جو حفظ صحت سے علاقہ رکھتی ہین عام ناظرین کے فایدہ کے لیے بیان کی جاتی ہین۔

امراض بحیثیت اپنے سبب کے تین قسم ہین۔ ایک امراض متعدیہ۔ دوسرے امراض متوارثہ تیسرے امراض مطلقہ۔ **امراض متعدیہ** وہ ہین جو ایک مریض کے جسم سے دوسرے صحیح شخص کے جسم مین سرایت کرجاتے ہین جیسے خارش۔ ہیضہ۔ تپ محرقہ۔ چیچک خسرہ و رمد وغیرہ۔ **امراض متوارثہ** وہ ہین جنکا مادہ ایک شخص کے خون مین موجود ہونے کے باعث اوسکی اولاد بھی اون امراض مین مبتلا ہونے کی مستعد رہتی ہے جیسے نقرس وجع المفاصل سل۔ خنازیر۔ سرطان۔ آتشک۔ ضیق النفس۔ ذیابیطس لو اسیر وغیرہ۔ **امراض مطلقہ** وہ ہین جو سوائے اسباب مذکورہ کے اور سببون سے پیدا ہوتے ہین اس قسم کے امراض بہت ہین۔ اور کثرت سے پائے جاتے ہین۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب کسی مرض کا علاج کرنا چاہو تو پہلے اوسکے سبب کو دور کرو جس سے وہ بیماری پیدا ہوئی ہے۔ فے الواقع دفع سبب ہی کا نام علاج ہے کیونکہ جبتک سبب دفع نہو گا بیماری کا استیصال نہو سکے گا۔ اطبا کی تحقیقات مین ثابت ہوچکا ہے کہ انسان کو حصول صحت کے لئے صاف ہوا۔ آب۔ غذا۔ پوشاک۔ مکان کی اشد ضرورت ہے۔ لیکن سب سے زیادہ ضرورت ہوا کی ہے بغیر اسکے انسان ایک ساعت بھی زندہ نہین رہ سکتا۔ اسکے بعد پانی کی ضرورت ہے اور اسکے بعد غذا کی اور پھر پوشاک کی اور پھر مکان کی۔

ہوا۔ جس طرح آبی جانور دریا مین رہتے ہین اسی طرح انسان ہوا مین ہے۔ مثلاً ہے ہوا کی قدر ہمیں نہین معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جہان دیکھو ہوا کثیف ہوئی وہین تندرستی مین فرق آیا۔ سوختہ اور زہریلی ہوا سانس کے ذریعہ باہر نکلتی ہے۔ اور درختون کے پتون کی

بھولی بھالی شریف عورتون کے دل مین گھر کر لیتی ہین اور بجائے نیکی کے بدی کا رستہ سکھاتی ہین صاف دل پاک روح مستورات کو اونکی صحبت سے سراسر نقصان ہونچتا ہے کسی عورت کو میلے تماشے اور بازار کی سیر کا موقع نہ دینا چاہئے میلے تماشے مین جانا مرد و عورت دونون کے لئے گناہ ہے۔ ایسی عورت کی صحبت فایدہ مند ہے جو نیک طبع خدا ترس اور مطیع شوہر ہو۔ شریف عورتون کو کتب فحش کے مطالعہ اور ناپاک کہانیون اور عشق انگیز باتون سے باز رکھنا چاہئے مکروہات سے روکنے مین عورتون کے ولی اور شوہر کامل استحقاق رکھتے ہین۔

حفظ صحت

لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ ط

دنیا مین انسان کو دو چیزون کی سب سے زیادہ ضرورت ہے ایک صحت روحانی دوسری صحت جسمانی۔ اور جیسی انکی ضرورت ہو ویسی ہی انکی تحصیل مین کوشش کرنے کے لئے زیادہ غور و احتیاط اور محنت و استقلال کی حاجت ہے۔ اسلئے سست بے پروا اور تلون مزاج لوگ کبھی ان مطالب کو کامل طور پر حاصل نہین کر سکتے۔ ان دونون مین پہلا امر زیادہ تر اہم اور ضروری ہے جسکو خاکسار نے فصول سابقہ مین مفصل تحریر کر دیا اور کچھہ ابواب آیندہ مین مین بیان کیا جائیگا۔ لیکن اوسکا حاصل ہونا بھی زیادہ تر دوسرے مطلب کے حصول پر موقوف ہے اسلئے راقم کا منشا ہے کہ چند قواعد صحت جسمانی کے متعلق تحریر کئے جاوین۔ اسمین شک نہین کہ صحت جسمانی کا طالب ہر ایک شخص ہے کیونکہ اسمین فتور واقع ہونے سے فوراً تکلیف بے چینی و ضعف کا ادراک ہوتا ہے مگر باوجود اسکے ایسے لوگ بہت ہی کم ہین جو اس منزل کے قطع کرنے مین راہ راست و طریق پر امن اختیار کرتے ہون۔ وجہ اسکی یہہ ہے کہ دنیا عالم اسباب ہے یہان ہر ایک واقعہ و حادثہ کسی سبب یعنی علت سے ظہور مین آتا ہے۔ اسیطرح موقعے بھی بہت پیش آجاتے ہین کہ ناگہان ایک مرض کا سبب وقوع مین آجاتا ہے جسکے پہلے نام سے نا واقف ہونے کے باعث کوئی انتظام اوسکے روکنے کا نہین ہو سکتا۔

تو عبادت (نماز) ہی درست نہیں۔ لہذا حتے الوسع لباس پاکیزہ رکھنا چاہیے۔ دنیا دار
ہی صفائی پسند آدمی کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ کثیف البدن اور میلے لباس والے
بد بو آتی ہے۔ نفیس طبع لوگ اوس سے نفرت کرتے ہیں۔ یہہ ضرور نہیں کہ لباس خوب
مکلف ہی ہو اور لباس ممنوع سے ملبوس ہو کر وعید مَن تَشَبَّهَ بِقَومٍ فَهُوَ مِنهُم
(یعنی جو کوئی کسی قوم سے تشبیہ اختیار کرتا ہے وہ اوسی میں سے ہے) میں داخل ہو
مشابہت لباس مکان۔ اشارہ۔ کنایہ۔ طرز کلام وطریق معاشرت میں ہوتی ہے
اسکا لحاظ ضرور رکھنا چاہیے۔ مناسب ہے کہ بدون مشابہت اقوام غیر کے لباس پاک
وصاف ہو۔ طریق مسنون یہہ ہے کہ روز آدینہ قبل از نماز جمعہ غسل کر پاک وصاف کپڑے
پہنیں اور جب پکارے جاؤ تم نماز جمعہ کے لئے پس دوڑو خدا کی عبادت کے لئے اور چھوڑ دو
سب کاروبار اپنے۔ یہہ بہتر ہے تمہارے لئے اگر ہو تم جانتے۔ یعنی کیسا ہی کام ہو اس
عبادت (نماز جمعہ) کو مقدم جانکر ادا کرو۔ اور جب فارغ ہو جاؤ پھر ڈہونڈو فضل
اللہ کا یعنی پھر تمکو اختیار ہے اپنے کام بدستور کئے جاؤ مگر اللہ کی یاد نہ بھولو تاکہ تم
فلاح پاؤ۔ اپنے معاملات میں دغا و فریب اور کذب اختیار نہ کرو راستی اختیار کرو دنیا میں
تمہارا اعتبار رہے گا اور عاقبت میں نجات پاؤ گے۔

بچوں کی حفظ صحت میں ضرور ہے کہ اونکی صغر سنی میں دو تین مرتبہ ٹیکا لگواؤ۔
گرمیوں میں تمازت آفتاب سے اور سرما میں سردی سے بچاؤ۔ مناسب کپڑے پہناؤ سوائے
منہ ہاتھوں کے ننگا نہ رہنے دو اور آوارہ نہ پھرنے دو۔ خصوصاً شام سے بعد لڑکوں کا
گھر سے نکلنا سخت مضر ہے۔ قواعد حفظان صحت کی پابندی کے ساتھ کھانا کھلاؤ
اور اونکی تعلیم میں روپیہ صرف کرنے سے کبھی دریغ نہ کرو اور مفید ہنر سکھاؤ۔ بری صحبت
سے انکو بچاؤ۔ جب انکی عمر سات برس کی ہو نماز و روزہ کی تعلیم کرو اور بدزبانی سے
روکو۔ بچوں کو گہنا نہ پہناؤ۔ بلکہ جو اونکے مفید زیور علم وہنر ہے اوس سے محروم نہ رکھو
جہانتک ممکن ہو اونکی تعلیم و تہذیب میں کوشش کرو۔ ادب سکھاؤ۔ بچوں کی اصلی
حفظ صحت یہی ہے کہ اونکو ایسی تعلیم دیجائے کہ وہ تمام عمر آسایش سے بسر کریں۔

خوراک منتی ہے اسیواسطے حکما کا قول ہے کہ آبادی مین اشجار کا ہونا مفید ہے۔ دہوئین
آگ کی روشنی اور چرکین سے ہوا خراب ہوجاتی ہے۔ جہان آفتاب کی روشنی نہین ہونچتی
وہان کی ہوا لطیف نہین ہوتی۔ گنجان آبادی مین تو تازہ ہوا بالکل ہی نہین ہونچتی لہذا
صبح یا شام میدان کی ہوا خوری مفید ہے۔ علی ہذا القیاس **پانی** جو ہمارے استعمال مین
آتا ہے وہ بہی صاف ہونا چاہئے۔ بدبودار نہو۔ اگر تازہ ہو تو بہتر ہے۔ جو اشیا ہوا کو خراب
کرتی ہین وہی پانی کے خراب ہونے کا باعث ہین جن کنوؤن پر چہت ہو اور اوسمین سے
جانورون کی بیٹ پانی مین پڑتی ہو یا اوسپر گنجان درختون کا جہنڈ ہو جسکے سبب آفتاب
کی روشنی نہ ہونچتی ہو اور اونکے پتے پانی مین گرتے ہون۔ یا اوسکے قریب نشیب جگہ
ہو جسمین متعفن پانی جمع رہتا ہو اور بارش کے وقت اوس نشیب کا پانی کنوئین مین بہی
گرتا ہو۔ یا جس کنوئین پر لڑکے کے چراغ روشن کئے جاتے ہون ایسے کنوؤن کا پانی
بدبودار ہوجاتا ہے اور اوسمین چہوٹے چہوٹے کرم پیدا ہوجاتے ہین جو صحت کے
واسطے نہایت مضر ہین پانی رکہنے اور پینے کے برتن صاف ستہرے ہونے چاہئین وبائی
امراض کا اندیشہ ہو تو مقطر پانی کا استعمال کرو۔ جوش دیا ہوا پانی بہی بہتر ہے **غذا**
عمدہ طریق پر استعمال کرنی چاہئے۔ عمدہ سے یہ مراد نہین کہ گوشت پلاؤ وغیرہ مکلف کہانی
دسترخوان پر ہون بلکہ جو جسکو میسر آوے دال ساگ گیہون کی روٹی کہاوے غرض
اچہی پکی ہوئی ہو کچی نہو اور جس چیز سے دلکو نفرت ہو اوسکو استعمال نہ کرنا چاہئے کہانے
کے برتن صاف ستہرے ہونے چاہئین۔ تہوڑا کہاؤ اور ابہی اشتہا باقی ہو تو چہوڑ دو۔
تہوڑا کہانا جلد ہضم ہوجاتا ہے۔ کہانے مین بے احتیاطی کرنے سے بیماری کا احتمال ہے
مکان سکونت کے لئے کشادہ اور ہوادار ہو اور سطح زمین سے کسیقدر اونچا ہو تہر اور
دریچے ہون جسمین سے تازہ ہوا آتی رہی۔ اپنے رہنے کے مکانمین گہوڑا گائے۔ یابہینس
کے واسطے جگہ نہ بناؤ۔ اوسکے پیشاب اور گوبر سے تمام مکانمین بدبو پہیل جاتی ہے۔
بیت الخلا مکان کے ایک گوشے مین بنواؤ تاکہ اوسکی بدبو مکان مین نہ آنے پاوے۔
بدن اور پوشاک کو پاک صاف رکہنا بہی صحت کو ترقی دیتا ہے۔ ناپاک کپڑون

انکھین فضول و کھیلنے کی طرف مایل رہتی ہین اور زبان بیہودہ گوئی کی جانب رغبت کرتی ہے اور قوت شہوت غلبہ پالیتی ہے اور عقل مغلوب ہو جاتی ہے۔ غرض انکا کوئی فعل اعتدال پر نہین رہتا۔ پھر ہر ایک نے اپنی ہمت و قدر کے موافق مختلف کام اختیار کیے ہین کوئی سنار بنا کوئی نجار کوئی کاشتکار کوئی تجارت یا اینہہ پیشہ والون کو بھی بہت سی آفتین پیش آتی ہین۔ مثلاً کسان کو ہل بنانے کی ضرورت ہو اور اسکے واسطے وہ کاریگر کے پاس جاتا ہے اور اسکی بنوائی کی اجرت مین غلہ دینا چاہتا ہے کیونکہ اصلی سرمایہ کسانون کا یہی ہے کاریگر کو اسوقت غلہ کی ضرورت نہین بلکہ اسکو پارچہ درکار ہے اور پارچہ کسان کے ہان کہان۔ اس حالت مین دونون کا کام رک جاتا ہے۔ پس جبکہ انسان مدنی الطبع ہے اور اسکی سعادت و نیکی اور ترقی کا کمال اوسکے دوستون اور ابناے جنس پر منحصر ہے اور اپنے کمال اور حصول مطلب مین غیر کا محتاج ہے وہ تنہا کسی طرح سے اپنے کمال کو نہین پہونچ سکتا اور خود بخود اپنے مطالب و اغراض کے پورا کرنے مین فایز المرام نہین ہوسکتا۔ وہ ہر حال مین ابناے جنس کا محتاج ہے۔ محبت و انس کی خواہش جو اوسکی طبیعت مین پیدا کی گئی ہے وہ خواہ مخواہ برانگیختہ کرتی ہے کہ ہم تمام معاملات مین ایک دوسرے کے ساتھ شریک ہین اور باہم حسن سلوک اور عمدہ برتاو سے پیش آوین۔ اور جو نعمتین ہمکو حاصل ہین اونمین اپنے دوستون اور عزیزون کو بھی شامل کرلین جو کام تنہا نہین کرسکتے اوسمین اونسے مدد لین اپنی زندگی مین دوستون اور عزیزون سے خود بھی آرام و فایدہ اوٹھائین اور اونہین بھی راحت پہونچائین اور لوگون کے حالات کو غور و نظر عمیق سے دیکھین جو باتین اونمین مفید اور عمدہ پائین اونکے حاصل کرنے کی کوشش کرین اور جو مذموم اور ناپسندیدہ ہون اونکے چھوڑنے کا قصد کرین غرض اپنی بہتری خلقت سے سیکھین اور خیرخواہون کی صحبت سے نیکی کو استفادہ کرین اہل فضیلت و نیک طینت ہمیشہ اپنے دوستون بلکہ جان پہچانون کے ساتھہ مثل بھائیون کی برتاو کرتے ہین اور ہر ایک سے دوستی اور محبت کی التجا کرتے ہین یہہ جو کچھہ مذکور ہوا تمدن کے لحاظ سے تھا۔ ہمارے سچے دین کی ہدایت بھی یہی ہے کہ کامل سعید وہی ہین جو دوستون کے بڑھانے مین کوشش کرتے ہین۔

اتفاق کی ضرورت

چیست دنیا از خدا غافل بُدن		نے معاش و نقرہ و فرزند و زن

اگرچہ انسان پوشاک اور مکان کے بغیر وحشی جانوروں کی طرح زندہ رہ سکتا ہے لیکن بغیر
خوراک کے اسکی زندگی کا قایم رہنا طاقت بشری سے باہر ہے۔ اسلیئے ضرور ہوا کہ کسی نہ
کسی طور سے معاش کی تلاش کی جاوے اور محنت و مشقت سے بطریق حلال حصول روزی
کی تدبیر عمل میں لائی جاوے کیونکہ خداوند تعالے نے انسان کو عقل سلیم و فہم مستقیم
عطا فرمایا ہے جسکے ذریعہ سے وہ اپنی ضروریات زندگی کا انتظام بخوبی کرسکتا ہے۔ تمام
حیوانات جو ہر ایک بات میں انسان کی نسبت کمتر و عاجز و قاصر ہیں انکی سب ضرورتیں بلا دقت
و بلا تدبیر ہمیشہ انجام پاتی ہیں۔ دیکھیے پرندوں کے جسم پر پر اور بازو ہیں جنکے سبب سے
وہ سردی سے محفوظ رہتے ہیں اور درندوں و دیگر دشمنوں سے اپنی جان بچا سکتے ہیں
اور انہی کے ذریعہ سے اڑکر جنگلوں پہاڑوں دریاؤں اور جھیلوں کی سیر کرسکتے ہیں اور
یہی انکی معاش کا بھی ذریعہ ہیں اور جب انکی پہلی پوشاک دیر پرانی ہوجاتی ہے تب انہی
کے جسم میں سے نئے سال کے واسطے اور نیا خلعت عطا ہوتا ہے۔ اور یہہ بھی خداوند تعالے
کی ایک قدرت ہے کہ گرم ملک کے جانوروں کی پوشاک سبک ہوتی ہے اور سرد ملک
والوں کی بھاری۔ چوپایوں کی بھی یہی حالت ہے۔ انسان جسکو عقل و تمیز انکی نسبت
کئی درجے زیادہ عطا ہوئی ہے اپنی خوراک پوشاک اور مکان کا زیادہ تر محتاج ہے اور
اسکی یہہ ضرورتیں تا وقتیکہ ایک جماعت کثیر متفق ہوکر کوشش اور ایکدوسرے کی امداد نکرے
مہیا نہیں ہوسکتیں اسلیئے دیگر تمام حیوانوں اور جانوروں کی نسبت انسان اپنی زندگی کو
بہت خراب و خستہ حالت میں بسر کرتا ہے۔ یہانتک کہ اسی حالت میں مرجاتا ہے۔
بعض اوقات انسان حصول معاش میں اکل حلال و صدق مقال کو بھی ملحوظ نہیں رکھتا
اور یتیموں مسکینوں کا مال ظلم و ستم اور باطل حیلوں سے حاصل کرتا ہے گویا اپنے ہاتھ سے
زہر ہلاہل پیتا ہے ایسے شخص کی زبان اکثر کذب و بہتان سے آلودہ رہتی ہے۔ اسکی

پکانے کا پیشہ اختیار کر لیا کسی نے کھیتی کرنے کا کسی نے کپڑا بننے کا اور کسی نے سینے کا کسی
نے دھونے کا کسی نے جوتا بنانے کا کسی نے آہنگری کا کسی نے زرگری کا کسی نے معماری اور کسی
نے نقاشی کا۔ مگر کوئی شخص کسی پیشہ کے اختیار کرنے سے اپنے باپ (آدم) کی نسل سے خارج
نہیں ہوگیا۔ جنکو تمام لوگ واجب التعظیم جانتے ہین خود وہ بھی کوئی نہ کوئی پیشہ کرتے تھے
چنانچہ ابو البشر حضرت آدم علیہ السلام کپڑا بنتے اور کھیتی کرتے تھے اور حضرت ادریس کپڑا
سیتے تھے اور حضرت نوح بڑھیی کا کام کرتے تھے اور حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کھیتی کرتے
تھے اور حضرت ہودا اور حضرت صالح تجارت کرتے تھے اور حضرت داؤد آہنگری کا کام کرتے
تھے اور حضرت سلیمان تنکے بوریے بنانے اور حضرت شعیب بکریان پالتے اور اس سے اپنی
گزران کرتے تھے اور حضرت ابوبکر صدیق رض بزازی کرتے تھے علی ہذا القیاس سب بزرگ اپنی
اپنی گزران کے واسطے کچھ نہ کچھ پیشہ کر لیا کرتے تھے مگر اصل مین ایک ماں باپ کی اولاد تھے
جب حضرت آدم کی اولاد ملک ملک مین پھیلی تو ہر کنبے کے لوگ اپنے اپنے بزرگ کے نام سے
مشہور ہوئے پھر اب یہی ونکی ذات ٹھیر گئی چنانچہ حضرت یعقوب پیغمبر کا لقب اسرائیل تھا۔
اونکی اولاد بنی اسرائیل اور حضرت اسمعیل ع کی اولاد بنی اسمعیل کہلائی اور ہمارے حضرت صلعم
کا لقب سید تھا آپکی اولاد سید مشہور ہوئی اور حضرت ابوبکر کا لقب صدیق تھا اونکی اولاد
صدیقی کہلائی اور حضرت عمر کا لقب فاروق تھا اونکی اولاد فاروقی کہلائی۔ پھر انہین ہی
جس شخص نے کسی بزرگ کو اپنا پیشوا بنایا وہ اوسی بزرگ کی طرف منسوب ہوا جو شیخ
عبد القادر جیلانی کا مرید ہوا وہ قادری کہلایا اور جو شیخ بہاء الدین نقشبند کا مرید ہوا
وہ نقشبندی کہلایا اور جو شیخ شہاب الدین سہروردی کا مرید ہوا وہ سہروردی مشہور ہوا
علی ہذا القیاس چشتی۔ جلالی۔ مداری وغیرہ۔ پھر اسی طرح حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی اور امامیہ
وغیرہ فرقے ہو گئے اور انمین سے ہر ایک اپنے تئین بہتر سمجھتا ہے کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ
فَرِحُوْنَ ؎ پھر انہین سے جب نادان لوگون نے معلوم کیا کہ ہمارے بزرگ ایسے تھے کہ
لوگ اونکی تعظیم و تکریم کرتے اور بڑا سمجھتے تھے اور اونکے حکم پر چلتے تھے اور ہماری ایسی
تعظیم و تکریم کوئی نہین کرتا اور نہ ہمکو کوئی ویسا بڑا سمجھتا ہے اور نہ کوئی ہمارے کہنے

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المؤمن للمؤمن کالبنیان یشد بعضہ بعضاً

فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایماندار دوسرے ایماندار کے حق مین ایسا ہے جیسے عمارت کی بنیاد یعنی جیسے عمارت مین ایک اینٹ کی مضبوطی دوسری اینٹ سے ہوتی ہے اوسی طرح ایک ایماندار کو لازم ہے کہ دوسرے ایماندار کا مددگار رہے خلاصہ یہہ کہ ایمان کی ترقی اور خوبی اتفاق پر موقوف ہے۔ البتہ جو لوگ سچے دوست اور واقعی خیرخواہ نہین بلکہ بناوٹ اور تکلف سے دوستی کے لباس مین ظاہر ہوکر منافقانہ معاملہ رکھتے ہین اونکے ساتھہ اتحاد و تخالف مین توسط و اعتدال کے درجہ کو ہاتھہ سے نہ دینا چاہیے اور ایسا برتاؤ کرنا چاہیے جس سے اونکے نفاق و مخالفت کی آگ کو زیادہ اشتعال نہو اور نہ کسی راز کے اظہار سے اپنے ہتیار اسطرح اونکے ہاتھہ مین دے دینے چاہئین کہ ہم خود بے اختیار اونکے ہو جائین ایسے دوستون کے ساتھہ جنکا ظاہر و باطن موافق و یکسان نہو حتی الوسع مدارات کرین اور اپنے رازادن سے پوشیدہ رکھین اگر ممکن ہو تو حلم و تحمل اور نرمی سے انکی اصلاح کی طرف توجہ کرین اور اونکے دل سے کینہ اور عناد کی بنیاد دور کرنے کی تدبیر کرین بہر صورت نیکی اور مروت سے پیش آتے رہین و کسیطرح سے کینہ و عناد کا اظہار مناسب نہ سمجھین کیونکہ برائی کو نیکی سے دفع کرنا نیک ہے اور برائی کو برائی سے دفع کرنا بدزیب۔

بدی را بدی سہل باشد جزا		اگر مردی احسن الی من اسا	

ذات کا امتیاز مانع اتفاق ہے۔

ہمارے ملک مین کئی امور مانع اتفاق ہین ازانجملہ ایک ذات پات کا امتیاز ہے ایک دوسرے پر فخر کرتا ہے کہ مین اونچ ہون وہ نیچ ہے خصوصاً سید مغل پٹھان و برہمن بالتخصیص پیرزادے اور مولویون مین یہہ تفاخر زیادہ اور جدی ہے اور اسکی قباحت اور برائی کو نہین سوچتے حالانکہ یہہ سب کو معلوم ہے کہ سید مغل پٹھان دھنیا جولاہہ سبزی فروش قصاب موچی تیلی تنبولی چوہڑے چمار اعلیٰ ادنے نیک و بد سب ایک ہی ماں باپ حضرت آدم و حضرت حوا کی اولاد ہین کوئی نیک ہو گیا اور کوئی بد۔ کوئی سپاہی بن گیا کوئی منشی کسی نے روٹی

مٹہنے دیتے۔ اگر کوئی حسب رسم شرعی السلام علیکم کرے تو مرود ناخوش ہوتے ہین کہ
اسنے ہمکو اپنے برابر جانا اور یہہ نہین سمجہتے کہ وہ بہی بہائی ہے اور ایک آدم و حوا کی اولاد ہے
یہہ فخر سراسر حماقت و نادانی ہے قرآن و حدیث مین اسکی مذمت واقع ہوئی ہے۔
جو شخص کسی بزرگ کی اولاد ہو جیسے سید آل رسول ہونے کی وجہ سے اوسکی تعظیم کرنی
چاہیئے فی الواقع یہہ تعظیم رسول کریم صلعم کی ہے۔ اگر یہہ سید بذات خود متقی و پرہیزگار
ہے تو بطریق اولے واجب التعظیم ہے اگر فاسق ہے تو خیرخواہی سے اوسکو نصیحت کرین
اگر اوس سے کفر کے کام و کلام صادر ہون تو اوسکے کفر مین اور دوسرون کے کفر مین
کچہہ فرق نہین قال اللہ تبارک و تعالیٰ یَاۤ اَیُّہَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ
وَّ اُنْثٰی وَ جَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ
اَتْقٰکُمْ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ اے لوگو ہمنے تمکو پیدا کیا ایک
مرد اور ایک عورت سے اور بنائے تمہارے کنبے اور قبیلے تاکہ آپسمین پہچان ہو
مقرر بزرگی اللہ کے ہان اوسی کی ہے جو پرہیزگار بڑا ہے اللہ جانتا ہے خبردار یعنی
سید مغل پٹہان ذات بڑی ہونے سے کچہہ آدمی مین بڑائی اور بزرگی نہین آجاتی یہہ
ذاتین صرف پہچاننے اور تعارف کے واسطے ہین بزرگی اور بڑائی اللہ کے نزدیک تقوی
کی ہے جسکو تقوی بہت ہو وہ اللہ کے نزدیک بزرگ ہے اگرچہ ذات مین چہوٹا ہو اور
جسکو تقوی نہین وہ اللہ کے نزدیک بزرگ ہی نہین اگرچہ ذات مین بڑا ہو۔ موچی
دہنیا جولاہہ پرہیزگار۔ سید مغل پٹہان شیخ فاسق و بدکار سے اچہا ہے پہر ذات پر
مغرور ہونا محض حماقت و نادانی ہے جب کوئی شخص احکام اسلامیہ کا پابند ہو خواہ وہ کسی
ملک یا کسی قوم سے ہو کچہہ فرق نہین سب لوگ آپسمین بہائی ہین اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ
اِخْوَۃٌ بعض لوگ یون شبہہ کرتے ہین کہ شریعت مین غیر کفو سے نکاح کیون منع ہے سو
کفو کا لحاظ اسواسطے ہے کہ مرد اور عورت مین موافقت رہے اور گہر مین فساد نہ پڑے ورنہ
منع نہین کفو مین جیسا لحاظ ذات کا ہے ویسا ہی لحاظ دینداری کا بہی ہے مہاجر اور انصار
مین کفو کا اتحاد نہ تہا مگر دین کا رشتہ خوب مضبوط تہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دونون

پر چلتا ہے تو اپنے بزرگون کی خوبیان بیان کرکے فخر کرنے لگے کہ ہمارے بزرگ ایسے
تھے اور ویسے تھے اور اپنے نام کے ساتھہ لفظ سید۔ شاہ۔ شیخ۔ پیرزادہ۔ مولوی وغیرہ لگاکر
لن ترانیان کرنے لگے تاکہ لوگ ہماری بھی ویسے ہی تعظیم وتکریم کرین اور ہمکو اپنا پیشوا
مانین حالانکہ ان بزرگون کی تعظیم وتکریم اسلیے تھی کہ اونمین سچی خوبیان موجود تھین اور انمین
مفقود ہین

انکو انسے کچہہ نہین نسبت ذرا		ہین یہہ ایسے جیسے بیٹا نوح کا	

کوئی اپنے بزرگون کی کرامت و ولایت پر فخر کرتا ہے کوئی اپنے بزرگون کی گزشتہ حکومت
پر مغرور ہے اور کوئی اپنے اسلاف کی دولتمندی پر مسرور۔ اور ہر ایک اسی غم مین دوسرے
کو ذلیل جانتا ہے گو وہ دوسرا اوس سے افضل و بہتر ہو مثلاً قریش گو خود بدکار ہو مگر دوسرے
کو اگرچہ وہ متقی و پرہیزگار ہو حقیر جانتا ہے۔ اگرچہ خود بزرگون کی راہ پر نہین چلتے پھر بھی
فخر کرتے ہین پٹھان اپنے تئین جانتے ہین کہ ہم بنی اسرائیل ہین ہزارون بادشاہ ہماری
قوم مین گزرے ہین شجاعت و بہادری مین ہماری قوم مشہور ہے اسوقت بھی افغانستان
و تاتار مین ہماری سلطنت قایم ہے ہماری قوم مین اکثر ولی و قطب ہوئے چنانچہ خواجہ
قطب الدین بختیار کاکی کا مزار دہلی مین مشہور روزگار ہے انہی خیالات سے وہ اپنے
تئین دوسری قومون سے افضل جانتے ہین مغل جانتے ہین کہ ایران مین ہماری سلطنت
موجود ہے ہند مین عرصہ دراز تک ہماری حکومت رہی اسی پندار و غرور مین وہ فخر کرتے
ہین حالانکہ خود نان شبینہ کو بھی محتاج ہون۔ یہہ خودپسندی کی رسم سرکاری دفاتر مین
بھی جا گھسی اور سرکاری ملازمون کے دماغون مین ڈیرا جماکر اونکو مخبوط الحواس کردیا
جسکی تنخواہ دوسرون سے دو چار روپیہ زیادہ ہوئی وہ اپنے تئین سب سے افضل جاننے لگا
اور یہہ نہ سمجھا کہ یہہ صفت قارونی ہے۔ بزرگون کے اوصاف تو یہہ ہین کہ اپنے تئین
حقیر اور دوسرے کو بہتر سمجھین خدا اور رسول کی فرمانبرداری بردباری قومی ہمدردی کرین
غرض تمام اوصاف حمیدہ سے جو ہم اخلاق کے مضمون مین بتلا چکے ہین متصف ہون
خودپسندی کی بلا یہان تک دامنگیر ہوئی کہ خود اپنی قوم کے مفلس کو اپنے برابر نہین

کیا بھگتے گا۔ تو پھر دنیا میں اس بات پر بھروسا کرنا اور فخر کرنا کہ میرا باپ دادا ایسا تھا اور بڑا کامل بزرگ تھا اور اوس سے ایسی کرامتیں ظاہر ہوئیں محض بیجا ہے اور اپنے نام کے ساتھ شیخ یا سید یا مرزا یا قاضی یا مفتی وغیرہ القاب شامل کرنا اور بڑے طمطراق سے اپنے خاندان پر فخر کرنا بیہودہ ہے (البتہ اگر شناخت کے واسطے کنیت کا اظہار کیا جاوے تو مضائقہ نہیں) کیونکہ دنیا اور آخرت میں انسان کا عمل ہی کام آتا ہے ذات پات کام نہیں آتی۔ کیسا ہی ذات کا بڑا اور عالی خاندان ہو اور اوسکے اعمال برے ہوں تو کوڑے کے کام کا نہیں اور کیسا ہی ذات کا چھوٹا ہو مگر متدین ہو وہی بزرگ اور سردار ہے حضرت بلال رضہ باوجودیکہ غلام تھے مگر اپنے اعمال حسنہ کے سبب اللہ کے ہاں مقبول ہوئے اور ابوجہل باوجودیکہ نجیب تھا مگر نا کارگی کے سبب ملعون ٹھیرا۔ بلال کی غلامی نے اثر نہ کیا اور بوجہل کی نجابت و شرافت کام نہ آئی اس سے معلوم ہوا کہ ذات محض بیکار ہے نہ دنیا میں اس سے کچھ کام نکلتا ہے نہ آخرت میں پھر اسپر فخر کرنا لا حاصل ہے۔ آدمی سب ایک ہی ماں باپ سے پیدا ہوئے پھر مرکر آخر سب کو خاک میں ملنا ہے اور اصل میں خاک ہی سے پیدا ہوئے ہیں پھر ایک دوسرے پر فخر کرنا اور اپنے باپ دادا اور اپنی قوم کی تعریف کرنا عبث ہے۔ جہاں تک ہو سکے عجز و انکسار اختیار کرنا بہتر ہے۔ بعض لوگ لونڈی غلام اور اہل پیشہ کو نظر حقارت دیکھتے ہیں حالانکہ اکل حلال کے لئے انبیا علیہم السلام اور اولیا اللہ بھی کچھہ کام کرہی لیتے تھے ایک صحابی صبح کی نماز کے بعد سب سے پہلے مسجد سے چلے جاتے اور پھاوڑا ٹوکری لیکر مزدوری کو جاتے ایک دن کسی نے شکایت کی کہ یہ اسقدر جلدی چلے جاتے ہیں کہ دعا و تسبیح بھی نہیں کرتے حضرت عمر بن الخطاب رضہ نے فرمایا اسکو حقیر مت جانو اسکا روزی کماکر عیال کی پرورش کرنا تمہاری عبادت سے بہتر ہے۔ طرفہ یہ ہے کہ جن کو متکبر لوگ حقیر جانتے ہیں جب اونکے پاس دولت بہت ہو جاتی ہے یا کہیں کی حکومت مل جاتی ہے تو پھر نہ کوئی اوسکے غلام ہونے پر طعن کرتا ہے اور نہ اوسکے قدیمی پیشے کو برا کہتا ہے اگر ہو مفلس تو اوسمیں ہزاروں طرح کے عیب نکالنے کو موجود ہو جاتے ہیں حالانکہ دنیا

فریق مین باہم نکاح کرنے کا حکم دیکر رشتہ مواخات قایم کردیا۔ غرض اس مقام پر مقصود
یہہ ہے کہ ذات کی بڑائی پر فخر نہ کرے ذات محض نکمی چیز ہے اسد تعالی کا ارشاد ہے
فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَہُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ پہر جب
ہونکا جاویگا صور نہ ذاتین ہین انسدن اور نہ پوچہنا۔ قیامت کے روز کسی کی نسب اور
ذات کا لحاظ نہ کیا جاویگا اور نہ کوئی کسی کو پوچہے گا۔ پہر جو لوگ یہہ جانتے ہین کہ ہم سید
مغل شیخ فلانے فلانے بزرگون کی اولاد ہین قیامت کو ہماری بڑی عزت ہوگی ہمارے
بزرگون کے سبب سو یہہ بات بالکل غلط ہے وہان نسب کا لحاظ ہی نہوگا اور ذات پات
کا علاقہ جاتا رہے گا اور معاملہ صرف اعمال پر ہوگا علما کو جہلا کی نسبت اور شرفا کو اراذل
کی نسبت اگر وہ فاسق ہونگے تو دوگنی سزا ملے گی یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ مَنْ یَّاْتِ مِنْکُنَّ
بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ یُّضٰعَفْ لَہَا الْعَذَابُ ضِعْفَیْنِ بائیسوین پارے مین
اللہ جل جلالہ نے فرمایا ہے کہ ای نبی کی عورتون جو کوئی تم مین سے صریح گناہ فاحش
کریگی اوسکو دوگنا عذاب دیا جاویگا جو دوگنا دینے کا حق ہے۔ نساء النبی کی تخصیص اسلیے
ہے کہ نبی صلعم کی مصاحبت مین دینیات کا علم حاصل ہوگیا تھا اسواسطے اونکو دوسری عورتون
پر فضیلت تہی۔ اس سے ثابت ہوگیا کہ جو شخص باوجود فضیلت کے خواہ وہ نسبی ہو یا
کسبی جان بوجہکر گناہ کریگا مضاعف عذاب کا مستوجب ہوگا۔ پس یہان عموم ثابت ہوگیا
اور تخصیص جاتی رہی کیونکہ بجاے خود ثابت ہے کہ ازواج مطہرات سے کوئی کبیرہ صادر
نہین ہوا ایسی ذات اور نسب باوجود چند عذاب کا مستوجب کرے فخر کرنا سراسر نادانی
ہے فَلَا تُزَکُّوْٓا اَنْفُسَکُمْ فرمایا خداوند عالم نے پس نکہو اپنی ستہرائیان یعنی بے عیب
محض خدا کی ذات ہے ہر آدمی مین تہوڑا بہت عیب ہے پہر اپنی تعریفین اور بڑائیان
بیان کرنا کہ ہم ایسے اور ایسے اور ہمارے خاندان مین ایسے ایسے جلیل القدر اشخاص
گزرے ہین محض لا حاصل ہے وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی نہین اوٹہاتا
کوئی بوجہہ دوسری کا۔ یعنی کوئی کسی کا بوجہہ نہ اوٹہاویگا۔ جیسے دنیا مین مجرم کے
عوض دوسرے کو سزا نہین ملتی۔ جیسی دنیا مین کمائی ہوگی ویسی ہی ہر ایک اپنا

محنت کرنے کو برا نہین سمجھتے اسلئے اونکی ذہانت روز بروز بڑہتی ہے حتی کہ شہر بشہر
اونکی تجارت کا بازار گرم ہے اور قوم مرفہ الحال۔ ہندوستان مین ہر ایک قسم کی تجارت
وصنعت ان پڑھ لوگون کے ہاتھ مین ہے۔ تعلیم یافتہ محنت و حرفت کو نظر حقارت سے
دیکھتے ہین۔ بہت سے لوگ جو اپنے تئین شریف خیال کرتے ہین محنت و حرفت سے یہانتک
تک نفرت کرتے ہین کہ بہیک مانگنا گوارا کرینگے مگر ہاتہ سے محنت نکرینگے مثلاً ہمارے
زمانہ کے سادات اور پیرزادے جو بطور ورثہ کے مریدون کو تقسیم کرتے ہین ہر ششماہی
پر مریدون کے دروازے پر جا موجود ہوتے ہین اور وہ ناک بہون چڑہاتا ہے مگر یہہ لیکر
بغیر نہین ٹلتے اگر انسے کوئی پوچہے کہ یہہ استحصال بالجبر کا حق تمہین کیونکر حاصل ہے تو جواب
دیتے ہین کہ واہ جی یہہ تو ہمارے پردادا کا مرید ہے۔ چہ خوش مریدی نہ ٹھیری بلای
جان ٹھیری۔ علی ہذا القیاس مغل پٹھان کہتے ہین صاحب ہم شریف آدمی ہین محنت
کرنا ہمارا کام نہین بہوکے مرجائینگے مگر کام کو ہاتہ نہ لگائینگے۔ انہی وجود سے ہماری
دولت و شائستگی کو ترقی نہین ہوسکتی اور علوم و فنون مین نہایت درجہ خامی ہے۔ اسکے
سوا اور کیا کہا جاوے کہ ان لوگون کے معلومات ہی محدود ہین دوسرے ملکو نمین
بلا امتیاز ذات سب لوگ علوم و فنون کی تعلیم و ترقی مین کوشش کرتے ہین کوئی
ایک دوسرے کو حقیر نہین جانتا۔ ہمارے ملک مین متعصب خیالون کی وجہ سے اور بہی
تباہی پڑی ہوئی ہے اسیوجہ سے صنعت و ہنر کی ترقی رکی ہوئی ہے اور ہنرون کے
دائرہ مین ہماری قومی صنعت و شائستگی بالکل ساکت ہے گویا اوسکے اجزا سے حرکت ہی
جاتی رہی ہے اور اعضا بیحس ہوگئے ہین۔ یہہ بیجا تعصب کے توہمات یہانتک لوگون کے
دل مین سماگئے ہین کہ ایک فرقہ کا آدمی دوسرے سے اپنے تئین مقدس و بزرگ جانتا
ہے اور دوسرے کو ذلیل و حقیر قرآن مجید کی تعلیم ہے وَلَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ
عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ یعنی نہ ٹھٹھا کرے کوئی قوم کسی قوم سے شاید
وہ بہتر ہون اوسسے۔ نیز مسلمانون کے اعتقاد مین شرافت نسبی کوئی چیز نہین ہے
اسلام ایک عام اخوت ہین تمام دنیا کی قومون کو لے رہا ہے۔ اسلام تو صرف

ہین جتنے آدمی ہین میاں اور غلام آقا اور نوکر حاکم و محکوم رعایا زمیندار چوہڑے چمار سب ایک باپ حضرت آدم اور ایک ماں حضرت حوا کی اولاد ہین پہر شیخی کا ہے کی بلکہ ایک دوسرے کے ساتہہ احسان اور ہمدردی کرنا بڑائی ہے وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا یاد کرو نعمت اللہ کی اوپر اپنے جب تہے تم دشمن پس الفت ڈالی درمیان تمہارے دلون کے پہر ہو گئے تم ساتہہ نعمت اوسکی کے بہائی۔ خیال کرو کہ خدا تمکو برادرانہ سلوک اور حسن معاشرت کی تعلیم کرتا ہے اور تم آپسمین نفاق کا بیج بوتے ہو تمکو مناسب بلکہ واجب ہے کہ آپسمین برادرانہ طریق سے زندگانی بسر کرو یہی موجب ترقی منصب دینی و دنیوی کا ہے اہل پیشہ کو بنظر حقارت دیکھنے سے یہہ بہی قباحت ہے کہ آیندہ لوگون کے دل فنون کی تعلیم سے متنفر ہو جائینگے اور بے ہنرون کی کثرت ہو جائیگی اور ملک محتاج ہو جائیگا کیونکہ ظاہر ہے کہ ہر ایک ملک کی شایستگی و تہذیب بہت سی قوتون کے اجتماع کا نتیجہ ہے اور یہہ قوتین صرف وہی نہین جو سررشتہ تعلیم سے متعلق ہین بلکہ یہہ تسلیم کرنا چاہیے کہ تہذیب و شایستگی اوسیوقت اپنا رنگ جماتی اور ترقی کرتی ہے جبکہ تعلیم کا ایک عام طریقہ ملک مین جاری ہو لائق اور تعلیم یافتہ لوگ عمدہ دستکاری بہی جانتے ہون۔ اسلامی ممالک مین اہل ہنر کی بہت عزت و وقعت ہے وہان کے تعلیم یافتہ عمدہ دستکاری جانتے ہین اور اپنے ہاتہہ سے میز کرسی صندوق و دیگر ضروریات تیار کر لیتے ہین اور اون ملکون کے متمول ہنر و پیشے کی نہایت قدر کرتے ہین چنانچہ افغانستان مین ایسی تعلیم کی ترویج و اشاعت کے لئے اکثر مقامات مین عملی انتظام کئے گئے ہین فرانس اور انگلستان سے کئی کاریگر بلوا کر کارخانون مین مقرر کئے گئے ہین اور کابلی انگریزی تعلیم پاتے ہین اسلئے اس ملک مین تہذیب و شایستگی نے بہت بڑی تکمیل حاصل کی ہے۔ اہل عرب کی تعلیم کا طریقہ نہایت ہی عمدہ ہے وہان کے تعلیم یافتہ باشندے تحصیل علم کو تجارت کے احاطہ مین ضرور ہی لے آتے ہین یعنی اپنی تعلیم یافتہ اولاد کو کسی ہنر و پیشہ کی ضرور ہی تعلیم کرتے ہین وہ محنت کے رتبہ اور فواید کو بخوبی سمجہتے ہین اور اپنے ہاتہہ

ؔ اسلحہ سازی مین تو افغان بے نظیر ہین یہہ تعلیم صرف آلات مشین کے متعلق ہے ۱۲

[illegible]

اونمین خوض و بحث نکرو اور بخوبی سمجھہ رکھو کہ خداوند تعالیٰ اپنے بندون کو بطور عتاب
و غضب کے عذاب نہین کرتا بلکہ بنظر تادیب و اصلاح سزا دیتا ہے پس انسان کو چاہیے کہ جن
کامون کے کرنے مین گناہ ہو اونکا ارتکاب نکرے۔ فقط بہتری دنیا کے لئے آرزو نکرے جبتک
اسکے ساتھہ آخرت کی بہتری شامل نہ کرلے۔ زندگی یا مرگ کی آرزو نکرو مگر اوس حالت مین جبکہ
نیکیان غالب ہون۔ آرام و آسائش مین پہنسے نہ رہو جبتک اپنے نفس کا محاسبہ تین چیزون
سے نہ کرلیا کرو۔ اول یہہ دیکھو کہ دنیا مین ہر روز بستے کیا کیا خطائین سرزد ہوئی ہین دوم
یہہ کہ کوئی نیک کام بہی کیا جاتا ہے اگر ہوئے ہون تو نیک کامون کو فراموش کردو اور برے
کامون کے لئے استغفار کرو اور آیندہ اونکے نہ کرنے کا ارادہ مصمم کرو۔ سوم یہہ کہ کسقدر ہے
غفلت اور قصور سے ادا نہین ہوئے۔ اور یاد رکہو کہ تم ابتدا مین کیا تہے اور بعد مرنے کے کیا
ہوجاوگے وَاتَّقُوا يَوۡمًا لَّا تَجۡزِي نَفۡسٌ عَن نَّفۡسٍ شَيۡـًٔا وَلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا عَدۡلٌ
وَلَا تَنفَعُهَا شَفَٰعَةٌ وَلَا هُمۡ يُنصَرُونَ اور ڈرو اوس دن سے کہ نہ کفایت کریگا کوئی
جی کسی جی سے کچہہ اور نہ قبول کیا جاویگا بدلا اون سے اور نہ فایدہ دیگی اونکو سفارش اور نہ
وہ مدد دئے جائینگے۔ کسی شخص کو تکلیف اور رنج نہ دو کہ جہان کے کام ناپایدار و تغیر پذیر
ہین وہ بدبخت ہے جو عاقبت سے غافل ہو کر ذلت کے کامونمین پہنسا رہا۔ اون چیزون
پر تکیہ نہ کرو جو تمہاری ذات سے خارج ہین مستحق اور نیک لوگون کے ساتھہ خیر خواہی اور
بہلائی کرنے مین تاخیر و انتظار نہ کرو بلکہ اونکے سوال سے پہلے انکی حاجت برآری مین مستعدی
کرو۔ اوس شخص کو حکیم سمجھو جو اس جہان فانی کی لذتون مین سے کسی ایک لذت حاصل
پر خوش ہو یا کسی ادنے مصیبت پر مضطرب ہوجاے یا عبادت سے کنارہ کش ہو
قوله تعالیٰ صَابِرُوا وَرَابِطُوا صبر کرو اور لگے جاو کام مین۔ موت کو ہمیشہ یاد رکہو
اور جو لوگ مرگئے ہین اونکی طرف چشم عبرت سے دیکھو۔ جو شخص بیفایدہ گفتگو کرے ذلیل
ہے اور جو بے پوچھے جواب دیے وہ حقیر ہے۔ لوگون کے ساتھہ روزمرہ بول چال اور باہمی گفتگو
مین توسط اختیار کرو نہ زیادہ گفتگو کرو جس سے سبکی حاصل ہو اور نہ کم بولو جس سے ہو قوفی
ظاہر ہو۔ نہ آواز بلند کرو جو سننے والے کو کریہہ معلوم ہو اور نہ ایسی پست کرو کہ سنی نہ جاسکے

دین کو ایک شرافت سمجھتا ہے جسکے اندر ہر شخص شامل ہو سکتا ہے اسلام نے شرافت کو کبھی ہندون کے مذہب کی طرح آبائی ورثون کے ساتھہ وابستہ نہین کیا۔ اوسکے نزدیک تو شرافت وہ چیز ہے جسکو ہر شخص حاصل کر سکتا ہے اسلام نے شاہ و گدا امیر و فقیر سب کو یکسان کر دیا ہر ایک رتبہ کے آدمی ایک امام کے پیچھے ایک صف مین کہڑا ہو کر نماز ادا کرتا ہے اسیواسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف فرما دیا اِنَّ نَبِیَّکُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّ اَبَاکُمْ وَاحِدٌ وَاِنَّہٗ لَا فَضْلَ لِعَرَبِیٍّ عَلٰی عَجَمِیٍّ وَّلَا لِاَحْمَرَ عَلَی الْاَسْوَدِ اِلَّا بِالتَّقْوٰی اَلَا ھَلْ بَلَّغْتُ خوب جان لو کہ تمہارا نبی ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے نہ عربی کو کسی غیر ملک والے پر فضیلت ہے اور نہ سرخ رنگ والے کو سیاہ رنگ والے پر۔ ہان اگر فضیلت ہے تو پرہیزگاری کے اعتبار سے۔ آگاہ ہو جاؤ کہ مینے اپنا فرض تبلیغ ادا کر دیا۔ بلکہ آنحضرت نے اپنی عترت (اولاد) کے بارہ مین (جس سے مراد جناب سیدۃ النساکی اولاد سمجھی جاتی ہے) مسلمانون کو بعض نصیحتین کی ہین مگر اس عقدہ کو خود آنحضرت صلعم کا یہہ قول قطعی طور پر حل کر دیتا ہے کہ مَنْ سَلَکَ عَلٰی طَرِیْقِیْ فَھُوَ اٰلِیْ (جو میری راہ پر چلے وہی میری اولاد ہے) غرض اسلام مین بلحاظ دین شرافت نسبی کی کچھہ وقعت نہین۔ لہذا مناسب ہے کہ ہر ایک سے علی قدر مراتب عزت سے پیش آوین اور دوسرے کو اپنے سے بہتر خیال کرین کہ اسی مین اپنی بہتری ہے۔

نصیحت و آداب کلام

اپنے خالق کو پہچانو اور اوسکے حقوق کو نگاہ رکھو اور ہمیشہ مفید تعلیم و تعلّم مین مشغول رہو۔ اہل علم کا امتحان کثرت علم سے نہ کرو بلکہ گناہون اور شرارتون کی کمی بیشی سے انکے حالات کا اعتبار کرو۔ خداوند تعالی کے حضور سے اوس چیز کی درخواست نہ کرو جسکا نفع جلد منقطع ہو جاوے اور یقین رکھو کہ تمام نعمتین اور بخششین خدا کی طرف سے عطا ہوتی ہین اسلئے اون فوائد اور نعمتون کی خواہش کرو جو ہمیشہ باقی رہین۔ اور ہر وقت ہوشیار رہو کہ خرابیون اور برائیون کے اسباب بہت ہین۔ جن امور کا بجا لانا مناسب نہین

اوسکے نفع ونقصان کو اپنا نفع ونقصان خیال کرتا ہے غیرت کا خیال دفعتہً دل سے اوٹھہ جاتا ہے دوست کے رنج وراحت کو عین اپنا رنج وراحت سمجھتا ہے اوسکی مجبوری اور عاجزی کی حالت مین خود اوس سے زیادہ مجبور وعاجز ہوجاتا ہے اور ہمیشہ اوسکا مونس وغمگسار رہتا ہے۔ **بیت**

دوست آن باشد کہ گیرد دست دوست	در پریشان حالی ودرماندگی
ایسے ہی دوستون کے حق مین کہا گیا ہے	
تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری	من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی

جسکو ایسا دوست ملجائے جسمین یہہ اوصاف حمیدہ پائے جائین تو اوسکو بیشک یقین کرنا چاہیے کہ اوسپر خدا کی رحمت عظیم نازل ہے۔ بالتخصیص دوستی مین قایم وثابت قدم رہنا سوائے خدا پرست لوگون کے دوسرون کا کام نہین آجکل کی دوستی مین معاملہ برعکس دکھیا جاتا ہے حضور وغیبت مین بہت تفاوت ہے مُزَخرَفُ الْقَولِ غُرُوْرًا یعنی ملمع کی باتین ہین ظاہر کچہہ ہے اور باطن کچہہ اور۔ انسان کو چاہیے کہ دوستی کرنے سے پیشتر اپنی قوت استقلال اور طاقت راستی کی جانچ کرلے اور جسکو دوستون کے زمرہ مین داخل کرنا چاہتا ہے اوسکے مزاج کی حالت سے بہی کما ینبغی واقفیت حاصل کرلے پہر دوستی کا نام لے۔ دوستی کرنے کے بعد اگر اوسکے افعال شنیع معلوم ہون تو خیر خواہی اور شفقت سے اوسے نصیحت کرے نہ یہہ کہ اوسکی صحبت سے خود مکدر ہوجاوے اور لوگون کے لغو بیان پر بدظن ہوجاوے۔ کسی بزرگ نے اس بارے مین ایک روایت یون بیان کی ہے **حکایت**

دو شخصون کے مابین جو نہایت نیک خدا پرست اور پاکیزہ سیرت تہے دوستی تہی اتفاقاً دونون کو کوہستان کا ایک سفر دور ودراز پیش آیا اور ایک مقام پر شب باش ہوئے ایک سوگیا اور دوسرا جاگتا رہا اتفاقاً ایک سانپ درخت سے اوتر کر اوس سوتے کے گلے مین لپٹ گیا۔ یار جو جاگتا تہا بیقراری کی حالت مین اوسکے بچاؤ کے فکر مین پریشان ہوا آخر اوسنے شمشیر آبدار نکال کر سانپ کو مار ڈالا گہبراہٹ مین ذراسی تلوار کی نوک یار کی گردن مین بہی لگ گئی وہ گہبرا کر چونکا اور کیا دکہتا ہے کہ اوسکا رفیق ننگی تلوار ہاتہہ مین لئے بیٹہا ہے۔ پہر فوراً اطمینان سے سوگیا اور یہہ بہی دریافت نہ کیا کہ یہہ

نہ اشارہ وکنایہ استعمال مین لاؤ جو خلاف محاورہ و متروک ہو۔ دوسرے کا کلام قطع
نہ کرو۔ جس بات کے کہنے کا ارادہ ہو پہلے اوسکو اپنے دل مین خوب سمجھہ لو پہر زبان پر لاؤ
ایک بات کو بلا ضرورت بار بار نہ کہو۔ کسی حالت مین بیقراری و اضطراب نہ ظاہر ہونے دو۔
گالی اور فحش الفاظ زبان پر نہ لاؤ۔ اگر کسی فحش لفظ کا اظہار ضروری ہو تو اشارہ یا کنایہ سے
سمجہا دو۔ مجلس مین ہر وقت خوش طبعی و تمسخر نہ کرو۔ اثناے گفتگو مین ہاتہہ آنکھہ ابرو
سے اشارہ نہ کرو۔ جو شخص کوئی حکایت یا روایت بیان کرے جسکو تم بہی جانتے ہو تو تم
چپکے سنا کرو اور اپنی واقفیت نہ جتاؤ۔ جو بات کسی دوسرے سے استفسار کی جائے تم خود اوسکا
جواب مت دو۔ کسی بات کی راستی و دروغ کے امتیاز مین اہل مجلس سے تنازع یا مخالفت نکرو
جسکے ساتہہ مباحثہ مفید نہو اوس سے بحث نہ کرو۔ لڑکیون عورتون مجنونون مستون اور
عام لوگون کے ساتہہ مخاطب ہونے سے حتی المقدور پرہیز کرو۔ ہر شخص کے ساتہہ اوسکی سمجھہ
کے موافق گفتگو کرو۔ کسی شخص کے افعال گفتار اور حرکات کو برائی سے یاد نہ کرو۔ اور ایسی بات
نہ کرو جس سے لوگون کو وحشت ہو۔ چغلی غیبت بہتان اور دروغگوئی سے کلی پرہیز کرو اور جو
لوگ ان عیوب مین مبتلا ہون اون سے راہ و رسم نہ رکہو اور نہ کبہی ایسی باتون کا سننا پسند کرو۔

دوستی

لفظ دوستی پانچ حرفون سے مرکب ہے آجکل اس لفظ کا استعمال زبان زد عامہ خلایق ہے۔
علی العموم ہم سب آپسمین ایکدوسرے کو اس لفظ سے پکارتے ہین۔ مگر داناؤن اور علمای
ربانیین کے نزدیک یہہ لفظ بڑی وقعت کہتا ہے اور دنیا مین دوست کا ہونا ایک نعمت
ایزدی تصور کیا جاتا ہے۔ دوستی سے یہہ مراد نہین کہ زمانہ سازی اور طب اللسانی کا
عمل کیا جاوے بلکہ دوست سے زیادہ کوئی عزیز و قابل اعتبار نہین اپنی عزیز و اقربا سے بہی زیادہ
دوست کو دوست پر شفقت ہوتی ہے جب کسی کے دلمین خلوص محبت کا وجود ہوتا ہے تو
اوسکے خواص مین ایک ایسے معزز برتاؤ کا فروغ ہوتا ہے کہ جانبین مین کوئی دقیقہ باقی
نہین رہتا۔ دوست کی آبرو توقیر و عزت و ثروت کو خاص اپنی عزت و توقیر تصور کرتا ہے

مین ہی پائے جاتے ہین مگر یہہ جو ایک لطیف جوہر ہے حیوانات مین نہین پایا جاتا اور انسان مین بفضلہ تعالےٰ موجود ہے۔ عقل دو قسم کی ہے ایک فطرتی جو خداوند کریم نے ابتدا سے ہر فرد بشر کو مرحمت فرمائی ہے جو تا دم زیست اتنی ہی رہتی ہے کم و بیش نہین ہوتی۔ دوسری کسبی جسکو ہم اپنی سعی و تدبیر سے بڑہا سکتے ہین اور اسکا بڑہنا ہر ایک امر سے واقفیت حاصل کرنے اور مختلف علوم و السنہ کے سیکھنے پر منحصر ہے مثلاً علم حکمت۔ ہیئت۔ ہندسہ۔ فارسی۔ عربی۔ ترکی۔ انگریزی اور تاریخ و جغرافیہ وغیرہ کی تحصیل کرین۔ جسقدر علم اور تجربہ بڑہیگا اوسیقدر عقل بھی بڑہتی جائیگی۔ مثلاً تم اپنی آنکھون سے مشاہدہ کرتے ہو کہ ابتدا مین جب بچہ مدرسہ مین داخل ہوتا ہے وہ بالکل کسی امر سے واقف نہین ہوتا بلکہ عدم واقفیت کے سبب حیوان سے مشابہ ہوتا ہے جون جون اوسکی لیاقت بڑہتی ہے وہ ہر ایک امر مین تمیز کرنے لگتا ہے اور رفتہ رفتہ ہوشیار ہو جاتا ہے حتّٰے کہ عالم و فاضل کے خطاب سے مخاطب ہو جاتا ہے جہان تک وہ اپنے علم اور تجربہ مین ترقی کرتا ہے اوسکی عقل درجہ تزاید مین ہوتی جاتی ہے۔
لیکن ہر ایک انسان مین چند صفات ایسی بھی ہین کہ جب وہ اپنا اثر دکھاتی ہین تو عقل مغلوب ہو جاتی ہے مثلاً غصہ۔ طمع۔ دروغگوئی۔ شہوت حیوانی وغیرہ۔ جب دو شخص آپسمین جھگڑتے ہین تو غصہ کے جوش سے ایسے فحش اور ناپسندیدہ الفاظ استعمال کرتے ہین کہ عقلاً اونکا زبان پر لانا نامناسب جانتے ہے۔ بلکہ اکثر ایسے واہی تباہی اور کفر آمیز الفاظ ہوتے ہین کہ جنسے دین و ایمان کے دور ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ اگر عقل غصہ کے وقت قایم رہتی تو ایسے کلمات زبان پر کیون آتے جو دین و ایمان مین خلل انداز ہون۔ غرض جب غصہ آتا ہے تو عقل مغلوب ہو جاتی ہے۔ طمع کا عقل کو نقصان پہونچانا بدیہی امر ہے۔ انسان اپنی غرض حاصل کرنے کے لئے اندہا ہو جاتا ہے اور تمام وسایل بیجا و بیجا کا استعمال کرتا ہے۔ جھوٹ بولنا بھی نہایت مذموم صفت ہے جون جون یہہ ترقی پاتی ہے عقل تنزل ہوتی جاتی ہے کیونکہ جھوٹ بولنے سے قوت حافظہ معطل بیکار ہو جاتی ہے اور چونکہ عقل کی ترقی کا کل مدار حافظہ پر ہے پس حافظہ کو نقصان پہونچنا عقل کے لئے نہایت مضر

کیا ماجرا تہا۔ پہر وقت معینہ پر جاگا اور دونوں منزل مقصود کو روانہ ہوگئے۔ ایک تیسرا شخص جو بدطینت تہا یہہ واقعہ دیکہہ رہا تہا اوسنے غمازی کی کہ تمہارے دوست نے تمہارے مارنے کی تدبیر کی تہی اگر تم نہ جاگتے تو ضرور تمکو مار ڈالتا۔ یہہ قیل وقال اوس نیک خصال نے سنکر جواب دیا کہ خاموش رہ ہمارے دوست نے ہماری بہتری کے لئے کچہہ کیا ہوگا یہہ کہکر بات ٹال دی اور اسپر زیادہ خوض نہ کیا۔ بعد چند روز کے اوس شخص نے جسنے سانپ مارا تہا اپنے دوست سے کہا کہ بہائی فلاں منزل میں تم رات کو سوتے تہے اور میرے ہاتہہ سے تمہیں نوک شمشیر کا زخم لگا تہا تمنے اوسکا حال مجہسے دریافت نہ کیا کہ کیا واقعہ تہا جواب دیا کیا ہم تم دو ہیں کوئی اپنے عضو بدن سے پوچہا کرتا ہے۔ الحاصل دوستی میں ثابت قدم رہنا خداپرست لوگوں کا کام ہے اور دوستی میں خودغرضی لاعلاج مرض ہے جہاں خودغرضی ہو وہاں دوستی مفقود ہے خودغرضی مقراض محبت ہے۔

ماہیت عقل

عقل وہ قوت ہے جس سے ہم کلیات کا ادراک کرتے ہیں۔ اس سے اپنے نفع و نقصان بلکہ ہر ایک امر کی نیکی و بدی سے آگاہ ہو سکتے ہیں اس قوت سے ہمکو ہزاروں فواید حاصل ہوتے ہیں۔ عقلمند آدمی عموماً بزرگ و لائق سمجہا جاتا ہے اور عام لوگ اوسکی ہر طرح سے عزت و تعظیم اور قدر و منزلت کرتے ہیں اور ہر ایک امر میں اوسکو اپنا پیشرو بناتے ہیں جس محفل اور جلسہ میں وہ جاتا ہے اوسکی تعظیم و توقیر ہوتی ہے ہر ایک اوس سے خاطر و تواضع سے پیش آتا ہے۔ عقیل آدمی اپنی عقل کے ذریعہ سے سب کام بخوبی سرانجام دے سکتا ہے اور ہزاروں دقایق و نکات کو عقل کی مدد سے حل کر سکتا ہے اور عقل خداداد سے بڑے بڑے کام کر دکہاتا ہے حق سبحانہ و تعالے نے انسان کو جو اشرف المخلوقات کا رتبہ عطا فرمایا ہے صرف یہی سبب ہے کہ وہ عقل سے بہرہ ور ہے اور دیگر حیوانات اس نعمت عظمی سے محروم ہیں ورنہ انسان پر بہی بہایم کا خطاب عاید ہو سکتا تہا کیونکہ سونا۔ جاگنا۔ چلنا پہرنا۔ اوٹہنا بیٹہنا وغیرہ افعال جیسے انسان میں ہیں ویسے ہی ہر ایک حیوان

انسان کے لئے بیش بہا مرصع زیور ہے اسیواسطے رحیم ہر دل عزیز ہے - ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر کوئی اپنے تئین انسان بنانا چاہے تو رحم و ہمدردی کی عادت اختیار کرے کوئی قوم معزز اور دولتمند نہین ہو سکتی جبتک کہ وہ آپسمین رحم اور ہمدردی کے برتاؤ کے عادی نہون - دیکھو پہلے مسلمان ایک دوسرے کے ساتھہ ہمدردی اور رحم کا کیسا برتاؤ کرتے تھے اسکا نتیجہ یہہ تہا کہ اقبال انکے سامنے دست بستہ حاضر تہا دنیا مین یہہ قوم معزز اور نامور تہی جون جون یہہ صفت انکے بعد کم ہوتی گئی ادبار اونپر غالب آ گیا - رحم یہہ ہے کہ مساکین اور غربا و فقرا اور مسافرون کی اعانت مدنظر رکھین اور اونکے سوال کو حتے المقدور رد نکرین - اسمین شک نہین کہ تمام مخلوقات کا رزاق خدا تعالی ہی ہے لیکن اوسنے اپنی حکمت سے کسی کو امیر اور کسیکو فقیر بنایا اور امرا کو فقرا کی دستگیری کی ہدایت کی در اصل دستگیری وہ خود ہی کرتا ہے جیسے والدین بچہ کی پرورش کا ذریعہ ہین ویسے ہی امرا غربا کی پرورش کا وسیلہ ہین فے الواقع امرا و غربا سب کی پرورش خدا کرتا ہے - خیرات و صدقات اونہی لوگون کو دینے چاہئین جو اسکے مستحق ہون - یہہ بہی خیال رکہنا چاہئے کہ ہر ایک شخص کی اعانت حق پر کرنی چاہئے جیسا کہ اللہ جل شانہ نے فرمایا ہے وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی ط وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۱۰ اور مدد کرو اوپر نیکی اور پرہیزگاری کے اور نہ مدد کرو اوپر گناہ اور زیادتی کے غرض جس جگہ خدا کی خوشنودی ہو اوس جگہ رحم اور مدد کرو اسی مین تمہاری بہتری ہے -

مطالعہ کتب کے فوائد

جبکہ ہم اس بات پر غور کرتے ہین کہ ہمین ایک ایسا ہمراہی ملجاوے جو ہمارے خیالات فاسدہ و عادات بد کے دور کرنے مین رہبر کا کام دے اور ہماری دینی و دنیوی ترقیات کا والدین کی طرح خواہان رہے تو ایسا رفیق سوائے کتاب کے دوسرا نہین ہو سکتا

نیز عقل ایک قوت دماغی ہے اور دماغ دل کا خوشہ چین ہو یعنی دماغ کو جو فضیلت حاصل ہے وہ دل کے طفیل ہے جب جھوٹ کا غبار دلمین بھر جاتا ہے تو دماغ بھی مکدر ہو جاتا ہے اور جب دماغ مکدر ہوا تو عقل کا مکدر ہونا ایک بدیہی امر ہے اسلیئے کہ دماغ ظرف ہے اور عقل مظروف اور ظرف و مظروف مین مناسبت لازم ہے اگر جام صاف ہوگا تو پانی بھی جو اوسمین بھرا جاویگا صاف رہیگا اگر جام گرد آلود ہوگا تو پانی بھی مکدر ہو جائیگا یہی حال عقل و دماغ کا ہے۔ شہوت حیوانی کے زیادہ استعمال کرنے سے بھی عقل کو نقصان پہونچتا ہے کیونکہ اس سے دماغ ضعیف ہو جاتا ہے۔ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ عقل ایک دماغی قوت ہو اور جو چیز دماغ کے واسطے مضر ہے وہ عقل کے واسطے بطریق اولے مضر ہے۔ بدمعاملگی یعنی دین دار ہوکر یا مال لینا اور اوسکی قیمت ادا نکرنا لوگون کا مال مفت کہانا وغیرہ قبوحات کا عادی ہونا بھی عقل کو پست کرتا ہے جس شخص کی عقل مغلوب ہوگی اوسکا ایمان بھی ٹہکانے نہوگا۔ لہذا ہمکو مناسب ہے کہ ان سب امور قبیحہ سے پرہیز کرین اور اون تدابیر کو عمل مین لاوین جنسے عقل کو ترقی ہو اور دنیا و آخرت مین سرخروئی حاصل ہو۔

رحم

جب موسم تابستان مین تمازت آفتاب سے زمین جل بہن کر خاکستر ہو جاتی ہے اور خزان مین باد تند کے جہونکون سے درختون کی شاخین اپنے سبز سبز پتون سے جدا ہوکر برہنہ ہو جاتی ہین تو اللہ جل شانہ باران رحمت نازل فرماکر زمین کو شاداب اور درختون کو سرسبز و سیراب کرتا ہے۔ اسی طرح بندے اپنے ہمجنسون کو رحم سے شاد و خرم کر سکتے ہین جسنے ستم زدہ و آفت رسیدہ پر رحم کیا وہ ثمرہ زندگانی سے بہرہ ور ہوا۔ جسکے دل مین رحم ہوگا وہ بیکسون اور یتیمون سے ہمدردی کریگا۔ بیمارون کی دردناک آوازین سنکر اونکے علاج کی فکر کریگا۔ انسان کی تکلیف دیکھنے کا متحمل نہوگا۔ نفس امارہ کی خواہش پوری کرنے مین قلب قصابانہ کا مرتکب نہوگا جس طرح یہہ دوسرون پر رحم کرتا ہے خدا اوسپر رحم کریگا۔ ہر ایک انسان کو لازم ہے کہ ہمیشہ یتیم و ستم رسیدہ غریب بیکس بیمار اور فاقہ کش کی حالت پر رحم کرے۔ رحم

بدستور قایم رہتا ہے جس خزانہ مین سے کچہہ نکال لین وہ ضرور کم ہو جائیگا مگر کتاب
ایسا خزانہ ہے کہ ہزارون لاکھون آدمی اوس سے جواہرات گرانمایہ نکال کر دل و دماغ
مین بہر لیتے ہین پہر بہی جون کا تون رہتا ہے۔ پس ہر ایک انسان کو لازم ہے کہ کتاب
کو اپنا رفیق و انیس بنا دے اور اپنے تمام افعال کی اس سے اصلاح کرے یہہ ایسا رفیق
ہے کہ خاموش ہے اور نصیحت بہی کرتا ہے اس سے کبہی رنج نہین پہونچتا جس وقت
چاہو الگ کر دو اور جب چاہو بلا لو اس سے خدا پرستی قومی ہمدردی قناعت استقلال
اور صبر کا سبق حاصل ہوتا ہے۔ صبر انسان کو دشمنون کی دشمنی کی تپش سے مثل چہاتہ
کی محفوظ رکہتا ہے صابر کے دشمن خود بخود مقہور ہو جاتے ہین اِنَّ اللّٰہَ مَعَ
الصّٰبِرِیْنَ تحقیق اللہ صبر کرنے والون کے ساتہہ ہے صابر آدمی کسی مصیبت مین
اضطراب نہین کرتا اور نہ اوسکے دل مین غم آتا ہے وہ ہمیشہ بلا خرخشہ زندگی بسر کرتا ہی
اور آفات زمانہ سے محفوظ رہتا ہے۔ کتب بینی سے انسان کے عقاید ٹہیک رہتے
ہین ممنوعات سے پرہیز کرنے کی عادت ہو جاتی ہے جس سے وہ تمام زمانہ کی نظرون
مین معزز و مقبول ہو جاتا ہے۔ یہہ بہی یاد رہے کہ جس طرح دینیات کی کتابون کے
مطالعہ سے انسان کے دل مین نور پیدا ہوتا ہے اوسی طرح مخش کتابون کے دیکہنے سے
فسق و فجور پیدا ہوتا ہے ان سے پرہیز واجب ہے۔ اور کتب دینیات کے مطالعہ کا عادی

روزی حلال

اگرچہ بنی نوع انسان لباس و مکان کی بغیر بہایم کی طرح زندگی بسر کر سکتا ہے مگر
خوراک کے بغیر زندگی کا قیام طاقت بشری سے باہر ہے اگر کوئی عابد و زاہد ہے تو
وہ بہی حوایج ضروری کے بغیر مطمئن نہین رہ سکتا اسلئے ضرور ہوا کہ کسی طریق سے
معاش کی تلاش کی جاوے خداوند تعالی نے انسان کو عقل معاش عطا فرمائی ہے
جسکے ذریعہ سے محنت و مشقت اور طریقہ حلال سے حصول روزی کی تدبیر عمل مین لا
سکتا ہے مگر بسا اوقات انسان حصول معاش مین اکل حلال و صدق مقال کو

کتب بینی کا شوق جسکے دل مین بھر جاتا ہے اوسپر تمام افعال نیک و بد روشن ہوجاتے ہین اور وہ روز بروز ایک گنج بے بہا اپنے سینہ مین جمع کرتا جاتا ہے۔ کتب بینی سے خیالات پاکیزہ ہوتے ہین اور اشغال صحیحہ سے نفرت ہوتی ہے مگر کتابین کثیر الاقسام ہین اور انکے مطالعہ کا ثمرہ بھی جدا گانہ ہے اگر اقسام کتب اور اونکے فواید معرض بیان مین لائے جائین تو ایک دفتر درکار ہے مگر ہم چند اقسام اور اونکے فواید کا مختصر ذکر کرتے ہین

سب سے پہلے کتاب اللہ ہے جسکے مطالعہ سے انسان احکام الٰہی سے واقف ہوتا ہے اور ہدایت اختیار کرتا ہے اور گناہون اور بدعادتون سے پرہیز کرنے کا خوگیر ہوجاتا ہے راستی اور خدا پرستی کے زیور سے آراستہ ہوجاتا ہے حق و باطل مین تمیز کرنے لگتا ہے حلال و حرام مین فرق کرتا ہے اور بفضل خدا دار عقبیٰ مین نجات پاتا ہے۔ اسکے بعد کتب احادیث ہین انکے مطالعہ سے احکام الٰہی کی تشریح معلوم ہوتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال کے علم سے دل مین نور پیدا ہوتا ہے یہہ وہی نور ہے جسکی طرف اللہ جل جلالہ نے اشارہ فرمایا ہے کہ یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ (اللہ اپنے نور کی طرف رہنمائی کرتا ہے جسکو چاہتا ہے) یہی دونون کتابین ہین جنکے مطالعہ سے صلاح و فلاح دارین منصور ہے۔ کتب سیر و تواریخ کے مطالعہ سے انسان اپنے گزشتہ زمانہ کے حالات دیکھکر عبرت پکڑتا ہے۔ علم ریاضی کی کتابون کے مطالعہ سے قوت استدراک لایل کلیات و جزئیات کی پیدا ہوتی ہے۔ جغرافیہ کی کتابین آئینہ صفت تمام روے زمین اور اوسکے حالات کو پیش نظر کردیتی ہین صرف و نحو کی کتابین صحیح کلمات و جملے لکھنے اور بولنے کی ہدایت کرتی ہین کتب طب کے دیکھنے سے انسان اپنی صحت جسمانی کے حالات دریافت کرسکتا ہے کتب اخلاق کے مطالعہ سے انسان اوصاف حمیدہ سے متصف ہوتا ہے۔ غرض ہر ایک علم کی کتابین اپنی اپنی فواید سے انسان کو مستفید کرتی ہین۔ مطالعہ کتب سے بہت بڑا فایدہ یہہ ہے کہ عالی دماغ علما و حکما اپنے معلومات لازوال و بے انتہا خزانے جو صندوق کتب مین جمع کیگئے ہین اون سے بلا مشقت انتفاع عظیم حاصل ہوسکتا ہے اور خزانہ

بہتر ہین اون کسبون سے جو محض تکلف تزین تفاخر اور رونق دولت کے لیئے ہون جیسے نقاشی زردوزی رنگریزی حلواگری اور عطر فروشی لیکن یہہ پر تکلف پیشے اگر اپنے موقع پر ہون اور کوئی امر خلاف شرع اومین نہو تو کچھہ کراہت نہین رکھتے - اور جن پیشون مین آلودگی نجاست یا بدخواہی خلایق یا اعانت معصیت الٰہی یا دین فروشی یا جھوٹ بولنا اور فریب و دغا لازم ہو وہ مکروہ ہین جیسے شاخ کشی قصابی جاروب کشی دباغی احتکار غلہ حمامی دلالی نقالی وکالت اجرت امامت و اذان وخدمت مسجد اور اجرت تلاوت وتعلیم قرآن - حدیثون مین کسب او رکسب کرنے والے کی فضیلت بہت آئی ہے اور اوس شخص کے حق مین وعید ہے جو کسل اور سستی کے سبب کسب ترک کرے اور بھیک مانگتا پھرے لیکن جو کوئی سوال نکرے اور اس سبب سے کسب ترک کرے کہ اوسکو خدا کی رزاقی پر اعتماد ہے اور کسب کرنے مین نقصان عمل دین اور عبادت وذکر مین خلل دیکھے تو وہ داخل وعید نہوگا بشرطیکہ تعلق دلی اور خدمت کی توقع خلق سے نرکھتا ہو اسکو سوال دل کہتے ہین اور یہہ سوال زبان سے بدتر ہے - اور جو کوئی مال بقدر کفایت رکھتا ہو اسکو تمام دن عبادت کرنا کسب کرنے سے افضل ہے - اسیطرح علوم دینی کی تعلیم کرنے والے اور قاضی اور مفتی اور مانند اسکی اور جو کام کرنا اختیار کرے اوسپر حلال کا طلب کرنا فرض ہے اور ہر ایک پیشہ اور ہنر مین احکام شرعی کی رعایت ضروری اور لازمی ہے کہ باوجود کسب کے خدا پر بھروسا کرے کہ رزاق مطلق وہی ہے اور کسب صرف ظاہری سبب ہے اور کسب کو رازق نہ جانے کہ یہہ شرک خفی ہے اور مال حرام کے لینے اور حرام کام سے پرہیز کرے اور نامشروع کام کی اجرت بھی حرام ہے جیسا کہ مرد کے پہننے کے لیئے زیور یا ریشمی کپڑا سینا - اور تجارتون مین بہتر تجارت بزازی ہے اور خرید و فروخت مین کھوٹے سکے مروج نہ کرے اگر ہاتھہ لگین تو کنوئین مین ڈال دے یا اور طرح تلف کردے اور معاملات مین فریب کرے اور جنس کا عیب خریدار سے پوشیدہ نہ رکھے اور تعریف اپنے اسباب کی جیسا کہ وہ ہو اوس سے زیادہ نہ کرے اور کوئی چیز ایسے شخص کے ہاتھہ فروخت نہ کرے جو اوسکو حرام کام پر استعمال کرے جیسا کہ انگور شراب سا کے ہاتھہ

ملحوظ نہین رکہتا گویا اپنے ہاتہون زہر ہلاہل پیتا ہے لہذا مناسب معلوم ہوتا ہے
کہ اختصار کے ساتہہ طریق حصول روزی اور اقسام کسب جنکا کرنا جایز ہے بیان کئے
جائین واضح ہو کہ کسب کئی قسم کے ہین بعض حلال ور مباح ہین اور بعض حرام اور
گناہ ۔ لہذا مناسب ہے کہ ہم پیشہ مین امور شرعیہ کو ملحوظ رکہکر مشغول ہون ۔ کسب کے
معنی ہین رزق ڈہونڈنا ۔ اب معلوم کرنا چاہئے کہ کسب اچہا کونسا ہے اور برا کونسا ۔ افضل
کسب خدا کی راہ مین محنت کرنا ہے ۔ پہر تجارت پہر زراعت اور پہر دستکاری ور کسب
فرض بہی ہے اور مستحب بہی ور مباح بہی اور حرام بہی فرض تو اسقدر ہے کہ کفایت
کرے کسب کرنے والے کو اور اوسکے اہل و عیال کو اور ادا ہو اوسکا قرض ۔ اور مستحب زیادہ
اس سے باین نیت کہ اسکے سبب فقرا اور مساکین کی خبرگیری کرونگا ۔ اور مباح ہے زیادہ
کسب کرنا تجمل کی نیت سے ۔ اور حرام ہے اس نیت سے کہ فخر و تکبر کے واسطے مال جمع
کرونگا اگرچہ یہہ مال حلال ہی ہو ۔ کسب کرکے اپنے نفس اور اپنے عیال پر بغیر تنگی و اسراف
کے خرچ کرے ۔ جو کوئی کسب پر قادر ہو اوسکو کسب کرنا لازم ہے اور جو قادر نہو اسکو
سوال کرنا جایز ہے ۔ اگر کوئی کسب کرنے سے معذور ہو تو اوسکا حال جاننے والے
پر فرض ہے کہ اوسکو کہلاوے یا ایسے شخص سے سفارش کرے جو اسکو کہلا سکتا ہو
اور بہتر کسب وہ تجارت ہے جو مسلمانون کے لئے ایک ملک سے دوسرے ملک مین اور
ایک شہر سے دوسرے شہر مین مایحتاج لانے کا سبب ہو ۔ جو تاجر یہہ نیت کریگا کہ
مسلمانون کی خدمت اور اونکی حاجت روائی کرے تو اوسکی تجارت حکم عبادت کا پیدا
کرتی ہے ۔ بعد ازان زراعت ہے جسمین نیت بخیر ہو یعنی یہہ نیت ہو کہ بندگان خدا اور
جانورون کے لئے قوت پیدا ہوگا ۔ کسب کرنا ضروری ہے مگر اسکے ساتہہ ہی رحمت الہی
پر اعتماد اور توکل قوی چاہیے ۔ کسب ایکدوسرے پر چندان فضیلت نہین رکہتے مگر کتابت
افضل ہے جسمین علوم دینیہ و احکام شرعیہ و احوال انبیا و بزرگان دین کی اشاعت ہو
اسکے بعد او حرفے جو تمدن و قیام عالم سے تعلق رکہتے ہین مثلاً معماری بیلداری اینٹین
اور چونا پکانا اور گہی تیل روئی وغیرہ فروخت کرنا تیل نکالنا سیتا آٹا پیسنا یہہ سب کسب

دنیا و مال و اسباب و اکساب (پیشے) کو بہانہ اور سبب روزی کا جانے اور سوائے خدا کے کسی کو رزاق نہ جانے وہ بے سبب بے کسب (کام) بھی روزی پہونچاتا ہے وَمَنْ یَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ اور کام اور سبب مین مشغول ہونے کو بھی خدا کا امر جانے مگر فقط کسب ہی پر اعتماد نہ کرے بلکہ وعدہ الٰہی پر خاطر جمع رکھے اور یقین کرے کہ اگر کام نہ کرونگا تو بھی خداے تعالیٰ رزق پہونچا دیگا۔ یہی درجہ ادنے اور ضروری عام مسلمانون کے ایمان کا ہے وَعَلَی اللّٰہِ فَتَوَکَّلُوْا اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ اور اللہ پر بھروسا کرو اگر ہو تم ایمان والے۔ اس سے اعلےٰ درجہ تسلیم کا ہے اور وہ یہہ ہے کہ بندہ اپنے تمام امور خدا اور اوسکے علم کو سونپے اور کچھہ تردد اوسکے دل مین نہ رہے اور یہہ درجہ اولیا اللہ کا ہے وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ اور اللہ ہی پر بس چاہیے کہ بھروسا کرین بھروسا کرنے والے۔ اور جاننا چاہیے کہ کام اور سبب توکل کے منافی نہین ہین منافی توکل کی یہی ہے کہ دل کا اعتماد فقط کام وسبب پر ہو اور اسکو شرک خفی کہتے ہین پس جو کسب کرنے والا اور تاجر اور ملازم اعتماد دلی خدا پر رکھے اور اپنے فرائض مفروضہ کو بوقت ادا کرے اور اوس احکم الحاکمین سے ڈرکر جسکی عظمت اور کبریائی کے سامنے کسی کو مجال دم زدن نہین ہے ادا کرتا رہے تو ایسا شخص جملہ متوکلون سے ہے۔ اور اگر عیال رکھتا ہو تو اوسکو ترک کسب درست نہین ہے بلکہ اپنے عیال کے واسطے ایک سال تک کا ذخیرہ اور اپنے نفس کے لیے چالیس روز تک کا ذخیرہ رکھنا منافی توکل نہین سنت سے ثابت ہے۔ اسی طرح بیماری کا علاج کرنا اور ضروری سامان مانند لباس و ظروف وغیرہ کی رکھنا جو روزمرہ کام مین آتا ہو جائز ہے۔ لیکن اگر کچھہ ذخیرہ نہ رکھے اور سب کچھہ ترک کرے اور اوسکا دل اللہ تعالیٰ پر مطمئن ہو تو کچھہ مضائقہ نہین مگر اسکے لئے قوت یقینی قوی چاہیے۔ غرض جسکو ذخیرہ کرنے کے سوا فراغ عبادت اور دلجمعی حاصل ہو اوسکو ذخیرہ رکھنا افضل ہے۔

اصلاح ملک و مذمت رسم

ہمارے ملک مین رسم و رواج کا اسقدر رسکہ بیٹھا ہوا ہے کہ انکی رسومات کو بجز

اور ہتیار رزاق کے ہاتھ۔ کسی چیز میں دغا فریب اور کھوٹ نہ کرے کہ اجرت
اوسکی حرام ہوتی ہے اور ناپ تول مین کمی اور غبن نکرے قرآن شریف مین اسپر سخت
عتاب آیا ہے وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِينَ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ
وَإِذَا كَالُوهُمْ أَو وَّزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ افسوس ہے اون بدمعاملہ لوگون پر
جو لوگون سے جنس لینے کے وقت پورا ناپ لیتے ہین اور جب لوگون کو ناپ کریا
تول کر دیتے ہین تو کم دیتے ہین۔ کیا وہ نہین جانتے کہ وہ قیامت کے دن اوٹھائے
جائینگے۔ تجارتون اور حرفون مین بہت حریص ہونا چاہیے بلکہ جب بقدر کفایت
حاصل ہو جائے تو کار آخرت مین مشغول ہونا چاہیے۔
اس زمانہ مین اکثر لوگ حصول مال و دولت کے لئے ناجایز طریق اختیار کرتے ہین
بعض جہوٹے مقدمات کرتے ہین اور جہوٹی گواہی دیتے ہین بعض ملازمت پیشہ لوگ
حکام کی خوشامد و چاپلوسی کرلیتے ہین اور رشوت دینے اور لینے کو عیب نہین سمجھتے اور
دین و ایمان کو طلب رزق کی تابع جانتے ہین نماز پنجگانہ اور جماعت جمعہ کا کچھہ خیال
نہین کرتے حالانکہ راشی و مرتشی دونون گنہگار ہین اور مدح فساق فسق ہے اور ایسی نوکری
جسمین مداہنت دین لازم آوے حرام ہے چہ جائے کہ فرایض و واجبات کا ترک لازم
آوے ایسی نوکری سے احتراز لازم ہے جو آئین فطرت کے بالکل برخلاف ہو۔ خدا
رزاق مطلق ہے۔ اگر طبیعت مین تذبذب ہو تو اسکا علاج یہہ ہے کہ دفع تشویش نفس
کیلئے توکل اختیار کرے تاکہ روزی کا غم اوسے پراگندہ خاطر نکرے۔ اور توکل کے
یہہ معنی ہین کہ خداوند تعالی کو اپنے امور کا وکیل اور اپنی صلاح کا ضامن جانکر محض اوسی
پر اعتماد اور بہروسا کرے اور جانے کہ جو کچھہ خدا نے قسمت میں لکہا ہے وہ ہرگز فوت نہوگا
اور حکم الہی ہرگز مبدل نہین ہو سکتا اور یہہ بہی اعتقاد رکہے کہ خداوند تعالے بندون
کی روزی کا ضامن ہے وَمَا مِن دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا
نہین کوئی چلنے والا بیچ زمین کے مگر کہ اللہ پر ہے رزق اوسکا۔ پس اگر اوسکے وعدہ
اور ضمانت پر اعتبار نہ کرے تو بندگی اور ایمان نہ ہوگا۔ ہر ایک شخص کو لازم ہے کہ

انہی کو مقدم سمجھتے ہین اور نہین جانتے کہ صدقہ لینے کے کون مستحق ہین وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّہٖ ذَوِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنَ وَابْنَ السَّبِیْلِ اور دو مال خدا کی محبت پر خویشون کو اور یتیمون اور مسکینون اور مسافرون کو۔ یعنی اول اپنے اقربا کو پھر جو بچے یتیم ہون اونکی پرورش مقدم ہے۔ بعدہ مسکینون کو وہ مسکین وہ شخص ہے جو سواے آذوقہ ایک وقت کے اور کچھہ نرکھتا ہو۔ یا مسافرون کو وہ جنکے پاس خرچ راہ موجود نہو۔ اور ماسواے اسکے جو لوگ کسب نہین کرسکتے اونکو خیرات دینا بہتر ہے۔ تجربہ شاہد ہے کہ اکثر نیک سیرت لوگ ایسے بھی ہین جو بسبب تنگدستی کے فاقہ کشی مین اپنی گزران کرتے ہین مگر زبانی سوال نہین کرتے اور ایسون کا کوئی پرسان حال نہین ہوتا۔ پس مناسب ہے کہ اول اپنے اقربا مین سے جو مستحق ہو اوسے دین۔ بعدہ جو اپنے محلہ مین محتاج ہو اوسکی خبرگیری کرین یہہ بھی رسم ہے کہ اکثر لوگ بعد مرنے کسی اقربا کے دنیاداروں اور ملاؤن کو کھانا کھلاتے ہین چالیسوان برسی وغیرہ کرتے ہین جو مشابہ برسوم کفار ہے اور حرام ہے۔ اسمین شرعی حکم یون ہے کہ خصوصیت کسی کھانے کی اور کسی دن کی نہین ثواب کے پہونچانے مین جو اپنے مردے کے ساتھہ ایک مروت کرنا ہے۔ مال حلال کو بنام خداے جل علا مستحقین صدقہ پر بہ نیت ایصال ثواب صدقہ کردینا بس ہے نقد ہو یا جنس یا طعام پختہ۔ غرضکہ جسطرح اور جہان حکم خدا کا ہو وہان اپنا مال خرچ کرین تاکہ اوسکے صلہ مین خدا سے اجر پاوین۔

اختلاف

جہان تک ہمارے معلومات ہین ہم کہہ سکتے ہین کہ تمام جہان مین ایسا کوئی ملک نہوگا کہ جہان کے مذاہب ایک دوسرے کے منافی نہون۔ اور جہان کے باشندون مین سقدر اختلاف طبایع ہو جہان کی وضع اور قطع اور لباس وطرز معاشرت سب ہیچ ایکدوسرے سے بالکل نرالی اور انوکھی ہو۔ یہہ خوبی تو ہمارے ملک ہندوستان ہی مین پائی جاتی ہے۔ اسیوجہ سے ملکی اور قومی اتفاق و یونٹی ہمارے ملک مین ڈہونڈے نہین ملتی۔

فرض و واجب کے سمجھتے ہین نماز روزہ زکوۃ اگر ادا نہو تو اسکی کچہہ پروا نہین کرتے مگر
ملکی رسومات سے ایک قدم باہر رکہنا انکے نزدیک خلاف تہذیب ہے۔ حتی کہ صدقہ اور
خیرات مین بہی رسوم کی پابندی مین ایسے مبتلا ہین کہ حقدارون کی حق تلفی کا کچہہ خیال
نہین کرتے اور مستحق نیک سیرت لیکن بے تکلف ہو اوسکو کہانا کہلانا بہی عار سمجھتے ہین
اور جسکے ساتہہ چند خدمتگار اونٹ گہوڑے اور مطرب ہون اور پرتکلف لباس سے آراستہ
اور زیورات سے سجا ہوا اور تارک الصلوۃ ہو اوسکو ولی سمجہتے ہین کوسون اوسکی پیشوائی
کو جاتے ہین اور بڑی آرزو اور التجا سے اپنے گہر مین لے جاتے ہین خواہ اونکی دعوت مین
اپنا تمام اثاث البیت بک جاوے مگر پرتکلف کہانے کہلاتے ہین نذرین دیتے ہین اور جانتے
نہین کہ یہہ محض دکانداری ہے بلکہ یہہ اعتقاد رکہتے ہین کہ ایسے اولیاء اللہ کے قدم کے یمن سے
مال و اولاد مین برکت ہوتی ہے حالانکہ ہوگا وہی جو مشیت ایزدی مین ہے کم و بیش
کرنے کا کسیکو اختیار نہین۔ ایسے پیر محض دہوکے کی ٹٹی ہین۔ ان مکارون کے خلیفے
یہہ یقین دلاکر کہ یہہ بڑی ولی صاحب کرامت ہین انکی دعا فورًا مستجاب ہوتی ہے لوگون
کو پہندے مین پہنساتے ہین۔ کسی زمانہ مین یہہ بے ترس گروہ بالجبر شیرینیان وصول کرتا
تہا لیکن شکر ہے کہ علماے ربانیین کی تعلیم کی برکت سے لوگون کو کچہہ کچہہ سمجہہ آگئی
ہے اور بنسبت سابق انکے مریدون کا نمبر گہٹتا جاتا ہے ورنہ یہہ سالانہ دورہ مین جہلا
کو لوٹ کر ہزارون روپیے لیجاتے تہے۔ اکثر بے علم اجہل لوگ حسن عقیدت کے کہلانے کو
انکی پرستش پر مجبور ہوتے ہین۔ ایسے مکار پیرون کے مرید یہہ خیال نہین کرتے کہ جس حالت
مین اونکے پیر و مرشد جو ولایت کا دعوے کرتے ہین جاہل مطلق ہین اور علم شریعت مین
عام لوگون سے بہی انکا رتبہ گہٹا ہوا ہے تارک الصلوۃ دایم الخمر زناکار ہین اور رات دن
ناچ رنگ اور مسکرات و منہیات مین مشغول رہتے ہین اور انکو صرف اپنے بزرگون کی کرامات
پر فخر ہے تو ان سے کیا کارکشائی ہوسکے گی۔ ایسے پیرون کو نذرانہ دینا فسق و فجور کی تائید
کرنا ہے۔ یہی حال اکثر ملاؤن کا ہے کہ شرک و بدعت و افعال شنیعہ کے مرتکب ہوتے ہین
پہر بہی لوگ انکو مسجدون کے امام بنا کر انکی اقتدا کرتے ہین اور خیرات و صدقات مین

ایسا واقعہ ہوا کہ اوس نئے کام کی حاجت ہوئی اور بعد اوس زمانہ کے ایسا واقعہ ہوا
کہ اوس کام کی حاجت ہوئی۔ مثلاً آنحضرت صلعم کے وقت سے تابعین یا تبع تابعین کے زمانہ
تک کسیکو صرف نحو پڑہنے یا قرآن شریف مین اعراب لگانے کی یا فقہ کی کتاب لکہنے کی
حاجت نہوئی اسلیئے کہ سب مسلمان عرب تہے کلام اللہ کو بغیر صرف نحو کے سمجہتے تہے اور بدون
زیر زبر کے صحیح پڑہتے تہے اور اکثر لوگ مسایل کے عالم تہے اور اختلاف کم تہا پس اونکو حاجت
نہوئی کہ فقہ کی کتاب اور فتاوی بناتے۔ اوس زمانہ کے بعد جب اسلام یورپ اور
ایشیا اور افریقہ مین پہونچا تو ان چیزون کی احتیاج ہوئی اور بموجب اشارہ آیات واحادیث
کے یہہ چیزین بنائی گئین بلکہ قرآن شریف کے تراجم دنیا کی اکثر زبانون مین ہوگئے ہین سو یہہ
مذکورہ بالا چیزین وسیلہ علم کا ہین۔ پس صرف ونحو اور علم قرأت اور فقہ اور اصول فقہ کا
سیکہنا اور کتابین تصنیف کرنا اور اجتہاد وغیرہ یا کسی غیر مذہب کی زبان کا سیکہنا اشاعت
دین یا طلب روزی حلال کے واسطے بدعت نہین۔ دوسری طرح کے نئے کام وہ ہین کہ
واقع بہی ہوئے مگر صحابہ یا تابعین اور تبع تابعین کے وقت مین جاری نہوئے تو یہہ
چیزین بدعت اور باطل ہین مثلاً اوسوقت مین بہی لوگ مرتے اور دفن ہوتے تہے مگر
کوئی چالیسوان وغیرہ نکرتا تہا اور یہہ رسوم لوازمات میت سے کوئی نہ سمجہتا تہا۔ یا
مثلاً اوسوقت لوگونمین نکاح ہوتے تہے پر کوئی ساچق اور آتشبازی اور باجا وغیرہ نکرتا
تہا۔ اسلیئے کہ دین کا کام وہ ہوتا ہے جسکے کرنے مین خوبی بہتری اور ثواب ہو اور
نکرنے مین ثواب جاوے یا الزام آوے یا عذاب ہو۔

دین کے کام دو طرح کے ہین اول وہ جو دل سے علاقہ رکہتے ہین جیسے نیت اعتقاد
فکر دہیان محبت عداوت وغیرہ دوسرے وہ کام جو ظاہر سے علاقہ رکہتے ہین سو وہ
عبادات یا معاملات ہین یا رسوم وعادات۔ ان دونون طرح کے کامون کا مقرر کرنا اور
بتلانا اور انکا وقت اور جگہ اور وضع اور گنتی مقرر کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کام تہا
اور اسیواسطے آنحضرت صلعم کو اللہ نے پیغمبر اور خاتم النبیین کرکے بہیجا۔ پس آنحضرت صلعم نے
فرمایا کہ جسنے کوئی عقیدہ یا کوئی عبادت یا رسم نئی نکالی اور اوسکی اصل اور نظیر ہمارے ہان

ہر صوبہ بلکہ ہر شہر کے باشندون کے خیالات اپنے ہی صوبہ اور شہر کے باشندون کے
خیالات سے مختلف ہین۔ نئی روشنی والے کوٹ پتلون رومی ٹوپی اور ہاف بوٹ
پر جان دیتے ہین۔ پرانے خیال کے لوگ دستار چوغہ عبا قبا یا انگرکھہ دوپلڑی یا چوگوشہ
ٹوپی پر مٹے ہوئے ہین۔ نئے تعلیم یافتہ لوگون کی یہہ صورت ہے کہ کوئی بنگالیون
کی تقلید کرتا ہے کوئی ایرانیون کی نقل اوتارتا ہے کوئی اچھا خاصہ فرنگی بنا ہوا ہے
جسطرح باخبر اور تعلیم یافتہ سچے مسلمان گورپرستی پیرپرستی تعزیہ پرستی وغیرہ جہالت
کے شعبون کو شرک و بدعت سمجھتے ہین اسی طرح تعلیم یافتہ ہنود بہی بت پرستی کو حماقت
خیال کرتے ہین۔ وہ درخت پیپل کے اردگرد پہرنے۔ کسوف و خسوف کو سعد و نحس تصور
کرنے۔ اور انسانی معاملات مین ستارون کے دخیل ہونے کے خیالات سے بالکل بری
ہین۔ انگریزی تعلیم یافتہ بعض موحد ہین اور بعض نیچری بعض برہمو اور بعض مذبذبین
بین ذلک۔ پہر مسلمانون مین اسقدر اختلاف ہے کہ کچھہ بیان نہین کیا جاتا۔ کوئی نہین
گنڈا تعویذ کرتا عرس کرتا قبرون پر مراقبہ کرتا اور باجا اور راگ سنتا۔ اور وجد کرکے مشائخ
و پیر کہلاتا ہے۔ پہر کسی نے نام کے واسطے دنیا کمانے کو اپنا لقب نقشبندی سہروردی چشتی
قادری مقرر کیا کسی نے رفاعی ٹہیرا لیا اور کوئی سر پر بڑے بڑے لمبے بال رکہکر۔ یا چار ابرو
کا صفایا کرکے اور بڑی بڑی اونچی ٹوپیان سر پر دہر کر اور کفنیان سیلیان گلے مین پہنکر مداریہ
یا جلالیہ مشہور ہوا اور کسی نے دو چار رٹلین منطق ریاضی اور ہندسہ کی یاد کرلین اور اپنے
کو ملا مولوی مشہور کیا۔ غرضکہ دین کے ماننے والونمین اسقدر تفرقہ ہے کہ اسکی نظیر کسی
ملک مین پائی نہین جاتی الحاصل جیسے ہر زمانہ مین لوگ دنیا کے کامونمین ہی نئی
تراش خراش نکالتے ہین ایسے ہی دین کے کامون مین بہی ان بے سمجہہ لوگون نے
ہزارون بدعتین ایجاد کرلی ہین۔ اور فرمایا آنحضرت صلعم نے جسنے نئی چیز نکالی ہمارے
اس دین مین جو چیز اسمین سے نہین تو وہ باطل اور رد ہے۔ یعنی جسنے ایسی چیز دین مین
نکالی جسکی اصل دین مین نہین تو وہ چیز باطل ہے اور **قاعدہ کلیہ** یون ہے کہ نئے
کام دو طرح کے ہین ایک وہ جو آنحضرت صلعم یا صحابہ رض یا تابعین یا تبع تابعین کے وقت مین

محمد رسول اللہ صلعم کی رہنمائی برحق کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا پیشوا بنالے

زیور

انسان جو اشرف المخلوقات ہے اور جسکے وجود باجود اور حسن جمال ظاہری باطنی سے تمام دنیا کو زیب و زینت ہے چودھوین صدی مین اپنی اصلی خوبی سے گر کر اس قابل ہوگیا ہے کہ سونے اور چاندی وغیرہ کے زیورات اور دوسری مصنوعی آرائشون سے اوسکی زیب و زینت ہو۔ کیا سونا اور چاندی انسان کی فطری قیمت سے بڑھکر ہے؟ کیا سونا اور چاندی اس قابل ہے کہ اوسکے استعمال کے لئے انسانون کے اعضا ناک کان وغیرہ بکثرت چھیدے جاوین؟۔ یا محض آرائش کے لئے ہاتھہ پاؤن مُنہ وغیرہ گود کر اونمین نیل یا سیندور بھر دیا جاے؟۔ دانا جو انسان کا رتبہ پہچانتے ہین اسکا جواب نفی مین دینگے اور وحشی اثبات مین۔ وحشی لامذہب اور اعجوبہ پرست قومین سونے اور چاندی کی پرستش کرتی ہین اور اونکا عقیدہ ہے کہ یہہ دونون دہاتین منسبت دوسری دہاتون کی قیمتی ہین اور انکی اونکے دلونمین بہت عظمت و وقعت ہے۔ بالخصوص جہلا مستورات تو سونے اور چاندی پر جان دیتی ہین اور بستر فالین لیجاتی ہین۔ نہ صرف عورتین بلکہ صدہا ضعیف الاعتقاد مرد بہی یہی عقیدہ رکھتے ہین کہ سونے کا ہاتھہ سے ضایع جانا نہایت برا ہے بالضرور کوئی ضرر عظیم پہونچیگا۔ معاذ اللہ گویا سونے کو تمام فوائد کا محافظ ٹھیرایا گیا ہے۔ اس سے بڑھکر ایک اور بدعت مروج ہے کہ جب کوئی بچہ برس پورا ہوتا ہے تو اوسکے گلے مین کسی بزرگ کے نام کی ایک ہنسلی چاندی کی ڈالی جاتی ہے اور گیارہ سال تک ایک ایک ہنسلی ہر سال بڑہتی جاتی ہے اور جب یہہ گیارہ پوری ہو جاتی ہین تو اونکو فروخت کرکے اوس بزرگ کے نام کی نیاز کرتے ہین اور ملاؤن وغیرہ کو کھلاتے ہین۔ اگر یہی روپیہ فی سبیل اللہ خرچ کیا جاتا تو کیسا اچہا ہوتا۔ ہنسلیون کی قید لگانا صریح بدعت اور گناہ ہے اور پہر پیرون کی منت ماننا اور اعتقاد رکھنا کہ وہ بچہ کی عمر کے محافظ ہین سراسر شرک ہے۔ قطع نظر اسکے عورتون

دین مین نہ تھی سو وہ عقیدہ اور عبادت اور رسم یا جو دین کے عقیدے اور عبادت اور رسم
مین وقت یا جگہ یا وضع یا ہیئت یا گنتی کی قید اپنی طرف سے مقرر کرے وہ بدعت اور باطل
ہے اور معلوم رہے کہ مثل اور نظیر کا دریافت کرنا ہر شخص کا کام نہین بلکہ مجتہد کا کام ہے
سوائے مجتہد کے کسی نئی بات کو سنت مین داخل کہنا معتبر نہین - جیسے اس زمانہ مین
اصحاب ظواہر بغیر ملکہ ناسخ و منسوخ کے استنباطِ مسایل کر لیتے ہین اور اکثر غلطی مین پڑ جاتے
ہین فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اچھی باتون مین اچھی بات اللہ کی کتاب یعنی
قرآن مجید ہے اور بہتر راہون مین بہتر راہ محمد صلعم کی ہے - اور سب بُرے کامون سے بُرا
کام وہ ہے جو نیا ہے اور ہر نئی چیز گمراہی ہے یعنی سبب گمراہی کا ہے یعنی اللہ تبارک و
تعالی الرحمن الرحیم ہے اوسنے اگلے سب دین منسوخ کر کے لوگون کی ہدایت کے لیئے کتاب
قرآن مجید بھیجا اور جو باتین دنیا و آخرت مین آدمی کے کام کی تھین بیان کر دین اوسپر
عمل کرو اور حدیث مین آیا ہے تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا
كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ فرمایا آنحضرت صلعم نے چھوڑین مینے تم مین دو چیزین
کہ ہرگز گمراہ نہوگے جبتک مضبوط پکڑے رہوگے اون دونون چیزون کو ایک کتاب
اللہ کی اور دوسری سنت رسول اللہ صلعم کی - یعنی آدمی عجب کشمکش مین گرفتار ہے دنیا
اپنی طرف بلاتی ہے - والدین اپنے رویہ پر چلانا چاہتے ہین اور حاکم اپنے قوانین پر استاد
اپنے طریقہ پر - اور دوست آشنا اپنی وضع پر اور جورو اور اولاد اپنی مرضی کے موافق
چاہتے ہین اور انسان کو ان سب سے حاجتین درپیش ہین پس اللہ تعالی نے کلام اللہ
مین اور رسول اللہ صلعم نے حدیث شریف مین دنیا کمانے کے اسباب اور والدین کی اطاعت
اور حاکم کی فرمانبرداری کی وضع اور استاد و پیر کی پیروی کا طریق اور دوست آشنا کی دوستی
نباہنے کا ڈہنگ اور جورو و لڑکون کے حقوق سب مفصل بیان کر دئے - پھر جبتک انسان
قرآن و سنت کے رویہ اور طریق کو مضبوط پکڑے رہے تبتک گمراہ نہوگا - یعنی ان سب
کا کہنا اوسی بات مین مانے جو کتاب و سنت کے موافق ہو - اگر کوئی رسم یا کوئی کام خلاف
حکم خدا و رسول ہو تو ہرگز نمانے - بڑی بے نصیبی ہے اوسکی جو اللہ ہادی مطلق اور

طرح طرح کی سختیان اور مصیبتین اونپر ڈالین تاکہ دیکھے کہ آیا صبر کرتے ہین یا نہین
پس باوجود اسکے انکو راضی برضا پایا۔ اور بہت کامل تھے علم مین یعنی تفسیر اور حدیث اور
فقہ اور قرارت اور تصوف مین کامل تھے اور اللہ تعالی نے اونکو فہم رسا اور غور عالی عطا
فرمایا تھا جو اورون کو حاصل ہونا مشکل ہے اور حدیث مین آیا ہے کہ وہ بہت نہ تھے
تکلف مین یعنی عمل کرنے مین تکلف نہ کرتے تھے۔ پس وہ کبھی چلتے تھے ننگے پانون اور
نماز پڑھتے تھے زمین پر اور کہاتے تھے ہر طرح کے برتن مین یعنی مٹی اور لکڑی وغیرہ کے
باسن مین اور پی لیتے جھوٹا آپس کے لوگون کا اور ایسا ہی حال علم کا تھا کہ نہ کلام کرتے
اوسمین مگر جو ضرور ہوتا اور جو مسئلہ نجانتے کہدیتے کہ ہم نہین جانتے خواہ مخواہ تکلف کر کر
تقریر مین نہ گھڑتے اور پھیرتے فتوی اپنے نفسون سے یعنی اپنے سے زیادہ علم والے کے
حوالے کرتے کہ اوس سے پوچھ لو اور رہ جاتے اوس پاس جو اون سے زیادہ علم رکھتا
اور ایسا ہی حال قرات مین تھا کہ پڑھتے تھے قرآن جیسا کہ اوسکے پڑھنے کا حق ہے غ
لحون پر راگ راگنی وغیرہ مین نہ پڑھتے تھے اور اسی طرح احوال باطن مین بے تکلف
تھے کہ وہ رقص نہ کرتے تھے یعنی حال نہ لاتے تھے اور نہ ہوا کرتے تھے اور نہ گر گر پڑتے
تھے اور نہ سر جھکاتے تھے یعنی حال لانے مین اور نہ جمع ہوتے تھے واسطے راگ اور
مزامیر کے جیسا کہ ہمارے وقت کے اکثر لوگون کا حال ہے اور نہ حلقہ بنا بنا کر بیٹھتے
واسطے ذکر جہر کے مساجد مین اور نہ اپنے گھرونمین بلکہ فروتن بطور فرش کے بچھے رہتے
اور ارادہ انہین اونکی سیر کرتین جو بعض سعلے بظاہر مین ملے رہتے ساتھ خلق کے اور باطن
مین متوجہ رہتے طرف حق کی اور پہنتے جو کچھ میسر ہوتا اونکو قسم صوف اور سوت اور کتان
سے اور نہ مقید تھے ساتھ پہننے گدڑی وغیرہ کے بانا مٹھیرا کر اور کھاتے جو مہیا ہوتا قسم
حلال اور مزہ دار سے یعنی پرہیز نکرتے گوشت اور دودہ اور میوون وغیرہ سے اور سب
یہ باتین حاصل ہوتی تھین بسبب تربیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کہ مربی کامل و مکمل تھے
جیسا کہ فرمایا ہے ادبنی ربی فاحسن تادیبی یعنی ادب سکھایا مجھے میرے رب نے
بس اچھا ادب سکھایا مجھکو مراد اس سے یہ ہے کہ متابعت اونکی کرو اور محبت اونکی رکھو

کی یہہ کیفیت ہو گئی ہے کہ دونون کانون کو چھید چھید کر چھلنی کر دیتی ہین بالیون کے لالچ سے ایک ایک کان مین دس دس گیارہ گیارہ چھید کر لیتی ہین ناک مین بھی تین چھید ہوتے ہین تاکہ نتھہ کے ساتھہ اوسکی بالا اور سہانی بلاق او لونگ بھی ہون۔ پھر بدن کے تمام اعضا سونے چاندی سے جکڑ دئے جاتے ہین۔ خدا نے تو انسان کو آزاد حسن و جمال عطا فرمایا تھا۔ مگر انسان نے اوسکو مصنوعی تکلفات و بدعات کے زندان مین اسیر کر دیا۔ پھر دانتون کا رنگنا ہاتھون مین نیل گودنا پیشانی کے بال چننا وغیرہ ہرقسم کے فسق و فجور اور کثرت خرافات مین مبتلا رہنا مردون کو زنانہ اور عورتون کو مردانہ لباس پہننا چاند سورج اور پتھرون کا پوجنا اعضا اور حواس خمسہ کو ایسے کامون مین صرف کرنا جسمین خدای تعالی کی قربت نہو علی ہذا القیاس سر کے بالون مین زینت اور حسن کے لئے دوسرے بالون کا ملانا خدا کی نافرمانی کرنا اور کفر و شرک کا مرتکب ہونا یہہ بھی فطرت خداوندی کا متغیر کرنا ہے کیونکہ انسان پیدا ہوا ہے کہ خدا پر ایمان لائے اور اوسکی اطاعت کرے۔ ماسوا اسکے لڑکون کو بھی زیور پہنایا جاتا ہے جسکے صلہ مین صدہا جانین ضایع ہو چکی ہین باوجود اسکے زیور پرست لوگ اپنے بچون کو زیور پہنانے سے باز نہین رہتے۔ زیور مین ایک اور بھی نقصان ہے کہ اوسکے بنوانے مین ہر صورت روپیہ کے بارہ آنہ رہ جاتے ہین۔ بیشک چاندی سونے کا استعمال مستورات کو جایز ہے مگر نہ اسطرح جیسے کہ جہلا قوم مین زیور کے پہننے مین مبالغہ کرتی ہین بلکہ اسکا استعمال اسی طرح ہونا چاہیئے جیسا کہ ملک عربستان مین ہوتا ہے کہ مستورات صرف گلے مین سبک زیور پہنتی ہین ناک کان نہین چھداتین۔

صراط المستقیم

طالب حق کو چاہیئے کہ پیروی کرے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی جو ایمان کامل رکھتے تھے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا ہے اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى یعنی یہہ صحابہ رضہ ایسے ہین کہ امتحان کیا اللہ نے اونکے دلون کا واسطے تقوی کے یعنی

کہ مراتب سلوک کے تین ہین شریعت طریقت حقیقت - اور جاننا چاہیے کہ انسان
مین بہی تین چیزین موجود ہین قلب روح انسانی یا نفس ناطقہ اور سِر قلب جو روح
حیوانی اور نفس ناطقہ کے درمیان ایک لطیفہ واسطہ ہے - اسکا کام نگہداشت شریعت
ہے اور روح کا کام حفاظت طریقت ہے اور سِر جو عالم اسرار و خفیات کا ایک عجیب لطیفہ
ہے اور روح کی مانند اسکی حقیقت بہی کوئی نہین جانتا اسپر حقیقت کے غوامض و
اسرار منکشف ہوتے ہین ان مشاہدات کی کیفیت بہی سوائے اوس شخص کے کوئی نہین
جانتا جسپر یہہ وارد ہوتے ہین کیونکہ یہہ بیان مین نہین آسکتے جس شخص کو تمنا ہو کہ
اسرار طریقت و غوامض حقیقت اوسپر منکشف ہون اوسکو لازم ہے کہ شریعت کی
پابندی اختیار کرے اور اوامر و نواہی شرعی بجا لاوے کیونکہ مومن اگرچہ کیسا ہی
بلند مرتبہ ہوجاوے اور ولایت کے رتبہ کو بہی پہونچ جاوے ہرگز نہین ساقط ہوسکتین
وہ عبادتین جو فرض ہین جیسے نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ - اور جو شخص یہہ خیال کرتا ہے
کہ جسکو ولایت کا رتبہ حاصل ہوگیا وہ شریعت کی پابندی سے آزاد ہوگیا وہ ملحد
ہے - انبیا علیہم السلام سے عبادت ساقط نہین ہوئی تو اولیا کی کیا حیثیت ہے
حالانکہ انبیا علیہم السلام کا یہہ رتبہ ہے کہ صرف ایک نبی تمام اولیاء اولین و آخرین
سے افضل و اعلے ہے اور عبادت تو اسوجہ سے واجب ہوئی ہے کہ حق عبودیت بندہ کی
طرف سے اور حق شکر منعم علیہ کی طرف سے ادا ہو - اور یہہ ظاہر ہے کہ کوئی ولی اپنی ولایت
کے سبب عبودیت کی حد سے خارج نہین ہوا اور نہ وہ منعم علیہ ہونے کی حد سے نکل گیا
ہے جبتک عبودیت و نعمت باقی ہے عبادت بہی باقی ہے اور ثابت ہوچکا ہے کہ
افضل الانبیا اسقدر نماز مین کہڑے رہتے تہے کہ آپکے دونون پانون مبارک متورم
ہوگئے تہے کسی نے پوچہا یا رسول اللہ لِيَغْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ
وَمَا تَأَخَّرَ یعنی بخش دیئے اللہ نے آپکے اگلے اور پچھلے گناہ - پہر آپ کیون اسقدر
مشقت اوٹہاتے ہین تو فرمایا کیا مین اپنے تئین عبد شکور ثابت نکرون - آنحضرت
صلعم کی یہہ عبادت جس سے قدم مبارک متورم ہوگئے تہے نافلہ تہی نہ فریضہ

اور اخلاق اونکے سے سیکھو۔ اس حدیث سے فضیلت اور کمال صحابہ کا ثابت ہوتا ہی
کہ تمام خلایق مین جب یہہ فضل تہے اور کمال ستعد او ہدایت قبول کرنیکی رکہتے تہے تب
اللہ تعالی نے اپنے نبی کی صحبت کیلئے اونکو پسند فرمایا۔ اور آثار مین آیا ہے کہ اللہ تعالی نے
نظر فرمائی تمام بندون کے دلون پر پایا دل محمد صلعم کو پاک تر اور روشن تر پس رکہا
نور نبوت کا اوسمین اور پایا صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلون کو بہت صاف اور لایق تر پس
اختیار کیا اونکو نبی صاحب کی صحبت کیلئے۔ اور یہہ بات تو خود ظاہر ہے کہ جو بزرگ
متبع سنت تہے اونکی صحبت مین مرید خدمت کرکے کس کس درجہ کو پہونچے ہین پس جو
کوئی متابعت کریگا اونکی وہی منزل مقصود کو پہونچے گا۔ مرید کو چاہیے کہ بے تلاش کے
کسیکو پیر نہ بنائے۔ کم سے کم اتنا ہونا چاہیے کہ عقیدہ صحیح رکہتا ہو اور اس راہ و طریقہ
سے آگاہ ہو اور ظاہر موافق شریعت کے ہو۔

عقائد تصوف

مراتب سلوک مین سے سب سے پہلا مرتبہ شریعت ہے۔ طالب حق کو لازم ہے کہ پہلے شرائط
شریعت پر مواظبت کرے اور محافظت شریعت مین جد و جہد بلیغ عمل مین لاوے جب اس بات
مین حتی الوسع کوشش کریگا اور اوسکا عزم و ہمت بہی بلند ہوگی تو ادائے حقوق شریعت
کی برکت اور عالی ہمتی کے ثمرہ سے اوسکو طریقت کی روشنی نظر آنے لگے گی اور جب طریقت
کے حقوق بخوبی ادا کریگا تو اوسکی برکت سے اللہ تعالی اوسکے دل سے پردہ غفلت کا
اوٹہا دیگا اور مکاشفات حقیقت اوسپر منکشف ہونگے۔ شریعت معاملات کی حفاظت و
نگہداشت کا نام ہے۔ اور طریقت خصایل ذمیمہ سے دل کو پاک کرنے کا نام ہے مثلاً
لباس و بدن کو ظاہری نجاست سے پاک رکہنا شریعت ہے اور دل کو کدورت بشریت سے
صاف رکہنا حقیقت ہے۔ اولیاء کرام سب سے پہلے مریدون کو شریعت کی تلقین کرتے
ہین پہر جو کوئی علو ہمت سے انکشاف حقائق کا شائق ہوتا ہے وہ طریقت کی راہ
اختیار کرتا ہے اور عوام سے نکلکر خواص مین داخل ہوتا ہے۔ اب معلوم کرنا چاہیے

تلاوت اور صلوٰة وغیرہ مین منضبط رکہین یعنی نہین ہے ہر ایک کو اپنے وقت معینہ
پر بلا ناغہ ادا کرین مگر ان سب اعمال مین جمعیت خاطر و حضور دل شرط ہے۔ اور دوسری
قلب و نفس سے تعلق رکہتی ہے اور وہ نفس کو اپنے محبوب کی جانب مشغول کرنا اور اوسکی
طرف دلی توجہ کرنا اور دل کے ساتہہ اوسکو یاد کرنا ہے۔ اور جب سالک دوام اپنے
اوپر لازم کر لیتا ہے اور ظاہر و باطن اوسکی جانب متوجہ کر دیتا ہے اور کسیوقت اوس سے
خالی نہین رہتا اور یہہ صفت اوسکے قلب و نفس و عقل مین ملجاتی ہے تو اسپر غور کرنے
کی اوسکو ہر وقت عادت ہو جاتی ہے اسوقت اسپر گوناگون مکاشفات و انواع و
اقسام مشاہدات منکشف ہوتے ہین۔ دوام عبودیت کے درست ہو جانے پر تینون
فروع یعنی شریعت و طریقت و حقیقت کے موافق مقامات و مشاہدات ظہور مین آنے
لگین گے اور یہہ نہین ہوگا کہ شریعت مین طریقت کے اور طریقت مین حقیقت کے۔
البتہ سالک ایک منزل مین دوسری منزل کے مکاشفات کے واسطے مستعد و آمادہ
ہو جاتا ہے۔ اور اسمین حکمت یہہ ہے کہ ایک منزل مین اگر دوسری منزل کے مکاشفات کا
کم و بیش اثر ہو اور یکایک دوسری منزل مین نقل کر جاے تو طبیعت برداشت نہین
کر سکتی۔ اسیواسطے پیر کامل ایک منزل کے اخیر مین دوسری منزل کے اذکار و اشغال
کی ہدایت کرتا ہے تاکہ مرید مین اوسکا اثر قبول کرنے کی استعداد و قابلیت پیدا ہو جاے۔
جن لوگون کا ظاہر شریعت کے موافق عمل نہین اونکا باطن بہی آداب طریقت سے
محروم ہے۔ اگر انکے ہاتہہ سے خوارق عادت ظہور مین آوین تو مکروہ استدراج کے قسم
سے ہونگے نہ ولایت و کرامات کی جہت سے۔ بیان مذکورہ بالا سے ثابت ہو گیا کہ شریعت
کے بغیر طریقت لا حاصل ہے اور یہہ بہی معلوم ہو گیا کہ طریقت و حقیقت پر شریعت
مقدم ہے۔ طالب حق کو چاہیے کہ اول شریعت کی پابندی اختیار کرے۔ پہر اگر
اسکی ہمت عالی ہو تو تعلیم روحانی کے لیے کسی نیک سیرت پارسا قانع و صابر بزرگ
کے ہاتہہ پر بیعت توبہ کرکے عبادت مسنون مین جد و جہد کرے فَاسْئَلُوْا اَهْلَ
الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ یعنی جو تم نجانو تو تم پوچہہ لو یاد رکہنے والون سے

باوصفیکہ آپ خاتم النبیین تھے پھر بھی عبادت مین ایسے مشغول رہتے تھے تو دوسرون
کی کیا حقیقت ہے کہ وہ فریضہ کو بھی غیر ضروری خیال کرین اور شریعت کے یہ معنی ہین
کہ ہمیشہ اپنے اوپر عبادت لازم رکھے مگر عبادت مین دو امور کا لحاظ ضروری ہے ایک یہہ کہ
عبادت خاص اللہ ہی کے واسطے کی جائے حضور قلب اور خشوع سے اور دوسرا یہہ کہ
موافق سنت کے ہو۔ اور حقیقت کے یہہ معنی ہین کہ ہر وقت ربوبیت کے مشاہدہ مین ہے
اور جو حقیقت ایسی ہوگی کہ اگر اوسمین شریعت کی پابندی نہو تو وہ نامقبول ہے۔ اور شریعت
کہ جو احکام پیغمبر صلعم کی معرفت تمکو دیئے گئے ہین اونکو بجا لاؤ۔ اور صوفیہ کرام کا قول ہے
کہ عابد صادق وہ ہے جو بال برابر بھی رسول اللہ صلعم کی متابعت سے تخلف نہ کرے اور جو
شخص متابعت مین بڑہا ہوا ہوگا وہی عالی رتبہ ہوگا۔ سالک ہر چند عبادت و زہد اختیار
کرے جبتک متبع سنت نہوگا حقیقت کے رتبہ کو نہ پہونچیگا۔ اور یہہ بات حاصل نہین
ہوسکتی جبتک کہ فضل الٰہی شامل حال نہو۔ نیز عارف محقق بال برابر بھی شریعت سے تجاوز
نہین کرتا اوسکی تمام عمر عبادت و اتباع سنت نبوی مین گزر جاتی ہے اور جس شخص کو
معرفت بیشتر ہوگی اوسکا عجز و نیاز بھی بیشتر ہوگا۔ دیکھیے سرور انبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام
کو جمال و کمال مین وہ رتبہ حاصل تھا جو کسی مقرب نبی مرسل کو حاصل نہین ہوا باوصف
اسکے ادائے فریضہ کے بعد اکثر اوقات نوافل عبادت مین مشغول رہتے تھے۔ غرضکہ
عابد و عارف وہ ہے جو بال بھر بھی اتباع شریعت سے انحراف نہ کرے اور ایسا کوئی امر
اوس سے ظہور مین نہ آوے جو خلاف مرضی خدا اور رسول کے ہو جو سالک دعوی معرفت
الٰہی کا کرے اور مذکورہ بالا اوصاف سے معرا ہو وہ مدعی کذاب ہے۔ شریعت سے مراد ہے
چند افعال شنیع کا ترک کرنا اور چند افعال حسنہ کا اختیار کرنا جنکی تشریح کتب فقہیہ مین
بھی موجود ہے اور طریقت سے مراد ہے تہذیب اخلاق یعنی اوصاف ذمیمہ محو کرکے اونکی جگہ
اوصاف حمیدہ کا قایم کرنا۔

تشریح عبودیت

عبودیت دو قسم ہے ایک جوارح سے تعلق رکھتی ہے اور وہ یہہ ہے کہ اپنے اوقات کو اونکا

بہت جلد حقیقت اونپر منکشف ہوسکتی ہے کیونکہ جسقدر مشہور و معروف اور نامی گرامی مشائخ و صوفیہ گزرے ہین بجز معدودے چند سب کے سب فضلائے متبحر و یگانہ عصر تھے تفسیر و حدیث و فقہ و اصول وغیرہ علوم متعارفہ مین مستند تھے۔ اس چھوٹی سی کتاب مین مفصل حالات اہل طریقت کے قلمبند کرنے ممکن نہین انشاء اللہ تعالی عنقریب خاص ایک علیحدہ رسالہ تصنیف کرنے کا ارادہ ہے وباللہ التوفیق۔

موجودہ حالت مسلمانان ہند

ہماری قوم کی موجودہ حالت ہمین اس امر پر مجبور کرتی ہے کہ ہم اس مسئلہ درد انگیز و رقت خیز پر بحث کرین اور عوام کو کچھہ اپنی سنائین۔ اسوقت جس کیفیت مین ہم اور ہماری قوم مبتلا ہے یہہ ہماری اوس بیوقوفی اور غفلت کا نتیجہ ہے جسنے ہمین پست ہمتی۔ کوتاہ اندیشی اور سستی وغیرہ خرابیون کے گہرے دریا مین ڈبویا اور ہمین اپنی ذاتی کوشش کے استعمال سے بالکل محروم و بیکار کردیا۔ اس سوال کے حل کرنے مین یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام کے آغاز سے سات سو برس تک ہماری قوم مین علوم و فنون کی ہر ایک شاخ مین ایسی عمدہ ترقی ہوئی کہ دنیا کی ساری قومون مین بہت ہی ممتاز اور اعلی درجہ کی تربیت یافتہ اور شائستہ قوم کہلاتی تہی اور آجکل جو غیر قومون نے ترقی کی ہے اونہون نے ہم مسلمانون سے بیشتر اکتساب علوم و فنون کیا ہے اور بعد اوس زمانہ مظفر و منظفر کے ہم مین کاہلی اور سستی کی ایسی بیماری پہیلی کہ بعض ملکون مین ہماری ایجاد اور ترقی کی قوت کو روز بروز زوال ہونا شروع ہوا اور خصوصاً ہندوستان مین تو ایسے جاہل اور نا تربیت یافتہ ہوئے کہ ارکان اسلامی سے بہی بالکل بے خبر ہوگئے۔ اسکی وجہ یہہ ہے کہ پہلے مسلمان فرض و واجب کے پابند تھے اور اپنی خواہشون پر احکام شرعیہ کو ترجیح دیتے تھے اور فی زماننا ہوا و نفس کے تابع ہین اور ہمکو اس حالت پر بہی تنبیہہ نہین ہوتی کہ ہم کیا تھے اور کیا ہوگئے۔ بلکہ ہمین اپنی حالت ماضیہ کو اس طرح جاننا چاہیے کہ اوائل مین جو ہماری ترقی کا ابتدائی زمانہ تہا ہمنے اپنی ذاتی کوشش سے اپنے تئین ایسا لائق و فائق بنایا کہ ہر طرح سے عمدہ

اسواسطے مجتہد و عالم و فقیہ اور مولوی و مفتی سے مسئلہ شریعت کا اور غوث
قطب و ولی و مشایخ سے مسئلہ طریقت کا دریافت کرے مگر اونکو عالم شریعت کا نہ جانے۔
اور جاننا چاہیئے کہ علم تفسیر و حدیث اشرف علوم ہین کہ اصل و ماخذ ہے علم شریعت و
طریقت یعنی عقاید و فقہ و تصوف کا جسکے عمل پر نجات موقوف ہے۔ اور پیر و مرشد
جو وظائف اپنے مرید کو تلقین کرتے ہین اوس سے غرض اصلی یہہ ہوتی ہے کہ دل اور جسم
اور روح درست ہو کر رجحان اپنا مولی حقیقی کی جانب کرین تاکہ جسکے واسطے یہہ
(انسان) دنیا مین بہیجا گیا ہے اوسکی طرف لگ جاوے اور ان چیزون کا کرنا
اوسپر آسان ہو جاوے جو مقصود خاص ہین اسیواسطے اولیاے کرام نے اسکے
حصول کے لیئے وظائف کی راہ ڈالی ہے اور یہہ وظائف ایسے نہین جنہین کوئی احتیاط
کرنی پڑے یا کسی جلالی و جمالی کی ضرورت ہو بلکہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے
طریق پر چلنا ہے۔ اسیواسطے جو مشایخ متبع سنت ہین وہ مجلس عرس اور میلو نمین
شامل ہونا اور قبرون پر مراقبہ کرنا اور راگ سننا بالکل حرام جانتے ہین اور انکا عمل
اسپر ہے۔ اگر حیرانی و پریشانی پائین تو قبرستان مین جائین اور مردون کے حال سے عبرت
اوٹھائین اور موت کو یاد کرین۔ یہہ اہل قبور سے استمداد کرنے کا طریقہ ہے۔ مشایخ محقق
مکارون کی طرح لوگون سے اپنی تعظیم نہین چاہتے اور نہ اپنے خاندان پر فخر کرتے
ہین بلکہ جسقدر اونکو معرفت زیادہ ہوتی ہے اوتنا ہی وہ خدا سے زیادہ ڈرتے ہین
اہل تصوف کا قول ہے کہ صدیق وہ ہے جو بال برابر آنحضرتؐ کی متابعت سے تخلف نکرے
جو شخص متابعت مین بڑہا ہوا ہوگا وہی زیادہ تر عالی رتبہ ہوگا۔ سالک ہرچند عبادت
زہد اختیار کرے جبتک متبع سنت نہوگا حقیقت کے رتبہ کو نہ پہونچیگا کیونکہ شریعت ہی
مین حقیقت ہے۔ مگر یہہ بات حاصل نہین ہو سکتی جبتک کہ فضل الہی شامل حال نہو
اور علامت فضل الہی کی یہہ ہے کہ عابد آنحضرتؐ اور اونکے اصحاب کے طریق کے
مطابق ہو اور اوسکی تمام عمر عبادت و اتباع سنت نبوی مین گزرے۔
اگر علما تحصیل علوم متعارفہ کے بعد تزکیہ نفس و تصفیہ باطن کی طرف متوجہ ہون تو

سبب ہی مستقل ہونا چاہیئے اکثر جاہل جو علم سے بالکل بے بہرہ ہین دولتمند
ہین لیکن اس دولت کے سبب سے کوئی عزت نہین کرتا۔ انکی دولت کی یہہ مثال ہوسکتی
ہے کہ وہ کانٹون کا ایک گلدستہ ہے جسمین کوئی پھول نہین یا ریت کا ایک میدان
ہے جسمین کوئی سایہ دار درخت نہین برخلاف اسکے علم ایک ایسی چیز ہے جسکی دولت
لازوال ہے مثل توانگری بہنر است نہ بمال بزرگی بعقل است نہ بسال۔ علم ایک ایسی چیز ہے
جسکی عزت ہر شخص کرتا ہے۔ علم سے دل و دماغ روشن ہوتے ہین۔ افعال نیک و بد کی
تمیز ہوتی ہے۔ ہماری دینی و دنیوی ترقی کا ذریعہ ہے۔ عالم باعمل کی عزت ہر انسان
کرتا ہے۔ غربت مین بھی عالم کی عزت لوگون کے دلون سے نہین جاتی۔ جس قوم نے
عزت پائی ہے علم کی بدولت پائی ہے۔ دیکھو جب ہندوستان مین بے علمی کا دور شروع ہوا
تو انمین جہالت چھائی اور حمیت قومی جاتی رہی اور فرض و واجب کی پابندی نہ رہی
آخر زوال کا زمانہ آگیا۔ مگر افسوس کہ اس زمانہ مین ہمنے عزت کے معنی سمجھنے مین غلطی
کی ہے۔ ہم اپنی عزت اسمین سمجھتے ہین کہ آرائش ممنوعات سے ملبس ہوکر مسند یا کرسی
پر بیٹھین۔ دو چار خدمتگار سامنے کھڑے ہون۔ حضور۔ جنابعالی۔ سرکار وغیرہ کی چارون
طرف سے آوازین آئین اکثر امرا اپنے خدام سے اور بعض مشائخ اپنے مریدون سے ایسی
تعظیم کرواتے ہین جو شریعت اسلامیہ مین سراسر منع ہے اور بعض اپنے نام عزت و فخر
کے لئے سید۔ شیخ۔ خان وغیرہ لگاتے ہین اور لکھتے ہین۔ نہین ایسا کرنا ہماری سراسر
غلطی ہے۔ ہمین عزت کی نسبت یہہ سمجھنا چاہیئے کہ وہ فی الحقیقہ ایک قدرتی چشمہ
ہے جسے کوئی خس و خاشاک روک نہین سکتا۔ وہ ایک روشن آفتاب کی مانند ہے جسکی
نورانی شعاعون کو کوئی شپرہ چشم بند نہین کرسکتا۔ وہ اپنے کمالات وصفات بے بہا
کا نتیجہ و ثمرہ ہے۔ انسان کے عمدہ خیالات اور اچھی باتین اور اچھے اعمال اور خدا پرستی
عزت کو ایسا کھینچ لیتے ہین جیسا کہ مقناطیس آہن کو۔

ای عزیزو خوب یاد رکھو اور ذہن نشین کرلو کہ نیک آدمی کسی سے اپنی عزت و بزرگی کا خواہان
نہین ہوتا۔ لیکن خود بخود لوگ اوسکی توقیر و حرمت کرتے ہین اسلیئے کہ انسان کی

چیز کے حاصل کرنے کے لئے مستحق بنا رکہا تہا کہ جسقدر عہدے سلطنت کے متعلق تہے
وہ ہمارے ہی ہاتہہ مین تہے۔ ہماری قوم مین اوسوقت وہ عزت اور لیاقت و رقابلیت تہی
کہ ہمارے ان کمالات پر و فضایل پر دوسری قومین رشک کرتی تہین۔ تمام نقلی و عقلی
علوم جو اوس زمانہ مین مروج تہے اون سے کامل طور پر واقف تہے۔ ہمارے عالمون کی یہہ
حالت تہی کہ اگر اسوقت کے عالمون سے مقابلہ کیا جاوے تو زمین و آسمان کا فرق ہوگا
افسوس کہ دوسری قومون نے ہمکو دیکہکر اپنی بُری حالت کو زمانہ کے موافق بنانے مین
کوشش کرکے کامیابی حاصل کی اور مسلمانان ہند نے دن بدن اپنی کاہلی و غفلت مین
ترقی کرنی شروع کی۔ اگر مسلمانان ہند مین سے کسی نے اس طرف توجہ کی تو فرایض اسلامی
کے ساتہہ کچہہ تعلق نہ رکہا۔ خاصہ دہریہ۔ نیچری اور ملحد بنگیا۔ اس حالت کا نتیجہ یہہ نکلا
کہ ہمارا حال ایکدم منقلب ہوگیا اور معاملہ منعکس ہوگیا۔ حاکم تہے محکوم بنگئے۔ دولتمند
تہے مفلس ہوگئے۔ عالم تہے جاہل ہوگئے۔ متدین تہے بیدین اور تارک صوم و صلوۃ ہوگئے
افسوس صد افسوس۔ ترقی کرنا تو الگ رہا ہم اپنی پہلی لیاقت علمی کے قایم رکہنے مین بہی
کوشش نہین کرتے۔ ہمارے اسلاف کیسے بڑے بڑے عالم صاحب استعداد تہے۔ اور
اب یہہ تنزل کہ جو حضرات اونکی جگہہ پر ہین وہ نام کے مولوی اور خطاب کے مشایخ ہین اور
اسوقت سیکڑون ایسے نکلینگے جنہین خود تو لیاقت اور برزگی حاصل نہین مگر محض
خاندان کا دم بہرتے ہین اپنے تئین بہتر اور لوگون کو حقیر جانتے ہین اور یہہ خیال نہین کرتے

پسر نوح با بدان بنشست خاندان نبوتش گم شد

کیا یہہ ہماری حالت رونے کے قابل نہین کیا ہمکو اس حالت پر ملامت کرنا زیبا نہین
یا ہم انسان نہین ہین کہ ہمین اپنی کم لیاقتی پر افسوس نہو۔ ہمین یہہ امر خوب
ذہن نشین کرلینا چاہیئے کہ دنیا مین دو چیزین انسان کی عزت کا باعث ہوتی ہین
اول علم جس سے دین و دنیا کا نفع ہو۔ دوم دولت لیکن اصلی عزت علم سے حاصل ہوتی
ہے دولت سے نہین۔ اسلئے کہ دولت بے ثبات چیز ہے اسکو بقا نہین اور فی الحقیقت
کسی ذاتی صفت کا موجب نہین ہوسکتی عزت بذاتہٖ ایک صفت مستقل ہے جسکے لئے

اور اسباب پر موقوف ہین کسی کی تربیت پر موقوف نہین - لیکن انسان کا بچہ بغیر مدت دراز کی تعلیم کے اپنے اعضا کو بھی استعمال کرنا نہین سیکھتا اور اسکی عقل بھی ابتدا سے حیوانی طبیعت کی طرح کامل نہین ہوتی - غرض انسان قوت جسمانی اور عقل کا مادہ اپنی خلقت مین رکھتا ہے لیکن ان دونون کو قوت سے فعل مین لانے کے لئے تعلیم کا محتاج ہے - جب انسان اپنے اعضا اور عقل کو اپنا فایدہ حاصل کرنے اور مضرت دفع کرنے کے لئے استعمال کرنے کے لائق ہو جاتا ہے اوسوقت آزادی کا مستحق اور اپنے افعال (نیک و بد) کا جوابدہ خیال کیا جاتا ہے - جیسے حیوانات کے حوائج محدود ہین ویسے ہی اونکا نظام جسمانی بھی محدود ہے جو اونکے حوائج رفع کرنے کا کافی آلہ ہے - مگر انسان کے حوائج بیحد ہین اور اونکے رفع کرنے کے لئے جو عقل عطا کی گئی ہے وہ بھی بیحد ہے - اور چونکہ مساوات ہمیشہ محدود اشیا مین پائی جاتی ہے اور غیر محدود مین کبھی مساوات نہین ہوتی اسلئے تمام افراد انسانی نہ یکسان عقل رکھتے ہین اور نہ حالات مین یکسان پائے جاتے ہین - کوئی شخص کسی ایسی حالت کو نہین پہونچتا کہ اوسکو کوئی آرزو باقی نہ رہے اور کوئی شخص عقل کے اوس درجہ تک پہونچ سکتا ہے جس سے بڑھکر ترقی نہو سکے - یا آرزو ختم ہو جاوے - اور چونکہ انسان کا رفع حوائج و تحصیل مطالب کے لئے آلہ صرف عقل ہے - اسلئے جسقدر عقل زیادہ ہوگی اوسیقدر اوسکے کام نیک ہونگے اور وہ اپنے سرمایہ کو بے محل صرف نہین کریگا - برخلاف اسکے بہت سے بیوقوف ایسے دیکھے گئے ہین کہ دولت ہاتھہ آجانے پر ایسی عیاشی و بداطواری مین گرفتار ہو جاتے ہین کہ اپنی صحت بلکہ زندگی سے ہاتھہ دھو بیٹھتے ہین اور عذاب آخرت مین مبتلا ہوتے ہین - البتہ عقل کے ذریعہ دولت استعمال کرنے مین بھی آسایش حاصل ہوتی ہے سو وہ آسایش عقل کا نتیجہ ہے نہ صرف دولت کا - امر دوم یہہ کہ انسانی آزادی اور خوشی صرف جذبات حیوانی و ہوائے نفسانی کے پورا کرنے سے حاصل نہین ہو سکتی کیونکہ نہین انسان و حیوان دونون شریک ہین بلکہ درستی اخلاق و روحانی تعلیم و صفائی باطن سے حاصل ہوتی ہے جو لوگ جذبات حیوانی و حرص و ہوائے نفسانی مین مبتلا ہین وہ اس خوشی کا مطلب نہین سمجھہ سکتے اور

اچھی حالتون کا یہہ قدرتی خاصہ اور ذاتی اثر ہے جسے کوئی تبدیل نہین کر سکتا۔
ہمین انصاف کے ساتھہ اس امر کو تسلیم کرنا چاہیے کہ علم سیکھین اور ذاتی لیاقت پیدا
کرین اور اپنا طریقہ سلف صالحین کے مطابق بنا دین تاکہ دارین مین عزت و توقیر حاصل ہو

ماہیت علم

انسان کو اپنی دین و دنیا کی بہبودی حاصل کرنے کے لیئے علم کا تحصیل کرنا ضروری ہے
اور انسان کے سوا ے اور کوئی حیوان تحصیل علم کی قابلیت ہی نہین رکھتا۔ اسکی وجہ
یہہ ہے کہ اور تمام حیوانات ایسی حالت پر پیدا کیئے گئے ہین کہ اونکو اپنی زندگی بسر کرنے
کے لیئے بہت مختصر سامان کی ضرورت ہئی اور اسقدر سامان اونکو پیدا ہوتے ہی ملجاتے
ہین صرف اس سامان سے فایدہ اوٹھانے یا اونکو استعمال مین لانے کے لیئے قواے
جسمانی اور حواس اور کچھہ جذبات عطا کیئے گئے ہین اور ان تمام پر طبیعت حیوانی حکومت
کرنے کو ملی ہے۔ مثلاً جب بکری کے سامنے بھیڑیا آتا ہے تو اوسکی تصویر بکری کی آنکھہ
مین نکر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے اور اس اثر سے طبیعت حیوانی متاثر ہوکر بکری کے
اعضا کو بھاگنے کے لئے حرکت دیتی ہے۔ علے ہذا القیاس جب بکری کے جسم مین اسی
قسم کی کسی شے کی تصویر آنکھہ کی راہ سے محسوس ہوتی ہے جس سے ایک خاص طرح کی
مناسبت کا اثر ہوتا ہے تو طبیعت حیوانی اوسکے کھا لینے کی تحریک پیدا کرتی ہے۔
اسیطرح حیوانات کے اور تمام کام اسباب خارجی کی تحریک پر موقوف ہین۔ حیوانات
ان قدرتی اسباب کی ایسی پیروی کرتے ہین جیسی کہ بیجان چیزین علت و معلولیت
کے قدرتی تعلق سے کبھی انحراف نہین کر سکتین مثلاً پانی حرارت کے پہونچنے سے ضرور
بخار ہوکر اوڑتا ہے اور سردی پہونچنے یا حرارت کے کم ہونے سے منجمد ہو جاتا ہے۔ حیوان
کا بچہ پیدا ہوتے ہی جو کچھہ کرنے کے لائق ہوتا ہے سب کرتا ہے اسکو تعلیم کی ضرورت
نہین ہوتی اور نہ تعلیم پانے کی قابلیت رکھتا ہے۔ ذرا ضعف رفع ہوا اور وہ
بچہ حیوان) ہر ایک کام مین اپنے باپ کے برابر ہے کیونکہ اوسکے تمام کام جسمانی ساخت

عمل لابدی ہے۔ عمل بغیر علم کے ناقص ہے اور علم بغیر عمل کے ہیچ ہے۔ علم اگر جسم ہے تو عمل جان ہے۔ علم بغیر عمل کے ایسا ہے جیسا کہ جسم بغیر جان کے۔ سپین کے عربون کا کیا خوب مقولہ ہے کہ علم کی ایک نہ مانو جبتک کہ اوسکا شاہد عمل بھی اوسکے ساتھ نہو" غرضکہ جس قوم نے دنیا مین ترقی کی اوس نے کسی شے کے محض علم پر اکتفا نہین کیا تا وقتیکہ اوسپر عملاً قادر نہیں ہوگئے اور یہی سبب ہے کہ ہمارے معلومات اوس شے کے متعلق ناقص ہین ہمارے ملک مین علم و عمل دونون کو نہ صرف علیحدہ سمجھ رکھا ہے بلکہ زمانہ دراز سے ایسے عادی ہوگئے ہین کہ ہر شے کے علم کو بلا عمل اور عمل کو بغیر اوسکے علم کے حاصل کرلیتے ہین اور بطور خود یہ رائے قایم کرلیتے ہین کہ ہمنے اُسکو حاصل کرلیا۔ یہی سبب ہے کہ ہمارے ملک مین کوئی شخص اپنی ترقی نہین کرسکتا۔ اس اعتبار سے ہماری قوم مین دو گروہ ہین۔ ایک وہ جو محض علم حاصل کرلینا اپنا فرض سمجھتا ہے لیکن عمل کو نہ صرف غیر ضروری بلکہ محض فضول تصور کرتا ہے۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو ضرورۃً یا عادۃً کسی پیشہ وعمل یعنی کام سیکھ لیتا ہے مگر علم کی ضرورت نہین سمجھتا گو زبان سے اوسکی ضرورت کا اقرار کرتا ہے مگر علم حاصل کرنے کا قصد نہین کرتا اور جنکو اسطرف خیال ہے اونکی نظر میں تمام کام حقیر ہین۔ جیسے کہ اسوقت ہندوستان مین طلبا پڑھتے جاتے ہین پیشہ و کاشتکار میسر نہین آتے۔ اور ان طالب علمون سے نوشت خواند کے سوا کوئی کام نہین ہوسکتا وہ اور پیشون کو معیوب سمجھتے ہین اسیوجہ سے جو کچھ نتیجہ ہوتا ہے وہ اظہر من الشمس ہے چنانچہ تجربہ اس رائے کی تصدیق کرتا ہے کہ امرا و تجار شکایت کرتے ہین کہ پیشہ ور کمیاب ہین اور غربا نالان ہین کہ انہون نے اپنا اثاث البیت بیچکر علم سیکھا۔ اب دستکاری یا کوئی پیشہ نہین ہوسکتا ہے نہ منشی ہے۔ کاشتکارون اور پیشہ ورون کے لڑکے اپنے آبائی پیشہ کی تعلیم و ترقی کی بجاے مدرسون مین اوقات ضائع کررہے ہین جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے اگر اپنی تعلیم ... ہے تو خیر کسی لائق ہوگیا۔ ورنہ دونون طرف سے خسارہ۔ تحصیل علم سے بنتیا مین فردہی فایدہ مقصود ہوتے ہین نہ یہ تہذیب نفس یا تحصیل دنیا۔ مستم اول بھی صرف مکند ودہی لوگ ہوتے ہین

جیسا کہ ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے مگر تا وقتیکہ ... جبتک عمل نہ کرے ... علاج نہین کر ...

اونکے دلپر اثر ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے کیونکہ وہ سوا ے جسمانی خوشی کے اور کسی لذت سے واقف ہی نہین ہوئے مگر اس امر کا فیصلہ اس طرح ہو سکتا ہے کہ جن لوگون کو اسکا تجربہ ہے وہ ہمیشہ روحانی لذت کو جسمانی لذتون پر ترجیح دیتے ہین جب انسان کے حوائج کا رفع ہونا اور خوشی کا حاصل ہونا عقل کے اندازہ پر موقوف ہے تو ہمکو معلوم کرنا چاہیے کہ عقل کے بڑہانے کے کیا اسباب ہین تاکہ اونکو حاصل کرکے عقل کو ترقی دین جو ہماری دینی و دنیوی بہبودی کا باعث ہے - غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عقل کا مادہ علم ہے - معلومات مین تصرف کرنا صرف عقل کا کام ہے - اگر علم نہو تو عقل کچہہ کام نہین کر سکتی اور جسقدر معلومات کا ذخیرہ دماغ مین جمع ہوتا ہے اوسیقدر عقل کی رفتار کا میدان وسیع ہوتا ہے - عقل کا کام امر حق کو معلوم کرنا اور نیک و بد مین تمیز کرنا ہے لیکن ہر ایک معاملہ مین عقل اس قسم کا صحیح نتیجہ نہین نکال سکتی جسقدر پہلے معلومات ذہن مین جمع ہوتے ہین اونسے مدد لیتی ہے - لیکن جب ایک خاص امر کی تحقیق کے لئے پہلے معلومات کافی نہین ہوتے تو اور زیادہ علم حاصل کرنے کی ضرورت ہوتی ہے - غرض انسان کی تمام بہبودی تحصیل علم پر منحصر ہے - اسلئے بچہ جو کچہہ نہین جانتا اسکی نگرانی اور تعلیم قدرتی محبت کے سبب اسکے والدین کرتے ہین - جب وہ اس حد تک تعلیم پالیتا ہے تب وہ خود مختار اور اپنے افعال کا ذمہ دار ہوتا ہے اور پہلی مثال نے اوسکو بتلادیا کہ ہر ایک کام مین علم ہی تیرا رہنما ہے - اسلئے ہم سب کو چاہیے کہ انسانی خوشیان حاصل کرنے کے لئے اور دین و دنیا کی بہبودی کے واسطے علم سیکہین - تب عقل ہمکو ان علوم سے فایدہ حاصل کرنے کا طریقہ سکہائیگی - مگر علم کے ساتہہ عمل بہی ہو تو اور بہی بہتر ہے

علم و عمل

یہہ دونون الفاظ معناً و مراداً بالکل علیحدہ ہین - علم کے معنی جاننے کے ہین اور عمل کے معنی کرنے کے ہین - لیکن یہہ دونون باہم لازم و ملزوم ہین ایک کے بغیر دوسرا ناقص ہے - ایک کو دوسرے سے علیحدہ سمجہنا سخت غلطی ہے عمل کے واسطے علم لازمی ہے اور علم کے واسطے

اور قسم دوم مین سب لوگ شامل ہین لیکن عوام کو صرف اسی صورت مین فایدہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے علم کو آبائی پیشیون کا قاطع نہ بنا دین بلکہ بہتر یہہ ہے کہ قوت علم سے اپنے پیشون مین عمدہ اور کار آمد ایجادین کرین اور اونکو ترقی دین جبتک یہہ صورت قایم نہوگی علم سے کوئی ملکی بہبودی حاصل نہین ہو سکتی۔

نیک نامی

سب اعلی اور ادنے کے دل مین قدرت نے نیکنامی حاصل کرنے کا مادہ پیدا کر دیا ہے مگر دنیا مین بہت کم لوگ ایسے ہین جو اسکے حاصل کرنے کے اصول کو جانتے ہون۔ داناؤن کا قول ہے کہ نیکنامی اور سچی نیکی کوئی دو علیحدہ علیحدہ چیزین نہین ہین جہان سچی نیکی کا مادہ موجود ہو نیکنامی اوسکا قدرتی نتیجہ ہے جیسے دہوان آگ کا نتیجہ ہے۔ جو لوگ اصلی نیکی کو اپنا اصل اصول سمجھکر دنیا مین کار خیر کرتے ہین گو اونکا بجز اپنے داتہ مطلق کے راضی کرنے کے اور کسی چیز کی پروا نہین ہوتی۔ مبارک ہین وہ لوگ جنکے دل مین سچی نیکی کا بیج موجود ہے۔ نیکنامی کی امید حالت زندگی مین یا بعد مرنے کے ہر وقت انسان کو تسلی بخشا کرتی ہے اور اوسکا خیال اوسکو ہر وقت دل ہی مین خوش کرتا رہتا ہے۔ اگر یہہ پیاری امید نہ ہوتی تو کیا کوئی بہادر اپنی جان عزیز کو ہتیلی پر رکھکر اپنی عزت اپنی خاندان اپنے ملک کی حفاظت اور اپنی قوم کی بھلائی مین اور اپنے محسن آقا کا حق نمک ادا کرنے کے لئے لڑائی مین قدم بڑہاتا۔ اگر یہہ پیاری امید نہ ہوتی تو کیا کوئی اپنی دولت جو اوسنے یا اوسکے بزرگون نے خون جگر کہا کر کمائی ہو گہر سے نکال کر کار خیر مین صرف کرتا۔ اگر یہہ پیاری امید نہوتی تو کیا کوئی برسون محنت کرکے بنی آدم کے فایدہ کے واسطے کتابین لکھتا یا کوئی علم و ہنر ایجاد کرتا۔ اگر یہہ پیاری امید نہوتی تو کیا کوئی بادشاہ یا حاکم اپنی رعیت کے آرام اور بہبودی کے واسطے اپنے اوپر سخت محنتین اور مصیبتین گوارا کرتا اور اپنی جان و مال خطرہ مین ڈالتا البتہ اسمین نیت کا فرق ہے لا اعمال بالنیات

سے بیزار ہین اسکا سبب یہی ہے کہ ایسے لوگ مذہب اسلام کے احکام سے پوری پوری
واقفیت نہین رکھتے - پس ہماری رائے مین علوم مروجہ اور دینیات کی بطور لازم و
ملزوم تعلیم ہونی چاہیئے اور مسلمانون کا پاک مذہب ابتدا ہی سے تحصیل علوم کی
ترغیب دیتا ہے - وہ قومین جو آجکے روز ترقی کی انتہا کو پہونچی ہوئی ہین اسی اسلام
کے خوان نعمت کی زلہ ربا ہین وہ زمانہ آج ہمین بہت حسرت کے ساتھہ یاد آتا ہے
جسمین یورپ کی جملہ قومین ہماری دست نگر تہین ہمارے بزرگون کے سکہلائے ہوئے
علوم وفنون سے آج اس عروج پر ہین - تواریخ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ حال مین
جو اور قومون نے ترقی کی ہے وہ ساتوین اور آٹہوین صدی ـــ تک یہی علم وہنر سے
اور مسلمان اوسوقت دنیا کی کل قومون مین اپنی نظیر آپ ہی تہے - اوس زمانہ مین
عربون کی یونیورسٹی اور بڑے بڑے کالج قرطبہ اور غرناطہ واقع سپین مین موجود
تہے اور تمام یورپ کے مسلمان ونصاریٰ تحصیل علوم کے لئے وہان آتے تہے اور
وہان سے سند حاصل کرکے اپنے اپنے ملک کو جاتے تہے - مگر افسوس کہ ہم مسلمانان
ہند ایسی شائستہ اور مہذب قوم ہوکر اپنے ہاتہون اس ملک مین نیم وحشی بنگئے
کیا ہم اپنے چہرہ سے بیعلمی کا بدنما دہبہ نہین چہوڑا سکتے ؟ کیون نہین - ہمین
ایسی کوشش کرنی چاہیئے کہ ہمارا ادبار دور ہو اور ہم مالا مال ہو جائین دیکہو
دوسرے ممالک مین اہل اسلام نے علوم وفنون مروجہ مین کیسی ترقی کی ہے -
افسوس ہے کہ مسلمانان ہند کو اپنی ترقی کا کچہہ بہی خیال نہین - موجودہ صنعت
حرفت اور تجارت کو چہوڑ کر علوم مروجہ کے سیکہنے پر قناعت کر بیٹہے اور رفتہ رفتہ
نوبت باینجا رسید کہ ہم سرکاری نوکری پر ادہار کہائے بیٹہے ہین - اہل یورپ یا دیگر
دیکہو اونہون نے صنعت وحرفت کو ہاتہہ سے نہین دیا - اہل عرب کو دیکہو کہ اب
یہی وہ تمام دنیا مین جہازران اور ملک التجار مشہور ہین - اور ہم صرف ایک ہی
کام سیکہتے ہین علم یا ہنر - اگر بنظر غور دیکہا جاے تو معلوم ہوگا کہ ہر ایک امر
مین معاونت علم کی احتیاج ہے کاشتکاری سے لیکر دستکاری تک بلکہ کل

بولتے۔ پس مناسب ہے کہ اگر شایستگی اور نیکنامی چاہتے ہو تو پسندیدہ الفاظ بولو جو منظور خدا ہون۔ ہمارے ملک کے اکثر نوجوان جہان اکٹھے بیٹھتے ہین کسی علمی مسئلہ پر گفتگو نہین کرتے بلکہ ناچ رنگ اور شراب وغیرہ خرافات کی محفل جمتی ہے یا ٹھٹھہ مسخری کی ہلبلاہٹ ہوتی ہے اور ہنسی قہقہے اڑتے ہین۔ یا ایک دوسرے کی شکایت۔ غمازی اور چغلی کا بازار گرم ہوتا ہے شرفا و علما کی مذمت کی جاتی ہے یا فحش گیت گائے جاتے ہین۔ کوئی شائستہ بات نہین کرتے۔ عقلمندون کو ان برے اقوال سے اجتناب کرکے سچی نیکنامی کی طرف دل لگانا چاہیے۔

قومی ہمدردی مین ترقی منصب ہے

خداوند تعالی نے اپنے بندون مین دو ملکے اس قسم کے پیدا کیے ہین کہ اونکے ذریعہ سے دنیوی و اخروی (بفضلہ تعالی) ہر ایک شخص کو مل سکتے ہین۔ اول ملکہ انفاق ہے۔ یہہ ذریعہ ہر قسم کی ترقی کا ہے جس قوم نے اسکو اپنے ہاتھ سے نہین دیا وہ فائز المرام ہوئی اور جسنے اس سے کنارہ کشی کی وہ ناکام رہی۔ اگر ہند کے مسلمان بھی اس عمدہ اور بہترین ملکہ کو ملحوظ رکھین تو ہر قسم کی ترقی کر سکتے ہین۔ مثلاً اہل اسلام یکدل ہو کر تجارت کرین تو اور قومین جو اس پیشہ سے کروڑپتی کہلاتی ہین یہہ بھی اس نام سے مشہور ہون یا کم از کم نان و نفقہ سے تو فارغ البال ہون اور نوبت مزدوری اور دست نگری عوام کی نہ پہونچے۔ اگر دولت مند مسلمان مختلف اقسام کے کارخانے (جسمین مالی ترقی اور قومی بہتری بھی ہے) جاری کرین تو اغلب ہے کہ تھوڑے ہی عرصہ مین افلاس کے گرجہ سے نکلکر گنج نعمت کے بازارون مین سیر کرتے دکھائی دین۔ مگر افسوس کہ متمول اہل اسلام کے خیالات اسکے برعکس ہین انکو ذاتی آرام و عیش کے سوا کچھ سوجھتا ہی نہین۔ مسلمانون کے تنزل کا ایک قوی سبب اونکی بے علمی ہے۔ جنکی توجہ کسیقدر علم معاد کی طرف ہے اونکے نزدیک علم معاش حاصل کرنا گناہ ہے۔ اور جنکو کسیقدر علم مروجہ حاصل ہے اونمین سے اکثر نماز روزہ حج و زکوۃ

اور حرفت کی ترقی محال ہے۔ ممالک اسلامیہ مین اسی غرض کے لیئے مجالس مقرر ہین جنمین
موجدون اور مصنفونکو خاطر خواہ صلے اور انعام ملتے ہین تاکہ آیندہ اور لوگون کو ایجاد
و تصنیف کا حوصلہ پیدا ہو چنانچہ دولت عثمانیہ مین ایک مجلس موسوم بہ معارف
العمومیہ اور افغانستان مین مجلس نظارۃ الحرفۃ قایم ہے جو کوئی نئی کتاب تصنیف
یا علم و ہنر مین کچھہ ایجاد کرتا ہے تو ان مجالس مین اطلاع ہونے پر انعام اور اسناد دیئے جاتے
ہین اس سے ملک مین لوگون کو ایجاد و اختراع کا شوق روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔
جسکا نتیجہ یہہ ہے کہ ملک علوم و فنون جدیدہ مین ترقی کیئے جاتا ہے چونکہ ایسی مجالس کا
تقرر بلا معاونت ابناے جنس کے محال ہے اور اعانت بدون اتفاق کے مشکل ہے اسلیئے
ضرور ہے کہ پہلے اون اسباب کا استیصال کیا جاوے جو موجب نفاق ہین تو پھر علمی و
عملی ترقی ہو سکتی ہے۔ اگرچہ اس ملک مین نفاق کے متعدد اسباب ہین مگر از انجملہ چند
اختصار کے ساتھہ بیان کیئے جاتے ہین اول یہہ کہ ہمارے مذہب کے علما فروعات کے
اختلافی مسایل کے سمجھنے مین جھٹ ایکدوسرے پر تکفیر کا فتوے لگا دیتے ہین اور پھر
یہہ ذہبی خیالات رفتہ رفتہ عام لوگون کے دلمین نقش پذیر ہو جاتے ہین جسکا نتیجہ
یہہ ہوتا ہے کہ پھر عوام ایک دوسرے کی ہر ایک امر مین مخالفت کرنے لگتے ہین حالانکہ
اسلام باہمی اتفاق کی ترغیب دیتا ہے وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا اور
محکم پکڑو رسی اللہ کی اکٹھے اور نہ ہو متفرق۔ دوسرا سبب بے انصافی اور خود غرضی ہے
ہر ایک شخص اپنی غرض کے پورا کرنے مین دوسرون کا حق تلف کرتا ہے۔ اکثر معزز خاندانون
مین اسی سبب سے نا اتفاقی ہے۔ زبردست زیر دستون پر تشدد کرتے ہین اور انصاف کو
ملحوظ نہین رکھتے اور یہی چاہتے ہین کہ جو کچھہ قابو مین آوے ہضم کر جاوین الحاصل خود غرضی
اور بے انصافی کا دور دورہ ہے حاکم و محکوم ہین انصاف نہین عوام اپنی اولاد مین
انصاف نہین کرتے۔ ایک مان باپ کی اولاد برادرانہ طریق سے زندگی بسر نہین کرتے
اگر ایک زبردست ہے تو وہ یہی چاہتا ہے کہ سب کا حق سمیٹ کر خود برد کر جاوے تقسیم
وراثت مین یکطرفہ کاروائی ہوتی ہے۔ ایک کو حکمت عملی یا سینہ زوری سے بخشے لا وارث

کاروبار معاشرت [illegible] ضرورت پائی جاتی ہے - تجربہ سے ثابت ہے کہ ایک
خواندہ [illegible] کو ایسے کام کو بخوبی و خوش اسلوبی انجام دیتا ہے اور ان پڑھ
کام [illegible] ہمارے ہاں کی بہائی جو لکھے پڑھے ہونے کا دعوے
کرتے ہیں [illegible] انجام [illegible] بالکل قاصر پائے جاتے ہیں افسوس کہ ہمنے
علم سیکھنے کے مطلب کو [illegible] سمجھا جس سے ہم اپنے ملک کی صنعت حرفت اور تجارت
کو مطلق فروغ نہیں دے سکتے - ہماری دانست میں ابھی اس ملک کی ترقی کے لئے
بہت کچھہ علم کی ضرورت ہے اور جبتک ہم علم کا ثمرہ نوکری سمجھتے ہیں اوسوقت
تک عزت اور دولت کی ترقی محال ہے - لیکن جب ہمارے خیالات اس طرف
متوجہ ہونگے کہ علم سے دنیا کے ہر ایک کام میں ترقی ہوتی ہے اور اسکے حصول کا
یہی نتیجہ ہے کہ ہر ایک کاروبار معاشرت میں عمدہ ایجاد کی جاوے اور ہر ایک کام کو
اسکی اعانت سے بحسن و خوبی انجام دیا جاوے اور تجارت - حرفت - صنعت اور
زراعت میں علم کی امداد سے ترقی ہوتی ہے - تب بیشک لوگوں سے افلاس
بھی معدوم ہو جائیگا پس ہمکو اس علمی و عملی طریقہ میں ترقی کے لئے سعی کرنی
چاہیے تاکہ [illegible] حاصل ہو -

چونکہ بغیر [illegible] کی امداد کے علوم و فنون کی ترقی ہرگز متصور نہیں تو اب یہہ
دیکھنا چاہیے کہ وہ کون لوگ ہیں جو ایسی امداد دے سکتے ہیں - بادی النظر میں
یہی کہا جاسکتا ہے کہ وہ طبقہ سلاطین و امرا کا ہے - اگرچہ یہاں اسلامی سلطنت
نہیں مگر ہم اوسکا نعم البدل والیان ریاست و امرا کو سمجھتے ہیں بشرطیکہ وہ اس
طرف توجہ کریں لیکن [illegible] اس معزز طبقہ کو اسطرف توجہ نہیں اور نہ انکے
وزیر و مشیر اس طرف توجہ دلاتے ہیں - شان و شوکت و آرام کے سامانوں میں بہت
روپیہ برباد کرینگے مگر علمی معاملات کی طرف خیال نہیں اسلئے کہ انہیں مبصر بہت
کم ہیں یہہ بھی ایک بڑا سبب ہے جو مانع ترقی ملک ہے - اسیواسطے علمی اور عملی
مالک [illegible] طرف ہوگی ترقی صنعت

اگر حریصون کو خدا ساری خدائی دیتا اگر فضول خرچ ہوگا تو چاہے لاکھوں روپیہ
اوڑانے پر نوبت آجائے پھر بھی اوسکے دل کو فضولی سے تسلی نہوگی اور ہمیشہ یہی کہیگا کہ
خرچ کم ملتا ہے۔ سیاح جتنی زیادہ سیر کریگا اوتناہی اوسکو سیر کا شوق زیادہ ہوگا۔ بادشاہ کی
ہمیشہ یہی خواہش ہوگی کہ اور بھی ملک میری سلطنت مین شامل ہو جائین۔ اگر غور سے دیکھا
جاے تو دنیا مین کوئی شخص ایسا نہ ملے گا جو اس خواہش سے خالی ہو۔ شاید ملیں ہین مگر بہت ہی
کم۔ اسیطرح اگر غور کرکے دیکھا جاے تو ترقی کی خواہش ہر وقت موجود ملے گی۔ بچہ جسوقت
باتین سمجھنے سننے لگتا ہے تو اوسوقت سے ہر ایک شے کی نسبت جو اسکی نظر مین آتی ہے
اسکا یہی سوال ہوتا ہے کہ یہہ کیا ہے۔ یعنی وہ علم کو وسیع کرنا چاہتا ہے اور اس سبب سے پیشتر
وہ ترقی کی ایک منزل طی کر چکتا ہے یعنی پہلی حالت سے دوسری حالت مین آتا ہے اور پھر اخیر کا
بیرونی دنیا مین قدم دہرتا ہے۔ بڑی عمر کا ہو کر جو ترقی وہ کرتا ہے اوسکا ذکر تو اوپر ہو چکا
ہے۔ ترقی انسان کی بیشمار مثالین دیکھنے مین آئینگی جنکا عشیر عشیر قلمبند کرنے کو بھی ایک
دفتر چاہیے۔ اسمین کچھہ شک نہین کہ انسانو نمین یہہ خاصیت ضرور ہی موجود ہے
مجھے ایک تمثیل یاد آئی ہے جسکے ذکر سے اس مسئلہ کی شاید اور بھی توضیح ہو جاے۔
غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ جو جانور جس قسم کے آشیانہ مین رہتا ہے ہزارہا سال گزر گئے
مگر اوسکے آشیانہ مین ایک تنکے کا بھی فرق نہین آیا۔ کنجشک یعنی خانگی چڑیاں تو ہزاروں
ہر ایک شخص کے دیکھنے مین آئی ہونگی اور کئی آشیانے بھی اکثر دیکھے ہونگے لیکن مین امید
کرتا ہون کہ ایک چڑیا کے آشیانے مین دوسرے سے ذرا بھی فرق نہوگا۔ اسی طرح سے
جو چارپایہ جس غار مین رہتا ہے وہ کبھی ایک نئے قسم کے غار مین نہین ملے گا۔ صرف آشیانہ
اور غار ہی ایک ہی وضع کے نہین ہوتے بلکہ عادات اور خوراک مین بھی فرق نہین آتا
جو جانور جس کام کا ہے وہ اوس سے کبھی انحراف نہین کرتا جسکی جو خوراک ہے وہی کہائیگا
دوسری نہ کہائیگا جسکی جو آواز ہے وہی صدہا سال سے چلی آتی ہے ذرا تبدیل نہین ہوئی
لیکن انسان کی حالت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انکے سکنات مین کسقدر

اور دوسرے کو وارث قرار دیا جاتا ہے۔ کہان تک اس نا انصافی کی تشریح و تفصیل کیجائے
اور شارع کے نزدیک انصاف ایک جزو ایمان ہے وَاِذَا حَکَمْتُمْ بَیْنَ النَّاسِ اَنْ
تَحْکُمُوْا بِالْعَدْلِ اور جب حکم کرو تم درمیان لوگون کے حکم کرو ساتھ انصاف کے پہر
جب ہمارے ملک مین یہہ قباحتین لوگون کے دلونمین جاگیر ہین تو بہلا کس طرح ہماری
قوم مین اتفاق ہوسکتا ہے اب عقلی اور نقلی دلایل سے ثابت ہوگیا کہ بدون اتفاق کے
ترقی منصب محال ہے۔ اور لوگ متفق الرائے نہونگے جبتک کہ انمین انصاف نہوگا پس مناسب
ہے کہ ہر ایک شخص عدل و انصاف کو ملحوظ رکہے۔ اصل بات یہہ ہے کہ جبتک دین کی پابندی نہو
عدل و انصاف کے خیالات کہان اور جب لوگون کو اپنے معاملات مین انصاف نہین تو
اتفاق کا ظہور مشکل معلوم ہوتا ہے خدا اہل اسلام کو عدل و انصاف و اتفاق کی توفیق
رفیق کرے اور یَدُ اللّٰہِ عَلَی الْجَمَاعَۃِ کی ذیل مین انکو داخل کرے۔

تشریح ترقی

اس مسئلے سے شاید کسی کو عذر نہوگا کہ انسان کا خاصہ ہے کہ ہمیشہ ترقی کی خواہش اسمین
موجود رہتی ہے۔ لفظ ترقی کو جبتک ہم محدود نہین کرسکتے اور ترقی سے کسی خاص قسم کی
ترقی مراد نہین لے سکتے جب ہم وسیع نظر سے ترقی کے مفہوم کو دیکہتے ہین تو معلوم ہوتا
ہے کہ ہر فرد بشر خواہ وہ کسی حالت مین ہو موجودہ حالت سے اعلیٰ ترین حالت مین آنے کی
آرزو رکہتا ہے۔ عالم روز بروز اپنے علم کو ترقی دینا چاہتا ہے اور فاضل کو اپنی فضیلت
بڑہانے کا شوق ہے۔ دنیا دار ہمیشہ یہی چاہتا ہے کہ میری آمدنی بڑہ جاوے جب یہہ
خواہش اوسکی پوری ہوجاتی ہے تو پہر اور زیادتی کی کوشش کرتا ہے اور کارخانہ داری کے
سامان مین ہمیشہ زیادتی چاہتا ہے۔ غرض جس قسم کا کوئی شخص ہوگا اوسی قسم کی ترقی
مین کوشش کریگا۔ عابد عبادت مین ترقی چاہےگا۔ سخی سخاوت مین اور تاجر تجارت مین
اگر کنجوس ہوگا تو وہ ہمیشہ اپنے روپے کو بڑہانا چاہےگا خواہ تمام دنیا کا مال اوسکے پاس جمع
ہوجاوے اور اسکو کبہی سیری نہوگی فرد منہ سے بس کرتے نہ ہرگز یہہ خدا کے بندے

نفع و نقصان منحصر ... ہے ... (handwritten margin note)

کہ دو چار حرف پڑھ لیے اور دماغ مین ایسا خلل پیدا ہو گیا کہ لگے ہوا سے باتین کرنے اور آخر کار ایسے لامذہب بے رہا در پدر آزاد ہو گئے کہ کسی ناصح یا بزرگ کی بات سننا ہی پسند نہین کرتے بلکہ اپنے والدین کی نسبت ایسی ناشایستہ کلمات زبان پر لاتے ہین کہ تہذیب اونکے اعادہ کرنے سے مانع ہے اگر انکو پہلے دینی علم پڑہایا جاتا اور تہذیب اخلاق سے آگاہ کیا جاتا تو بیشک وہ اپنے پیدا کنندہ اور بزرگان دین کو عزت و تعظیم کی نگاہ سے دیکھتے اور والدین و دیگر اقربا کے حقوق پہچانتے اور ہر فرد بشر سے علی قدر حیثیت و مراتب خندہ پیشانی و خوش کلامی سے پیش آتے - بہر صورت تحصیل علم کی ضرورت ہے تاکہ اوسکی برکت سے صنعت و حرفت مین سلیقہ پیدا ہو ایسا نہو کہ صرف علم ہی کو بغل مین دبا کر نوکری کی تلاش مین در بدر پھرا کرین اور بحالت عدم دستیابی مزدوری کے تحمل نہونے کے باعث فاقہ صاحب کا چپراسی بنا یا دوسرون کا دست نگر ہونا پڑے -

محنت

محنت کے لغوی معنی دکھہ یا رنج برداشت کرنا ہے اور ظاہر ہے کہ انسان دنیا مین ادنے سے ادنے کام بھی نہین کر سکتا جبتک وہ کسیقدر رنج یا تکلیف اپنے اوپر گوارا نہ کرے انسان کو چاہیے کہ مشقت اوٹھانے سے کبھی نہ گھبرائے اور جس کام کو کرنا چاہے بالاستقلال توکلا علی اللہ کئے جائے - محنت دو فایدون سے خالی نہین اگر محنت سے مطلب برآیا تو فہو المراد ورنہ اوسکا عذر معقول ہوگا اور اوسکی بلند ہمتی کے سب لوگ قایل ہونگے - ایسے جو آلات اور کلین موجود ہین جنسے کئی کام آسانی سے نکلتے ہین یہہ سب انسان کی محنت کا ثمرہ ہین - پس اے میرے معزز دوستو محنت کو اپنا رفیق بناؤ اور فضول عیش و آرام کو جو در اصل ہماری ترقی مین بڑے مارج ہین ترک کرو تاکہ ہماری قوم بھی دنیا کی معزز قومون مین شمار کی جائے - محنت انسان کی خوش گزرانی کا ایک عمدہ ذریعہ ہے اوسکی ترقی اور کامیابی کا ایک عمدہ وسیلہ ہے - محنت ہی ہے جو کچھہ ہے بے محنت کوئی کام پورا نہین ہوتا - محنت سے دنیا مین تہذیب پھیلتی ہے ہر طرح کی

فرق آگیا ہے ایک کا مکان دوسرے سے نہین ملتا ایک ملک کا ڈھنگ دوسرے سے
نرالا ہے - اسی طرح لباس مین بھی تفاوت ہے ایک کا دوسرے سے نہین ملتا - ہر ملک کا
لباس الگ الگ ہے - ہر ایک ملک اور قوم کی زبان مختلف ہے عادات بھی ہر ایک انسان
کی جداگانہ ہین ایکدوسرے سے نہین ملتین - خوراک مین جو ترقی ہوئی ہے وہ ظاہر ہی ہے
کیسے کیسے خوش مزہ اور خوش خور لوگ دنیا مین ہوئے ہین - غرضکہ ہر ایک کام مین انسان
نے ترقی کی ہے - اگر یہہ خاصہ انسان مین نہوتا تو اشرف المخلوقات نہ کہلاتا - لہذا مناسب
ہے کہ انسان آیندہ کے واسطے جو ترقی چاہے وہ ایسی ہو جو عاقبت کے واسطے بھی مفید
ہو - اور ہر ایک قسم کی ترقی کے لئے علم و ہنر درکار ہے خواہ وہ ترقی دینی ہو یا دنیوی -
ان ہر دو امور کے لئے روپے کی فراہمی بھی ضروری ہے - ہر ایک شخص بخوبی واقف
ہے کہ دنیا کے کام بغیر روپیہ کے نہین چل سکتے لیکن دینی کامون کے واسطے بھی روپیہ
کی کسیقدر ضرورت ہے - مثلاً اگر کوئی عابد ہے اور تمام دن عبادت کرتا ہے تو معاش
کا فکر اوسکو ضرور ہوگا - اگر اسکے پاس روپیہ ہوگا تو وہ خود بھی کھائیگا اور دوسرون کو
بھی کھلائیگا - اگر مفلس ہوگا تو کئی طرح کی ذلتین اوٹھائیگا - اب دیکھنا چاہئے کہ روپیہ کیونکر
فراہم ہوسکتا ہے دنیا مین جب کوئی قوم بڑھی ہے تجارت سے بڑھی ہے اور تجارت
کسی قوم کی اوسکے مختلف فنون پر منحصر ہے - کسی قوم کے فنون کس طرح ترقی پاسکتے ہین
جتنی کسی قوم کو علوم سے واقفیت ہوگی اوتنے ہی اوسکے فنون عمدہ ہونگے - غرضکہ
اب ہمکو ترقی کے درخت کی بیخ مل گئی (وہ بیخ کیا ہے) وہ علم ہے اور غور کرنے سے معلوم
ہوگا کہ ترقی خواہ کسی قسم کی ہو دینی ہو یا دنیوی ہر ایک کی شاخ اسی بیخ سے نکلتی
ہے - اسیواسطے ہر ایک شخص کو لازم ہے کہ حتی الامکان تحصیل علوم مین کوشش
کرے - ہر حرفت کے سیکھنے مین متوجہ ہو کیونکہ یہہ امر مسلم ہے کہ علم سب پیشون
پر مقدم ہے پس ہر ایک انسان کو مناسب ہے کہ کسی پیشہ کے اختیار کرنے سے پہلے
علم حاصل کرنے مین نہایت محنت و جانفشانی کرے (نہ ایسا علم جس سے ادب و
تہذیب کا بوریا بدھنا اوٹھ جاوے جیسا کہ ہم مدارس انگریزی کے اکثر طلبا کو دیکھتے ہین)

چھوڑ دیتے ہین وہ بالکل زندگی سے بہرہ نہین اوٹھاتے - دماغ کی کاہلی ایسی بیماری
ہے کہ جس سے روحانی کاہش ہوتی ہے مثلاً جو پانی بند رہتا ہے اوسمین کیڑے پڑجاتے
ہین اسی طرح دماغ کو کاہل و بیکار کرنے سے خیالات قبیحہ و ناپاک جمع ہوجاتے ہین
جسکی وجہ سے روح جو ایک لطیف جوہر ہے آلودہ و ناپاک ہوجاتی ہے - کاہل الوجود ہمیشہ
مجہول و غمگین رہتا ہے - انسان ہو یا بہایم اپنی قوت بغیر محنت کے حاصل نہین کرسکتا
سوچنے کی بات ہے کہ غذا جسپر مخلوق کی زندگی کا مدار ہے بغیر محنت کے ہضم نہین ہوسکتی
بلکہ بدہضمی پیدا کرتی ہے کہانے پینے کا لطف اوسوقت معلوم ہوتا ہے جبکہ کہانے
سے پہلے محنت کرنے سے خواہش پیدا ہو - جو دولت محنت سے دستیاب ہو اوسکی
بہت کچھہ قدر ہوتی ہے غرض کوئی متنفس بدون محنت کے کامیاب نہین ہوسکتا -
دنیا مین ہزارون تمثیلین موجود ہین کہ ادنے آدمی محنت سے دولتمند ہوگئے اور سست
و کاہل بیکار ہوگئے - محنت مراتب دینی و دنیوی حاصل کرنے کا نہایت ہی عمدہ ذریعہ ہے
صنعت و حرفت کو ترقی دینا گورنمنٹ کی توجہ پر ہی منحصر نہین بلکہ رؤسا و امرا کی قدر دانی
پر منحصر ہے اونکو لازم ہے کہ دیسی صنعت کو قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکہین - اور
ہاتھون ہاتھہ اوسکو خرید لین تاکہ اور لوگون کو پورا پورا شوق اوسکے حاصل کرنے اور
شہرت دینے کا ہو - ہمکو نہایت افسوس ہے کہ ہندوستان سے پرانے ہنر ہی بالکل
معدوم ہوگئے اور اونکو اس موجودہ جہالت نے اور بہی تباہ کر رکہا ہے - اگر باشندگان
ہند اسی طرح غفلت مین رہے اور علم و ہنر کی طرف کماحقہ توجہ نہ کی تو اس سے بہی
زیادہ افلاس کی مصیبت پیش آویگی - اب بہی اگر سمجھہ جاوین تو سب کچھہ ہوسکتا ہے
دیکھو اس زمانہ مین ہی محنت سے اہل عرب و افغانستان مین کیسی ترقی ہو رہی ہے
جن لوگون نے افغانستان کو دیکہا ہے وہ اس بیان کی تصدیق کرینگے کہ جیسی کسی زمانہ
مین اہل عرب نے سپین مین ترقی کی تہی ویسی ہی بلکہ اوس سے بہی کئی درجہ زیادہ
افغانون نے اپنی قوم کو شائستہ بنانے اور علوم و فنون جدیدہ کی تعلیم سے مستفیض
کرنے میں کوشش کی ہے - دخانی کارخانے جاری کیئے اور مدارس قایم ہونے -

ترقی ہوتی ہے۔ محنتی آدمی مثل دریا کی ہے جو بہنے سے زیادہ صاف ہوتا ہے اور کاہل
آدمی مثل گڑہے کی ہے جسکا پانی بباعث ٹھیرے رہنے کے گندہ ہو جاتا ہے محنتی
دولت حاصل کرکے آرام پاتا ہے سست آدمی کسی چیز کی خواہش نہین کرتا اور نہ کچھہ اسکے
پاس رہتا ہے۔ جبتک ہم محنت نکرین ہمکو کسیطرح کی خوشی یا فائدہ یا آرام و آسایش
حاصل نہین ہوسکتی غرض بغیر محنت اور کام کے زندگی بیکار ہے محنت سے آدمی کی
تندرستی متصور ہے جو انسان محنت نہین کرتا اور ایک جگہ سست بٹھیا رہتا ہے وہ
ہمیشہ بیمار رہتا ہے۔ ہم کیسے ہی امیر ہون یا غریب تمام جو کچھہ ہم کہاتے ہین اور جو
کچھہ پہنتے ہین اور جس جگہ رہتے ہین جھونپڑا ہو یا محلسرا یہہ سب محنت کا نتیجہ ہے
محنت سے جو کام کیا جاتا ہے وہ ضرور پورا ہو جاتا ہے جب کسی ایک چھوٹے سے
کام مین محنت کی جاے تو وہی کام بڑا ہو جاتا ہے چھوٹی بات بڑی ہو جاتی ہے کم قیمت
بیش قیمت ہو جاتی ہے معدوم وجود مین آجاتا ہے ناقص پورا ہو جاتا ہے فی الحقیقت
محنت انسان کی جان ہے۔ روٹی تک بغیر محنت کے نہیں پکتی جبتک نہ پکالے کہانا نہین
ملتا۔ اگرچہ محنت بظاہر ایک بوجھہ معلوم ہوتا ہے مگر اسکا نتیجہ بہت فائدہ مند ہے
عزت۔ حرمت۔ مال متاع۔ دولت۔ سلطنت بلکہ دینی نعمتین بھی محنت ہی سے حاصل
ہوتی ہین ولیکن ہمارے ملک کے اکثر لوگ محنت کو معیوب سمجھتے ہین اسلئے انکی ہمتین
دن بدن پست ہوتی جاتی ہین۔ کسی بڑے کام کی طرف توجہ نہین کرتے جس سے
ملک یا قوم کو آسایش پہونچے مال و تجارت مین ترقی ہو۔ یہہ اور بھی افسوس کی بات
ہے کہ ہمارے اس ملک ہندوستان مین کسی قسم کی صنعت کی قدر نہین اور نہ اس
طریقہ کی ترقی ہوتی نظر آتی ہے۔ ہمنے بارہا دیسی لوگون کے ہاتھہ کی بنائی ہوئی
بہت سی چیزین دیکھی ہین جو نہایت ہی عمدہ ہین مگر افسوس کہ متمول لوگ ایسی صنعت
کی قدر نہین کرتے یہی بیقدری دیسی صنعت کی ترقی کی مانع ہے۔
محنت جسمانی کے ساتھہ دماغی محنت بھی ہمیشہ کرنی چاہیے جو لوگ دماغ کو بیکار

محبوبیت کا عطا فرمایا ہزاران ہزار صلوۃ وسلام نازل ہون اونپر اور اونکی آل
اطہار و اصحاب ابرار پر۔ بعد حمد صلوۃ کے خاکسار ہیچمدان **محمد عبد الرحمن**
برادران دینی کی خدمت مین التماس کرتا ہے کہ مین ایک خادم خادمان جناب مکرم
ومعظم مرشدنا وسیدنا **حاجی محمد عابد مشایخ دیوبندی** کا ہون
اکثر لوگ (سواے دیوبند کے) راہ دور و دراز سے آپکی خدمت مین حاضر ہوتے ہین اور
آپکی صحبت کثیر البرکت سے طرح طرح کے فایدے اوٹھاکر بقدر ذرہ بہرہ ور و فیضیاب
ہوتے ہین چنانچہ اس عاجز نے بھی جناب ممدوح الوصف کی توجہ دلی و شفقت
قلبی سے جو اس احقر کے حال پر بدرجہ اتم مبذول فرماتے ہین اپنے فہم ناقص کے
موافق علوم دینی مین بہت طرح کے فایدے اوٹھائے اور کتاب مستفیض کیا جناب
کے فیوض باطنی وظاہری نہایت ہی وسیع ہین اور آپ اونہی اولیاء اللہ مین سے
ہین جنکی تعریف مین کہا گیا ہے کہ "اولیاء اللہ وہ ہین جنکے دیکھنے سے اللہ تعالی
یاد آوے۔" بیشک یہہ وصف جناب ممدوح کی ذات ستودہ صفات مین بدرجہ اتم پایا جاتا ہے
یہی دل چاہتا ہے کہ آپ کی زبان فیض ترجمان سے ہمیشہ ذکر خدا و رسول اللہ
سنا کیجیے اور آپ کی صحبت بابرکت مین حاضر رہکر دینی فایدے حاصل کیا کیجیے
حضرت کی خدمت مین حاضر ہونے اور جمال باکمال کی زیارت سے خیالات فاسدہ
دل سے دور ہوتے ہین۔

مین کیا ہون اور میری کیا بساط ہے یہہ محض خداے کریم کا فضل و کرم ہے اور اوسی
کی نصرت کا نتیجہ ہے کہ یہہ اہم کام (تہذیب القلوب) اس خاکسار کے ہاتھہ سے
ظہور مین آیا۔ اگرچہ اس کتاب کا دیکھنا موجب تضییع اوقات ناظرین و باعث
سمع خراشی اصحاب نظر ہوگا لیکن چونکہ جو کچھہ لکھا گیا ہے خالصاً لوجہ اللہ اور
محض قومی ہمدردی و انسانی بہبودی کی بنیاد پر لکھا گیا ہے یقین واثق ہے کہ
تمام انصاف پسند لوگ اسکو حرز جان بنائین گے اور اسکے مطالعہ سے ہمیشہ
فایدہ اوٹھائین گے۔ ناظرین کی خدمت مین التماس ہے کہ اس عاصی کو دعای

نمبر ۵ قصبہ دیوبند ضلع سہارنپور مین ایک بڑا قصبہ واقع ہے ۱۲ منہ سلمہ

تجارت کو اعلی درجہ کی ترقی دی جس سے ملک خوشحال اور شایستہ ہو گیا۔ اسی طرح
ہندوستانی بہی اپنے ملک مین صنعت و حرفت کے کارخانے جاری کرین تو امید ہے
کہ تہوڑے ہی عرصہ مین افلاس کے کوچہ سے نکلکر گنج نعمت کے بازارون مین سیر کرتے
دکہائی دین۔ مگر عجلت ایک ایسی خصلت ہے کہ تمام مقصدون کو خراب کر دیتی ہے
اور لوگون کو معصیت مین گرفتار کر دیتی ہے۔ اس خصلت مین کئی قباحتین ہین ایک
یہہ کہ جب کوئی شخص کسی کام کو بامید نفع شروع کرکے اوسکے فایدہ کا طالب ہوتا ہے
اور اسمین بجد کوشش کرتا ہے اور اوسمین کامیاب ہونے مین جلدی کرتا ہے حالانکہ
ابہی اوسکے ملنے کا وقت نہین ہوتا آخر عجلت کے سبب نومید ہوکر اوس کام کو
ناتکمیل چہوڑ دیتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ خداوند تعالی نے ہر چیز کے لئے ایک وقت مقرر
فرمایا ہے وقت سے پہلے کچہہ نہین ہوتا۔ جلدی کا نتیجہ ندامت ہے اور آہستگی مین
سہولت ہے۔ جب آدمی کسی کام کو بغرض نفع شروع کرتا ہے اور ایک عرصہ تک
کوشش کرکے مایوس ہوکر چہوڑ دیتا ہے اور یہہ قیاس غلط کرتا ہے کہ جتنی محنت زیادہ
کرونگا اوتنا ہی جلد کامیاب ہونگا اسیوجہ سے جان توڑکر محنت کرتا ہے آخر کو
تہک کر رہ جاتا ہے۔ اس جگہ دو باتین سمجہہ لین تو کام آسان ہو جاتا ہے ایک یہہ
کہ اگر کوئی شخص عبادت کرتا ہے تو سمجہہ لے کہ عبادت تا دم زیست فرض ہے۔ اگرچہ عبادت
تہوڑی ہی ہو مگر ہمیشہ ہو تو بہتر ہے اس سے کہ بہت ہو اور چند روز کے بعد اسکا عمل
ترک ہو جاے۔ دوم غرض اصلی برائیون کا دور ہونا اور نیکیون کا حاصل کرنا ہے جس سب
سے لیاقت پیدا ہو۔ مفید کامون مین ہمت نہ ہارنی چاہیے جلدی کرنا برا ہے آدمی
کو چاہیئے کہ اپنا مفوضہ کام کئے جاے محنت اور کوشش کا ثمرہ ہمیشہ بہتر ہی ہوتا ہے

خاتمۃ الکتاب

قلم ایسے وحدہ لاشریک کی حمد لکہتا ہے کہ جسنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مرتبہ خلت
عطا فرمایا اور سید الکونین رسول الثقلین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو درجۂ

فہرست مضامین مندرجہ کتاب تہذیب القلوب

تمت بالخیر

مغفرت سے یاد فرماوین۔

الٰہی اس کتاب کو اپنے حبیب پاک کے تصدق سے درجہ قبولیت عطا فرما اور ناظرین باتمکین کو اس سے فایدہ کامل پہونچا اور میرا اور میرے سپردپسران کا (جو بفضلہ بالغ ہین اور مدرسہ مین تعلیم پارہے ہین) اور میرے متعلقان کا خاتمہ بالخیر فرما۔ آمین یارب العلمین۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۟ وَاغْفِرْ لَنَا ۟ وَارْحَمْنَا ۟ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔

مناجات

خداوندا ترے فضل و کرم احسان ہین مجھپر
مرادین دوجہان کی مومنون کو تو عنایت کر
ہنو محشر مین کوئی آسرا جزدم سوا تیرے
عنایت اوس گھڑی ہمکو پیمبر کی شفاعت کر
طفیل اوس سرورکونین کے میدان محشر مین
الٰہی مرحمت عاجز کو تو رویت کی نعمت کر
محبت مین ہمیشہ تیری اور تیرے پیمبر کی
رہون یارب۔ ہو میرا خاتمہ اتباع سنت پر
یہی ہے التجا تجھسے الٰہی عبدالرحمٰن کی
کر بخشش اوسکے گناہون کو اور اوسپر اپنی رحمت کر

تمّ الکتاب بعون الملک الوہاب

اعلان

یہہ کتاب تہذیب القلوب جو خاکسار محمد عبد الرحمن کی
تصنیف ہے کوچہ لال کنوان واقع موچی دروازہ لاہور سے
نقد قیمت آنے پر یا بذریعہ ویلیو پے ایبل پارسل مل سکتی ہے

قیمت ایکروپیہ ۱؎ محصول ڈاک ۱ر

تنبیہ

المشتہر

نحمدہ و نستعینہ عبد الرحمن عفی عنہ

عبد الرحمن عفی عنہ